عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

ہفت روزہ ختمِ نبوۃ

جلد نمبر ۱۵ | ۲۲ ربیع الثانی تا ۶ جمادی الاول ۱۴۱۷ھ بمطابق ۶ تا ۱۹ ستمبر ۹۶ | شمارہ نمبر ۱۵-۱۶

7 ستمبر ۱۹۷۴ء

مرزائی لاہوری و قادیانی غیر مسلم اقلیت

قومی اسمبلی کا متفقہ فیصلہ

امتناعِ قادیانیت آرڈیننس

قائد تحریکِ ختمِ نبوت

قافلہ امیر شریعت فتح و کامرانی کی دہلیز پر

7 ستمبر

قادیانی اپنے مذہب کے الگ شعائر ایجاد کریں

جسٹس عبدالقدیر چوہدری کا تاریخی فیصلہ

تاریخ ساز دن
آئینی تقاضے
تاریخی جائزہ

قیمت: ۱۵ روپے

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی ۶ نئی مطبوعات

مکمل سیٹ منگوانے پر
خصوصی رعایت

تحریکِ ختمِ نبوت ۱۹۷۴ء جلد سوم

۶۰۰ صفحات

تالیف: مولانا اللہ وسایا صاحب

○ ۲۹ مئی ۱۹۷۴ء آغاز تحریک سے ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء اختتام تحریک لمحہ بلمحہ کی مکمل تحقیقی رپورٹ ○ سانحہ ربوہ کی وجہ سے ملک گیر تحریک کی ہر شہر و قصبہ سے رپورٹیں ○ اہم شخصیات کے انٹرویوز ○ اخبارات و جرائد کی تمام خبریں، اداریے، رپورٹیں ○ تاریخی اشتہارات، نظمیں ○ کتاب کا مکمل اشاریہ

کمپیوٹر کتابت، عمدہ طباعت، سفید کاغذ
چار رنگا سرورق مجلد قیمت /۲۰۰

قومی تاریخی دستاویز (اردو)

قومی اسمبلی میں قادیانی مقدمہ کی مکمل کارروائی

مرزا ناصر و صدرالدین۔ قادیانی و لاہوری دونوں گروپوں کے مرزائی سربراہوں پر ۱۹۷۴ء کی قومی اسمبلی میں ۱۳ دن جرح ہوئی جس کی مکمل تفصیلات (سوالاً وجواباً) اسمیں شامل ہیں اس تحریر کو پڑھنے سے آپ کو محسوس ہوگا کہ براہ راست قومی اسمبلی کی کارروائی دیکھ رہے ہیں۔

کمپیوٹر کتابت، عمدہ طباعت، سفید کاغذ مجلد
چار رنگا ٹائیٹل لیمنیشن، صفحات ۴۰۰ سے زائد
قیمت /۱۵۰ روپے

قادیانی عقائد کا انسائیکلوپیڈیا
قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ

جدید ایڈیشن

از: پروفیسر محمد الیاس برنی۔ ایم اے، ایل ایل بی

کمپیوٹر کتابت پہلی بار، نئے حوالہ جات، اغلاط سے مبرا، سفید کاغذ بہترین طباعت، مضبوط و عمدہ جلد۔ چار رنگا ٹائیٹل۔ ایک تاریخی علمی دستاویز جس میں قادیانی تحریک کے عقائد و عزائم، مکمل تاریخ، قادیانیوں مذہبی و سیاسی قلابازیوں کی مکمل تفصیلات جس نے قادیانی تحریک کے چہرے سے پردہ چاک کر دیا۔ صفحات ۱۱۶۴

قیمت /۳۰۰ روپے

احتسابِ قادیانیت

از قلم: مناظر اسلام مولانا لال حسین اختر

حضرت مناظر اسلام کے ردِ قادیانیت پر تمام رسائل کا مجموعہ

جدید حوالہ جات کا اضافہ۔ نئی کمپیوٹر کتابت

بہترین کاغذ۔ عمدہ طباعت۔ مضبوط جلد۔ رنگین ٹائیٹل۔

صفحات ۴۰۰ قیمت /۱۰۰ روپے

رئیسِ قادیان

مرزا قادیانی کی مستند سوانح حیات

مولانا ابوالقاسم رفیق دلاوری کے قلم سے

پہلی بار کمپیوٹر کتابت سے آراستہ و پیراستہ۔

مرزا غلام احمد قادیانی کا خاندان اور مرزا جی کی پیدائش سے وفات تک اچھوتی و عمدہ تاریخی حقائق پر مشتمل مکمل سوانح۔ مرزا جی کے قول و عمل سے مزین علمی و تاریخی دستاویز۔ عمدہ کاغذ بہترین طباعت بمضبوط جلد۔ چار رنگا ٹائیٹل، صفحات ۶۷۶

قیمت /۱۵۰ روپے

تحفۂ قادیانیت (جلد دوم)

کاغذ و طباعت مثالی۔ بہترین کمپیوٹر کتابت

تالیف

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی

مضبوط جلد۔ چار رنگا ٹائیٹل، صفحات ۴۰۰ سے زائد قیمت /۱۵۰

یہ جلد حضرت مصنف مدظلہ کے ۹ مقالات کا مجموعہ ہے۔ تاریخی، مذہبی، سیاسی مباحث پر مشتمل عمدہ علمی دستاویز ہے۔ درج ذیل عنوانات پر مقالات ہیں:

○ دارالعلوم دیوبند اور مسئلہ ختم نبوت ○ مسئلہ ختم نبوت اور مولانا نانوتوی ○ معرکۂ قادیان و لاہور ○ ظلی نبوت کا تار عنکبوت ○ پیام اقبال اور فتنۂ قادیانیت ○ مرزا طاہر کے جرمنی کے چیلنج کا جواب ○ ربوہ سے تل ابیب تک ○ ربوہ سے تل ابیب تک کے جواب کا جواب الجواب ○ مرزا قادیانی کے وجوہ ارتداد سپریم کورٹ جنوبی افریقہ میں تحریری بیان ۔۔۔ فتنۂ قادیانیت کو سمجھنے کے لیے بہترین کتاب۔

مکمل سیٹ پر چالیس فیصد رعایت

دفتر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان

وی پی نہ ہوگی، پوری رقم کا پیشگی آنا ضروری ہے

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا ترجمان

INTERNATIONAL URDU WEEKLY
KHATME NUBUWWAT
KARACHI PAKISTAN

ہفت روزہ ختم نبوۃ

۲۲ ربیع الثانی تا
۲۶ جمادی الاول ۱۴۱۷ھ
بمطابق ۶ تا ۱۹ ستمبر ۱۹۹۶ء

جلد نمبر ۱۵
شمارہ نمبر ۱۵-۱۶

REGD. NO. SS-160

سرپرست
حضرت مولانا خواجہ خان محمد زید مجدہ

مدیر اعلیٰ
حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی

مدیر مسئول
عبدالرحمٰن باوا

اس شمارے میں

۷ ستمبر تاریخ ساز دن "آئینی تقاضے" تاریخی جائزہ ۳
پیغام ۴
مرزائی لاہوری و قادیانی گروپ غیر مسلم اقلیت قومی اسمبلی کا متفقہ فیصلہ ۵
حزب اختلاف کی قرارداد ۱۳
امتناع قادیانیت آرڈیننس ۱۵
قائد تحریک ختم نبوت ۱۷
تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء کی کہانی مولانا تاج محمود کی زبانی ۲۸
قادیانی اپنے مذہب کے لئے شعائر اسلام کو استعمال نہیں کر سکتے جسٹس عبدالقدیر چوہدری کا تاریخی فیصلہ ۳۸
قافلہ امیر شریعت ۷

مجلس ادارت
مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری ○ مولانا اللہ وسایا
مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر ○ مولانا منظور احمد حسینی
مولانا محمد جمیل خان ○ مولانا سعید احمد جلالپوری

مدیر
حسین احمد نجیب

سرکولیشن منیجر
محمد انور رانا

قانونی مشیر
حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ

فوٹو ٹائپنگ و ڈیزائننگ
ارشد دوست محمد

قیمت ۱۵ روپے

بیرون ملک چندہ
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا ۵۰ ڈالر امریکی ○ یورپ اور افریقہ ۴۰ ڈالر امریکی
○ متحدہ عرب امارات، انڈیا ۳۰ ڈالر امریکی
چیک، ڈرافٹ بنام ہفت روزہ ختم نبوت۔ الائیڈ بینک بنوری ٹاؤن برانچ اکاؤنٹ نمبر ۳۰۳ کراچی پاکستان ارسال کریں

اندرون ملک چندہ
سالانہ ۲۵۰ روپے
ششماہی ۱۲۵ روپے
سہ ماہی ۷۵ روپے

مرکزی دفتر
حضوری باغ روڈ ملتان فون 514122_583486
فیکس 542277

رابطہ دفتر
جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ) پرانی نمائش ایم اے جناح روڈ کراچی
فون 7780337 فیکس 7780340

LONDON OFFICE
35 STOCKWELL GREEN
LONDON SW9 9HZ U.K.
PHONE: 0171-737-8199.

پبلشر عبدالرحمٰن باوا | طابع سید شاہد حسن | مطبع القادر پرنٹنگ پریس | مقام اشاعت ۱۰۳ اے بنوری ٹاؤن کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مفتی محمد جمیل خان

۷ ستمبر

○تاریخ ساز دن ○آئینی تقاضے ○تاریخی جائزہ

۷ ستمبر' عقیدہ ختم نبوت کی سربلندی و کامرانی کا دن' مسلمانوں کی فتح و کامیابی کا دن' نبی آخرالزمان ﷺ کی عظمت کے تحفظ کا دن لا نبی بعدی کے مظہر کا دن ..... خلیفہ اول سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی سنت کے تازہ ہونے کا دن ...... خلیفہ ثانی سیدنا حضرت عمر فاروقؓ خلیفہ ثالث سیدنا حضرت عثمان ذوالنورینؓ خلیفہ رابع حضرت علی مرتضیٰ' حضرات عشرہ مبشرہ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اجماع کے مصداق کا دن امام اعظم امام ابو حنیفہؒ اور آئمہ اربعہ کے فیصلے کی صداقت کا دن۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ امام الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ حضرت شاہ عبدالعزیزؒ' حضرت سید احمد شہید' حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ سید الطائفہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی' حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ فقیہ ملت ابو حنیفہ وقت حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی دعاؤں کے ثمرات کا دن۔ محدث العصر حضرت العلامہ سید محمد انور شاہ کشمیریؒ کی چھ ماہ کی بے چینی کے بعد الہامی پیش گوئی کے پورے ہونے کا دن' امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اور ان کے رفقائے قافلہ حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ حضرت پیر مہر علی شاہؒ' حضرت مولانا داؤد غزنویؒ حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ حضرت مولانا محمد حیاتؒ حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ حضرت مولانا لعل حسین اخترؒ اور تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کے ہزاروں شہداء کے خون کے نذرانہ کی قبولیت کا دن۔ ۲۹ مئی ۱۹۷۴ء کو ربوہ ریلوے اسٹیشن پر نشتر میڈیکل کالج کے سو طلباء کا ختم نبوت زندہ باد کے نعرہ کی پاداش میں قادیانیوں کی بربریت کا شکار ہونے اور قربانی کا اللہ تعالیٰ کے دربار میں شرف قبولیت کا دن' محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری نور اللہ مرقدہ' مفکر اسلام قائد جمعیت علماء اسلام مولانا مفتی محمودؒ مجاہد ملت مولانا غلام غوث ہزارویؒ پیکر تقویٰ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق اکوڑہ خٹکؒ خطیب اسلام مولانا عبدالحکیمؒ پیکر صدق و وفا مولانا محمد شریف جالندھریؒ پیکر صبر و رضا مولانا عبید اللہ انورؒ' فقیہ ملت مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیعؒ مجاہد اسلام مولانا تاج محمودؒ قائد جمعیت العلماء پاکستان مولانا شاہ احمد نورانی' شیخ الحدیث علامہ مصطفیٰ ازہری' مولانا محمد شفیع اکاڑوی' مولانا معین الدین لکھوی' میاں فضل حق' مولانا احسان الٰہی ظہیرؒ خطیب بے بدل شورش کاشمیریؒ قائد احرار اسلام حضرت مولانا ابو معاویہ سید عطاء المنعم بخاریؒ قائد اہلسنت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ شیخ المشائخ حضرت مولانا خواجہ خان محمد دامت برکاتہم' حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی دامت برکاتہم' میاں طفیل محمد اور کروڑوں فرزندان توحید جانثاران ختم نبوت' مجاہدین عظمت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تحریک کی کامیابی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے امتحان میں کامیابی و سرخروئی کا دن پاکستان کے اراکین قومی اسمبلی اور جناب یحییٰ بختیار اٹارنی جنرل پاکستان وزیر قانون جناب عبدالحفیظ پیرزادہ' قائد ایوان جناب ذوالفقار علی بھٹو کے امتحان میں کامیابی کا دن' جانثاران ختم نبوت کے قائد' عاشق رسول مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ کے سر پر سہرا کامرانی سجنے کا دن ...... ایک ارب بیس کروڑ مسلمانان عالم کے عقیدہ ختم نبوت پر غیر متزلزل ایمان و یقین کے اظہار کا دن' قادیانیوں اور مرزا غلام احمد قادیانی جھوٹے نبی کذاب و دجال کی ذلت و رسوائی کا دن ...... قادیانیوں کے غیر مسلم اقلیت قرار پانے کا دن۔ جسد ملت اسلامیہ سے اخراج کا دن' ناکامی و شکست کا دن' جھوٹ کے پول کھل جانے کا دن' قادیانیوں کے مسترد اور مردود ہونے کا دن۔

۷ ستمبر کا دن تاریخ اسلام میں ہمیشہ یادگار عظمت رہے گا۔ اس دن تک پہنچنے کے لئے مسلمانوں نے کیا قربانی دی اس کی تفصیلات تو ۹۰ سال پر محیط ہیں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ناظم مولانا اللہ وسایا نے تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء اور تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء (تین جلدیں) میں تفصیل سے درج کردی ہیں اور شورش کاشمیری اور علامہ احسان الٰہی ظہیر اور حضرت اقدس مولانا محمد یوسف لدھیانوی' طاہر عبدالرزاق اور دیگر اہل قلم نے اسے قلمبند کیا ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی کو مناظر اسلام کی حیثیت سے شہرت حاصل ہوئی تو انگریز حکومت کے اشارہ پر مسلمانوں میں انتشار اور تفرقہ پیدا کرنے کے لئے

سیڑھی چڑھنا شروع کیا پہلے مجدد' پھر مہدی' پھر مسیح موعود' پھر ظلی اور بروزی نبی اور پھر ۱۹۰۱ء میں مستقل نبی کی حیثیت سے خود کو پیش کرنے لگا۔ مرزا غلام احمد قادیانی کی ابتدائی تحریروں کو دیکھ کر ہی علماء حق' علماء لدھیانہ نے مرزا غلام احمد قادیانی سے تحریری مناظرہ کیا اور عقائد باطلہ کی روشنی میں اس کے کفر کا فتویٰ صادر فرمایا۔ بعد ازاں اس فتویٰ کی تصدیق فقیہ ملت حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اور علماء حق' علماء دیوبند نے کی۔ اس تصدیق کی روشنی میں علماء و مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور' مدرسہ شاہی مراد آباد اور دیگر بڑے بڑے مدارس نے کی۔ سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کی روحانی اولاد اور جانشین اس فتویٰ کے بعد میدان عمل میں اترے۔ امام العصر حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیریؒ اس فتنہ کو مستقبل کی حیثیت سے دیکھ رہے تھے اور اس سلسلے میں آپ کو امت مسلمہ کی گمراہی کا بہت زیادہ اندیشہ تھا' فرماتے تھے چھ ماہ مسلسل سوچ و بچار اور دعاؤں کے بعد اللہ تعالیٰ نے انشراح صدر فرمایا اور اس فتنہ کی سرکوبی کے لئے علماء حق کو منتخب فرما کر بشارت عطا فرمائی کہ انشاء اللہ العزیز مسلمان اس فتنہ کا بھرپور مقابلہ کریں گے اور قربانیوں کے بعد اللہ تعالیٰ ان کے ایمان کی حفاظت فرمائیں گے۔ اس فتنہ کی سرکوبی اور جہاد کی تیاری کے لئے حضرت کشمیریؒ نے تمام علماء کرام کا اجتماع بلایا اور نہایت دلسوزی کے ساتھ مسئلہ کی نزاکت اور فتنہ قادیانیت کے مضر اثرات اور جھوٹے مدعی نبوت کے خلاف خلیفہ اول سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سنت پیش فرما کر جہاد کے آغاز کا اعلان فرمایا۔ اور ساتھ ہی یہ بشارت بھی عطا فرمائی کہ جو عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ اور فتنہ قادیانیت کی سرکوبی کے لئے جہاد کرے گا اسے قیامت کے دن خاتم الانبیاء' افضل الانبیاء' آقائے نامدار' رحمتہ للعالمین' حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی شفاعت نصیب ہوگی۔

مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کو جہاد ختم نبوت کے لئے امیر منتخب کیا اور امیر شریعت کا حضرت کشمیریؒ نے استاذ اور شیخ ہونے کے باوجود خود بھی امیر شریعت کے ہاتھ پر بیعت کی اور تمام علماء کرام کو حکم دیا کہ وہ امیر شریعت کے ہاتھ پر بیعت کریں۔ یوں قافلہ امیر شریعت عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ اور قادیانیت کی سرکوبی کے لئے رواں دواں ہوگیا۔ بقول تحفہ قادیانیت کے مؤلف مولانا محمد یوسف لدھیانوی۔

جو فرد بھی قافلہ امیر شریعت میں شامل ہوا اس کو نبی آخر الزماں ﷺ سے وہ نسبت حاصل ہوگئی جو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو حاصل تھی۔ بقول قائد اہلسنت مولانا مفتی احمد الرحمن رحمتہ اللہ علیہ

جو شخص قائد امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ کے قافلے میں شامل ہو کر عقیدہ ختم نبوت کے لئے کام کرے گا اور قادیانیت کی سرکوبی کے لئے دن رات کوشاں ہوگا اس کو خلیفہ اول سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خصوصی نسبت اور تعلق حاصل ہوگا۔

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ پر اس وقت حضرت کشمیریؒ نے کیا نظر تصرف و توجہ فرمائی تھی اور علماء ربانیین کے بیعت میں کیا خاص تصرف تھا کہ بیعت لیتے ہی آپ کی زندگی بدل گئی۔ اب آپ کا سونا' جاگنا' چلنا پھرنا' بولنا اور خاموش رہنا غرض زندگی کا ایک ایک لمحہ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ اور تردید قادیانیت کے لئے وقف ہوگیا خطابت کی سحر انگیزی تو قدرت کی طرف سے آپ کے لئے عطیہ خاص تھی حضرت کشمیریؒ نے اس کا رخ عقیدہ ختم نبوت کی طرف ایسا پھیرا کہ سیاسی جلسہ ہو یا غیر سیاسی کوئی اجتماع ہو امیر شریعت کی آواز اب عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے وقف ہوگئی تھی۔ جب آقائے نامدار ﷺ کے عقیدہ ختم نبوت کے لئے بیان کرتے تو فضا میں عجیب کیفیت پیدا ہو جاتی۔ ہر چیز ساکن محسوس ہوتی۔ ایسا معلوم ہوتا کہ نبی آخر الزماں ﷺ کا دور واپس آگیا۔ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے حضرت کشمیریؒ اور علماء حق کے بارے میں کہا تھا۔

"صحابہ کرامؓ کے قافلے کا ایک حصہ قافلے سے بچھڑ گیا تھا۔ حضرت انور شاہ کشمیریؒ اور علماء حق دیوبند کی شکل میں اس صدی میں نمودار ہوگیا۔"

لیکن معلوم ہوتا ہے کہ حضرت کشمیریؒ نے امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ میں اسی قافلے کے سالار کی جھلک ملاحظہ کر لی تھی اس لئے ان کو امیر شریعت کا خطاب دے کر نسبت صدیقی سے سرفراز فرمایا واقعی امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین والے قافلے کے ایک فرد کی ہی صفات کے حامل تھے اور امیر شریعت کا خطاب ان کے لئے ہی زیبا تھا اور انہی پر جچتا تھا۔

حضرت امیر شریعت جب مجلس انور سے اٹھے تو پھر موت ہی نے ان کو سکون پہنچایا' خود فرماتے تھے۔ بخاری تیری نصف زندگی جیل میں اور نصف زندگی ریل میں گذر گئی' برصغیر کا ایک ایک گاؤں آج امیر شریعت کا مرہون منت ہے کہ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کی آواز آپ نے مسلمانوں کے کانوں تک پہنچائی' ایک ارب بیس کروڑ مسلمان آج عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے امیر شریعت کے احسان مند ہیں۔ قادیان۔ مرکز قادیانیت' فوج کے حفاظتی اقدامات جھوٹے نبی کا گڑھ' انگریز حکومت مکمل سرپرست' امیر شریعت اعلان کرتے ہیں سچی نبوت کا پیغام مرکز قادیان میں بلند ہوگا ایک ساتھی تیار کیا' دفتر قائم کیا۔ دفتر توڑ پھوڑ دیا آدمی کو وحشت و بربریت کا نشانہ بنایا گیا۔ امیر شریعت نے فرمایا کوئی فکر کی بات نہیں' جلسہ کا اعلان ہوا کوئی مسلمان نہیں'

جلسہ میں آنے والا کوئی نہیں۔ امیر شریعت نے فرمایا۔ میں خود ہی سامع ہوں اور میں خود ہی مقرر۔ ختم نبوت کی آواز جھوٹے نبی کے پیروکاروں کے کانوں میں ڈالیں گے۔ گم کردہ راہ لوگوں کو حق کی آواز سنائیں گے۔ طائف کی سنت تازہ ہو گئی۔ دشمن مکمل طور پر تیار' انگریز آقا حکومت کی فوج۔ سیاسی گھڑ سوار امیر شریعت کو روندنے کے لئے تیار۔ اللہ کا شیر گرجتا ہوا قادیان پہنچتا ہے۔ امن و امان کی آڑ میں قادیان میں جلسے کی اجازت نہیں ملی امیر شریعت قادیان کے باہر گاؤں کے مسلمانوں کو آواز دیتے ہیں۔

"اے جانثاران ختم نبوت حضور ﷺ کی ختم نبوت کی آواز سنو۔ خاتم النبیین ﷺ کے عقیدہ ختم نبوت پر ڈاکہ ڈالا جارہا ہے۔"

حضرت شاہ صاحب کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے گاؤں کا گاؤں امنڈ آیا اور امیر شریعت نے رات بھر خاتم النبیین ﷺ کے مفہوم اور عقیدہ ختم نبوت کی وضاحت کرتے ہوئے چودھویں صدی کے مسیلمہ کذاب مرزا غلام احمد قادیانی کے دجل و فریب سے آگاہ کیا اور ثابت کیا کہ مرزا غلام احمد قادیانی جھوٹا اور کذاب ہے اور اس کے ماننے والے حضور ختم المرتبت ﷺ کے امتی نہیں بلکہ دائرۂ اسلام سے خارج ہیں۔ انگریزی قانون حرکت میں آتا ہے۔ امیر شریعتؒ کو گرفتار کرلیا۔ مقدمہ چلا۔ امیر شریعت کی طرف سے حق ثابت ہو جانے کے باوجود سزا دی گئی۔ لیکن امیر شریعت اور قافلہ امیر شریعت کو یہ سزائیں اپنے مشن اور جہاد سے کہاں روک سکتی تھیں۔ جہاد جاری رہا۔ امیر شریعت نے عقیدہ ختم نبوت کی آواز ہر اس جگہ پہنچائی جہاں مرزا غلام احمد قادیانی نے جھوٹی نبوت کی آواز پہنچانے کی کوشش کی۔ دن بھر سفر اور رات بھر تقریریں۔ مولانا محمد علی جالندھریؒ فرماتے ہیں۔ ایک گاؤں کے مسلمان آئے اور کہا کہ ہمارا پورا گاؤں قادیانی ہے ہماری ایک مسجد ہے جس کے چاروں طرف قادیانیوں کے گھر ہیں۔ ہم اس مسجد میں عقیدہ ختم نبوت کی بات نہیں کرسکتے۔ ہم چاہتے ہیں کہ آپ تشریف لائیں اور اس سلسلہ میں ان لوگوں کو آگاہ کریں۔ حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ تشریف لے جاتے ہیں جلسہ کا اعلان ہو جاتا ہے تقریر شروع ہونے لگی تو علاقہ کا ایس ایچ او مولانا کی خدمت میں آتا ہے اور عرض کرتا ہے۔ مسجد کے چاروں طرف قادیانی جماعت کے مسلح غنڈے مورچہ بند ہو کر بیٹھے ہیں کہ جہاں مولوی تقریر کرکے مرزا غلام احمد قادیانی کے بارے میں کچھ بات کرے گا۔ حملہ کرکے اس کو وہیں ختم کردیں گے۔ مولانا محمد علی جالندھریؒ نے کہا۔ تم علاقہ میں امن و امان کے ذمہ دار ہو۔ تم مسلمانوں کی حفاظت کرو۔ میں غیر آئینی بات کروں تو اس کا ازالہ کرو اس نے معذرت کرتے ہوئے کہا میرے پاس نفری بہت کم ہے اور پورا گاؤں اور علاقہ قادیانیوں کا ہے۔ میں اپنی جان کو خطرے میں نہیں ڈال سکتا۔ امیر شریعت کے رفیق خاص نے ایک لمحہ کے لئے اپنے رب سے مشورہ فرمایا اور تھانے دار سے کہا۔ ٹھیک ہے تم نے اپنا فرض ادا کردیا میں اپنی ذمہ داری پر تقریر کروں گا۔ اور پھر فرمایا۔ میں یہاں حضور ﷺ کے عقیدہ ختم نبوت کے بارے میں بیان کرنے آیا ہوں اور مرزا غلام احمد قادیانی کی جھوٹی نبوت عقیدہ ختم نبوت کے خلاف ہے۔ میں ہمیشہ گھر سے وصیت کرکے چلتا ہوں۔ میری خوش قسمتی ہوگی کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس مسئلہ کے بیان فرماتے ہوئے شہادت عطا فرمائے۔ میں نے مسئلہ بیان کرنا ہے جو چاہے محمد علی کو ختم کردے۔ موت ہمارا مقصد ہے۔ کئی گھنٹے تقریر فرمائی اللہ تعالیٰ نے قادیانیوں کے دل میں خوف ڈال دیا اور مسلمانوں کو سرخرو کیا' ایک طرف انگریز سرکار قافلہ امیر شریعت کا راستہ روکے کھڑی تھی دوسری طرف قادیانیت انگریزوں کی سرپرستی میں مصروف عمل۔ لیکن قافلہ امیر شریعت دونوں محاذوں پر قربانیاں دیتا ہوا منزل کی طرف رواں دواں۔ اگست ۱۹۴۷ء اللہ تعالیٰ نے امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری' شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی' شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی' علامہ سید سلیمان ندوی' حضرت مولانا حفظ الرحمٰن' حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ اور اکابر دارالعلوم دیوبند کو ایک محاذ پر کامیابی عطا فرمائی اور برصغیر سے انگریزوں کا بوریہ بستر گول ہوا۔ برصغیر کے لوگوں کو انگریز کی سیاسی غلامی سے نجات ملی۔ سید الطائفہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کا شروع کیا ہوا جہاد کامیابی سے ہمکنار ہوا حضرت شاہ ولی اللہ' حضرت شاہ عبدالعزیزؒ' حضرت سید احمد شہید' حضرت اسماعیل شہیدؒ کی تحریک آزادی ثمر بار ہوئی۔ ہندوستان غلامی سے آزاد ہوا۔ پاکستان کی شکل میں مسلمانوں کو خطہ عطا ہوا۔ حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی' حضرت ظفر احمد عثمانی' فرزندان دارالعلوم دیوبند نے جھنڈا لہرا کر ثابت کردیا کہ قیام پاکستان کی تحریک کی کامیابی دارالعلوم دیوبند کی مرہون منت ہے۔ ہندوستان میں مسلمانوں کے تحفظ کی ذمہ داری شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ' حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریاؒ' حضرت مولانا محمد یوسفؒ' حضرت مفتی کفایت اللہؒ' حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ' حضرت مولانا ابوالکلام آزادؒ نے اپنے کندھوں پر اٹھائی اور یوں آج مسلمان ہندوستان میں سربلندی اور غیرت کی زندگی گزارتے نظر آتے ہیں۔ انگریز جاتے جاتے اپنی ذریت مرزا غلام احمد کے پیروکاروں کو پاکستان پر مسلط کر گیا اور ظفر اللہ قادیانی کی شکل میں پاکستان کو پہلا وزیر خارجہ ملا اور بڑی بڑی اسامیوں پر قادیانیوں کو فائز کرادیا گیا۔ ظفر اللہ قادیانی نے پاکستان کی وزارت خارجہ کو قادیانی جماعت کا مرکز بنادیا اور ہر قادیانی افسر قادیانیت کا مبلغ بن گیا' تمام سفارت خانے اور فوجی چھاؤنیاں قادیانیت کا مرکز بن کر قادیانیت کی تبلیغی سرگرمیوں میں مصروف ہو گئیں اور مرزا بشیر الدین محمود پاکستان کو قادیانی اسٹیٹ بنانے کا خواب دیکھنے لگا۔ ۱۹۵۲ء میں اعلان کیا کہ ۵۲ء گزرنے نہ پائے کہ پاکستان قادیانی ریاست بن جائے تاکہ ہمارے جھوٹے نبی کی پیش گوئی پوری ہو اور قادیانیت کو سربلندی اور فتح حاصل

ہو۔ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے اپنے بچے کچے ساتھیوں کو جمع کیا اور فرمایا کہ تحریک آزادی میں کامیابی اور انگریز کی غلامی سے نجات کے بعد اب میرا ایک ہی مشن رہ گیا ہے قادیانیت کی سرکوبی۔ کیونکہ میرے شیخ و مربی محدث العصر حضرت مولانا سید انور شاہ کشمیریؒ نے میرے ذمہ یہ فریضہ لگایا تھا۔ اب پاکستان میں میں صرف اس ایک محاذ کے لئے اپنے آپ کو وقف کرنا چاہتا ہوں۔ جب تک یہ مسئلہ حل نہیں ہوگا میں کوئی کام کرنے سے معذور ہوں اب پاکستان میں مرزائیوں نے پر پرزے نکالنا شروع کئے ہیں اور مرزا بشیر الدین نے قادیانی اسٹیٹ بنانے کے خواب دیکھنے شروع کردیئے ہیں اور میں میدان عمل میں اس کو ناکام بنانے کے لئے اترنا چاہتا ہوں۔ اب تک مقابلے میں انگریز تھا۔ اب مسلمان ہیں۔ اس لئے طریقہ جہاد تبدیل کرنا ہوگا۔ حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ حضرت قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ حضرت مولانا محمد حیاتؒ حضرت مولانا لعل حسین اخترؒ مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ اور قافلہ امیر شریعت کے جانثاروں نے امیر شریعت کے اس فیصلے کو سراہتے ہوئے آپ کی آواز پر لبیک کہا اور یوں قافلہ امیر شریعت مجلس تحفظ ختم نبوت کے عنوان سے اپنے مشن پر رواں دواں ہوگیا۔ دسمبر ۱۹۵۲ء کی آخری رات امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے چنیوٹ ختم نبوت کانفرنس میں اعلان کیا۔

مرزا بشیر الدین تیرے جھوٹے باپ کی طرح تیری جھوٹی خواہش ۔ جھوٹا خواب شرمندہ تعبیر نہ ہوسکا۔ پاکستان ختم نبوت کے پروانوں کا ہے اور جانثاران ختم نبوت کا رہے گا۔ اس ملک میں عقیدہ ختم نبوت کا بول بالا ہوگا۔ جھوٹی نبوت کا قبرستان پاکستان بنے گا۔ اور پھر تاریخ نے قربانیوں کی ایک نئی داستان رقم کی۔ عظمت رسول کے شیدائی دیوانہ وار اپنے آقا کی عظمت کے لئے قربان ہوتے رہے۔ لاہور شہر کے مسلمانوں نے نئی تاریخ رقم کی۔ ایک دن میں دس ہزار نوجوانوں نے خوشی خوشی اپنے آقا کی ناموس کے لئے جانوں کا نذرانہ پیش کرکے مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کی ذریت کے خوابوں کو چکنا چور کردیا پورے پاکستان میں امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ سمیت ایک لاکھ سے زائد علماء کرام اور جانثاران ختم نبوت گرفتار کرکے پس دیوار زندان کردیئے گئے۔ ہزاروں جانثاران ختم نبوت کو سزائیں سنائیں گئیں۔ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور ان کے ساتھیوں نے جیل میں چکیاں پیسیں۔ قادیانی وزیر خارجہ ظفر اللہ کراچی جیسے پاکستان کے کسی جلسے میں تقریر نہ کرسکے۔ تحریک ختم نبوت ۵۳ء میں اگرچہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار نہ دیا جاسکا لیکن سر ظفر اللہ اور قادیانی گروہ اپنے مکروہ عزائم میں ناکام ہوا۔ پاکستان قادیانی اسٹیٹ بننے سے بچ گیا سر ظفر اللہ بوریا بستر لپیٹ کر عالمی عدالت کی طرف کوچ کرگیا۔ پاکستان کا ایک ایک شہری قادیانیت کے مکروہ عزائم سے آگاہ ہوا تحریک ۵۳ء میں خون شہیداں نے جو شمع قوم کے دلوں میں روشن کی اس کی روشنی آہستہ آہستہ چاروں طرف پھیلنی شروع ہوئی۔ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنے فریضہ کی ادائیگی کرتے ہوئے ۱۹۶۱ء میں رب کائنات کے دربار میں سرخرو ہوکر پہنچ گئے تو جانشینی کی سعادت قاضی احسان احمد شجاع آبادی کے حصے میں آئی قافلہ امیر شریعت تن من کی بازی لگاتے ہوئے قادیانیوں کو جسد ملت اسلامیہ سے خارج کرنے کے لئے کوشاں رہا۔ دست قضا نے قاضی صاحب کو اس کی مہلت نہیں دی بلاوے پر لبیک کہتے ہوئے کامیاب و کامران محبوب حقیقی کی طرف روانہ ہوگئے۔ اب امیر شریعت کے قافلہ ختم نبوت کی ذمہ داری کا عظیم الشان بوجھ مولانا محمد علی جالندھریؒ کے کاندھوں پر آپڑا جنکی زندگی ہی ختم نبوت کے کام سے متعارف تھی۔ قافلہ ختم نبوت حکومت کی امداد و تعاون کے بغیر قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا مطالبہ کرتے ہوئے گاؤں گاؤں محلے محلے شہر شہر مسلمانان پاکستان کے ایمان کی حفاظت اور قادیانیت کی سرگرمیوں کو روکنے کے لئے چلتا رہا اور قادیانیت کی ارتدادی کوششوں کے سامنے بند باندھتا رہا قدرت کی طرف سے ابھی امتحان کا سلسلہ باقی تھا اور قادیانی غیر مسلم اقلیت قرار نہیں پائے تھے کہ مولانا محمد علی جالندھری بھی اپنے ساتھیوں کے پاس ابدی راحت و سکون کی جگہ پہنچ گئے تو اس کٹھن کام کی ذمہ داری کے لئے مولانا لال حسین اختر کا نام تجویز ہوا کیونکہ قافلہ نے تو امیر کے ساتھ چلنا ہی ہے لیکن مولانا لال حسین اختر بھی ساتھیوں کی جدائی زیادہ دیر برداشت نہ کرسکے اور کچھ ہی عرصہ میں ساتھیوں سے جاملے۔ اب عارضی طور پر مولانا محمد حیات نے قافلہ امیر شریعت کو سنبھالا لیکن اس ذمہ داری سے عذر و معذرت کرتے رہے تا آنکہ قدرت کی طرف سے حضرت انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی دعاؤں اور حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ اور سالاران و جانثاران ختم نبوت کی قربانیوں کے اظہار قبولیت کا وقت آگیا تو قافلہ امیر شریعت نے تمام جانثاروں کی طرف سے جانشین انور محدث العصر حضرت العلامہ سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ پر سالار قافلہ امیر شریعت بننے کا شدید اصرار ہوا۔ ساتھی اصرار کیوں نہ کرتے ان کی آنکھوں کے سامنے حضرت امیر شریعت کا یہ واقعہ بار بار آجاتا جو حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زبان سے اس انداز میں مزے لے لے کر سنایا کرتے تھے اور بعض دفعہ وجد میں آجاتے۔ کیونکہ آپ کو حضرت کشمیری رحمۃ اللہ علیہ سے عشق اور حضرت امیر شریعت سے محبت زیادہ تھی۔ فرماتے تھے

ایک مرتبہ میں حضرت امیر شریعت کی خدمت میں اس وقت حاضر ہوا جب آپ فالج کی وجہ سے معذوری کی حالت میں تھے اور کافی بیمار تھے۔ میں نے اطلاع کی حضرت امیر شریعت تشریف لائے۔ میں نے مصافحہ اور معانقہ کیا اور کہا یوسف بنوری۔ حضرت امیر شریعت نے فرمایا۔ نہیں۔ میں نے خیال کیا کہ بیماری کی وجہ

سے پہچان نہیں سکے یا سن نہیں سکے تو دوسری مرتبہ بلند آواز سے کہا۔ اس پر بھی آپ نے جواب میں فرمایا۔ نہیں۔ میں نے تیسری مرتبہ ذرا زور سے کہا تو حضرت امیر شریعت نے میرا چہرہ اپنے ہاتھ میں لے کر کہا۔ یوسف بنوری نہیں۔ حضرت علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری رحمتہ اللہ علیہ۔ انور شاہ کشمیری۔ گویا حضرت شاہ صاحب نے اپنی وفات سے پہلے پیشگوئی فرمادی تھی کہ انور شاہ کشمیری کا مشن ان کے جانشین کے دور میں ہی مکمل فتح و کامرانی سے سرفراز ہوگا۔ جانشین حضرت کشمیری مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمتہ اللہ علیہ کو اپنے مزاج اور طریقے کے خلاف جانثاران ختم نبوت کے سامنے ہتھیار ڈالنے پڑے اور ۱۵ر ربیع الاول ۱۳۹۴ بمطابق ۹ر اپریل ۱۹۷۴ء کو عاشق رسول شیخ الحدیث والتفسیر پیکر تواضع جرات رندانہ کے امین مرشد العلماء حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوری رحمتہ اللہ علیہ اپنے شیخ محدث العصر آیت من آیات اللہ حضرت اقدس سید محمد انور شاہ کشمیری کے مشن کے امین بن کر قافلہ امیر شریعت عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے پانچویں سالار و امیر بننے کی سعادت سے سرفراز ہوئے۔ حضرت بنوری رحمتہ اللہ علیہ کی روایت حضرت اقدس مرشدی مولانا محمد یوسف لدھیانوی کی زبان مبارک سے بارہا سنی کہ حضرت کشمیری رحمتہ علیہ کے حکم سے جب علماء کرام نے امیر شریعت کے دست مبارک پر بیعت شروع کی تو میں (حضرت بنوری) نے پانچویں نمبر پر امیر شریعت کے ہاتھ پر بیعت کی۔ قدرت نے پہلے سے ہی وقت مقرر کردیا تھا۔ حضرت بنوری رحمتہ اللہ علیہ سالار قافلہ امیر شریعت کی حیثیت سے بھی پانچویں نمبر پر تھے۔ حضرت اقدس مولانا بنوری رحمتہ اللہ علیہ نے قیادت سنبھالتے ہی مجلس تحفظ ختم نبوت کے کام کو منظم اور تیز کردیا اور مجلس تحفظ ختم نبوت کا کام پاکستان سے باہر بھی پھیل گیا۔ ادھر مرزائی بھی زیادہ سرگرم ہوگئے۔ ایک طرف تو ذوالفقار علی بھٹو کی بے دین حکومت کی وجہ سے ان کے حوصلے بڑھ گئے۔ دوسری طرف انہوں نے انتخابات میں پی پی پی کی حمایت کی تھی۔ تیسری طرف فضائیہ کا سربراہ اور فوج کے ۱۸ سے زیادہ جرنیل قادیانی تھے ۷۳ء میں قادیانیوں کے سالانہ جلسہ کے موقع پر فضائیہ کے طیاروں نے مرزا ناصر کو سلامی دی۔ گویا اب مقابلہ کانٹے کا ہوگیا تھا۔ دونوں گروہ فیصلہ کن مرحلے کی تیاری میں تھے۔ ۲۹ر مئی ۱۹۷۴ء کو وہ سانحہ پیش آگیا جس کے نتیجہ میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے لئے جانشین انور شاہ مولانا بنوری قافلہ امیر شریعت کو لے کر میدان عمل میں اتر پڑے۔ نشتر کالج اسٹوڈنٹس یونین کے صدر ارباب عالم کے مطابق ۲۲ر مئی ۷۴ء کو کالج کے ایک سو طلباء نے سوات کا تفریحی پروگرام بنایا اور چناب ایکسپریس کے ذریعہ روانہ ہوئے۔ ربوہ ریلوے اسٹیشن پر بعض قادیانیوں نے طلباء کو تبلیغ شروع کردی جس پر طلباء اور قادیانیوں میں تصادم ہوتے ہوتے رہ گیا۔ طلباء نے ختم نبوت زندہ باد کے نعرے لگائے اور ریل روانہ ہوگئی۔ ان طلباء کی ۲۹ر مئی کو چناب ایکسپریس کے ذریعہ واپسی تھی قادیانیوں نے مرزا ناصر کے حکم پر (جیسا کہ اس نے ۲۳ر مئی کے خطبہ میں اشارہ کیا تھا) مرزا طاہر نے غنڈہ فورس (الفرقان فورس) کے ایک ہزار سے زائد مسلح افراد کی معیت میں ۲۹ر مئی کو ربوہ اسٹیشن پر ان طلباء پر حملہ کرکے ان کو بربریت اور درندگی کا نشانہ بنایا گاڑی آدھا گھنٹہ سے زائد کھڑی رہی۔ جب قادیانی غنڈے طلباء کو نعرہ ختم نبوت زندہ باد کے قصور میں ادھ موا کرچکے تو ختم نبوت مردہ باد اور مرزا غلام احمد قادیانی کی ”جے“ کے نعرے لگاتے خوشیاں مناتے اپنے سربراہ مرزا ناصر کے پاس پہنچ گئے اور جشن منانے لگے۔ ریل فیصل آباد کی طرف روانہ ہوئی تو طلباء زخموں سے چور کراہ رہے تھے۔ آگے کی تفصیل مجاہد ختم نبوت مولانا تاج محمود رحمتہ اللہ علیہ یوں بیان کرتے ہیں۔

”میں گھر میں بیٹھا کام کررہا تھا کہ ایک شخص ہانپتا کانپتا میرے گھر کے دروازے پر آیا اور آواز دی۔ میں بنیان میں ہی دروازے پر آیا تو مجھے دیکھتے ہی وہ بے اختیار رونے لگا اور روتے روتے ربوہ اسٹیشن کا واقعہ سنایا۔ واقعہ سنتے ہی میں ساکت ہوگیا اسٹیشن سے معلوم کیا کہ ٹرین کب پہنچ رہی ہے تو پتہ چلا کہ کچھ دیر میں پہنچنے والی ہے۔ میں نے تبلیغی جماعت کے امیر مفتی زین العابدین۔ حکیم عبدالرحیم اشرف اور دیگر علماء کرام اور سرکاری حکام کو اطلاع دی اور فورا“ اسٹیشن کی طرف دوڑ پڑا۔ جیسے ہی اسٹیشن پر گاڑی پہنچی تو ایک کہرام مچ گیا۔ پوری ریل والے سراپا احتجاج بنے ہوتے تھے۔ فیصل آباد کے لوگ بھی پہنچ گئے۔ ہزاروں افراد اشتعال کی وجہ سے توڑ پھوڑ پر آمادہ تھے۔ بڑی مشکل سے ان کو صبر کی تلقین کی اور زخمی طلباء کی ابتدائی مرہم پٹی کی۔ ان کو ایئرکنڈیشن بوگیوں میں منتقل کرکے ملتان کی طرف روانہ کیا اور ایک پریس کانفرنس کے ذریعہ اس واقعہ پر احتجاج کرتے ہوئے مجرمین کو عبرتناک سزا اور قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا مطالبہ کیا دوسری طرف امیر مرکزیہ حضرت مولانا بنوری رحمتہ اللہ علیہ کو اس واقعہ کی اطلاع دی۔

حضرت بنوری رحمتہ اللہ علیہ اس وقت بیماری کی وجہ سے سوات میں ڈاکٹروں کے مشورے سے مقیم تھے۔ اطلاع ملتے ہی اپنی بیماری بھول گئے اور راولپنڈی فوری طور پر پہنچ گئے۔ مفکر اسلام مولانا مفتی محمود رحمتہ اللہ علیہ' مولانا غلام غوث ہزاروی' مولانا غلام اللہ خان' قاری سعید الرحمان' وغیرہ جمع ہوئے اور واقعہ پر غور کرنے کے بعد فیصلہ کیا کہ تحریک ختم نبوت کا آغاز کردیا جائے۔ اور اس سلسلے میں تمام سیاسی جماعتوں پر مشتمل مجلس عمل تحفظ ختم نبوت قائم کی جائے۔ اور اس سلسلے میں تمام سیاسی و مذہبی جماعتوں پر مشتمل مجلس عمل تحفظ ختم نبوت قائم کی جائے۔ چنانچہ مشورے سے تمام جماعتوں ر

مشتمل مجلس عمل تحفظ قائم کی گئی اور حضرت اقدس مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمتہ اللہ علیہ کو امیر اور محمود احمد رضوی کو جنرل سیکریٹری بنایا گیا۔ ۲۹ مئی سے تحریک کا آغاز ہوا۔ ہر مرحلے پر حکومت نے تحریک کو سختی سے دبانے کی ہر ممکن کوشش کی لیکن جانثاران ختم اتنے ہی حوصلے سے آگے بڑھتے گئے آخر کار ذوالفقار علی بھٹو نے قومی اسمبلی کو خصوصی کمیٹی کا درجہ دیکر اس مسئلہ پر بحث کرنے کا فیصلہ کیا۔ کمیٹی نے تقریباً "ایک ماہ تک مسلسل کارروائی کی جس میں مرزا ناصر پر گیارہ دن اور لاہوری گروپ پر دو روز جرح کی گئی۔ جناب یحییٰ بختیار نے دو دن بحث کو سمیٹا اور آخر کار ۷ ستمبر کو متفقہ طور پر وہ تاریخی فیصلہ کیا گیا جس میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا۔ پوری قوم نے اطمینان کا سانس لیا جاں نثاران ختم نبوت اور حضرت بنوری رحمتہ اللہ علیہ کو سرخروئی حاصل ہوئی۔ بقول مفکر اسلام مولانا مفتی محمود رحمتہ اللہ علیہ تحریک ختم نبوت کی کامیابی کا سہرا جانثاران ختم نبوت کے سر پر سجے گا کیونکہ ان کی قربانیوں نے یہ مسئلہ حل کیا۔ جانشین کشمیری عاشق رسول حضرت مولانا بنوری رحمتہ اللہ علیہ پر ان دنوں عجیب کیفیت طاری تھی۔ مفتی اعظم پاکستان مفتی ولی حسن ٹونکی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ اسلام آباد کے سفر کے لئے تشریف لے جانے لگے تو مجھے خلوت میں لے جا کر فرمایا

مفتی صاحب دعاء کریں کہ اللہ تعالیٰ مسئلہ میں سرخروئی فرمائے پوری قوم کی ذمہ داری کندھوں پر ہے ہمیشہ دھڑکا لگا رہتا ہے کہ کہیں کوئی مظلوم نہ مرجائے۔ ہم چاہتے ہیں کہ مظلوم رہیں کیونکہ مظلوم کے ساتھ اللہ کی رحمت ہوتی ہے۔ میں رات کو اٹھ اٹھ کر رب سے دعاء کرتا ہوں کہ وہ خصوصی مدد فرمائیں۔

قائد اہلسنت مفتی احمد الرحمان صاحب نے بتایا کہ حضرت بنوری رحمتہ اللہ علیہ بار بار فرماتے بڑی سخت آزمائش میں ہیں کہیں ریا کاری اور دکھاوے کی نیت نہ ہو جائے۔ نفس کی آمیزش شامل نہ ہو جائے۔ نبی اکرم ﷺ کی عظمت کا کام ہے اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

حضرت اقدس مولانا محمد یوسف لدھیانوی فرماتے ہیں۔

حضرت بنوری رحمتہ اللہ علیہ نے تحریک کے دوران وزیر اعظم سے ملاقات میں واضح فرمایا۔

اگر آپ حق تعالیٰ پر توکل و اعتماد کرکے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے مسلمانوں کے حق میں فیصلہ کردیں تو دنیا کی کوئی طاقت آپ کا بال بیکا نہیں کرسکتی اور اس راستہ میں موت سعادت ہے۔

(شخصیات و تاثرات تحریک ختم نبوت کے قافلہ کے سالار ص ۸۵)

بہر حال حضرت بنوری رحمتہ اللہ علیہ کا اخلاص اور رب کائنات سے خصوصی تعلق اور جانثاران ختم نبوت کی قربانیوں کا ثمرہ ذوالفقار علی بھٹو جیسے شخص کے دور حکومت میں جس کو پاکستان کی تاریخ میں دینی حوالے سے بدترین دور کہا جاتا ہے عطا فرمایا اور بقول ذوالفقار علی بھٹو میں نے ۹۰ سالہ پرانا مسئلہ حل کیا۔

۷ ستمبر کو آئینی ترمیم کے ذریعہ قادیانی غیر مسلم اقلیت تو قرار دے دیے گئے مگر اس پر قانون سازی نہ ہو سکی۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ناظم اعلیٰ مولانا محمد شریف جالندھری رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت اقدس مولانا بنوری رحمتہ اللہ علیہ کے حکم پر اس سلسلے میں کام کو منظم کرنا شروع کیا اس دوران حضرت اقدس مولانا بنوری رحمتہ اللہ علیہ اس دار فانی سے کامیاب و کامران ہو کر تشریف لے گئے۔ آپ کے بعد قافلہ امیر شریعت کی سربراہی آپ کے نائب اور شاگرد خاص شیخ المشائخ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب زید مجدھم العالیہ کے حصے میں آئی آپ نے اپنے جانشین کے طور پر جانشین مولانا بنوری حضرت مفتی احمد الرحمان رحمتہ اللہ علیہ خلف ارشد حضرت مولانا عبد الرحمان کاملپوری نور اللہ مرقدہ کو مقرر کیا کیونکہ حضرت نے وفات سے بہت عرصہ قبل ہی وصیت فرمادی تھی۔

مفتی احمد الرحمان حیاً "و میتاً" میرے نائب اور جانشین ہیں

مولانا خواجہ خان محمد صاحب کے ساتھ حضرت مولانا مفتی احمد الرحمان، حضرت مولانا شریف جالندھری، حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی، حضرت مولانا عزیز الرحمان جیسے مخلص اکابر شریک سفر تھے تو جانثاران ختم نبوت کے رضاکار جمعیت علماء اسلام کے کارکنوں کی شکل میں لاکھوں کی تعداد میں موجود تھے۔ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب نے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کو اپنے اکابر کے طرز پر اخلاص و للٰہیت کے جذبے کے ساتھ آگے بڑھایا اور جنرل ضیاء الحق مرحوم کی فوجی حکومت پر دباؤ ڈالا کہ وہ قومی اسمبلی میں قادیانیوں کے متعلق غیر مسلم اقلیت ہونے والی ترمیم کے مطابق قانون سازی کرے کیونکہ قادیانی اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرکے مسلمانوں جیسی عبادت گاہیں قائم کر رہے ہیں کلمہ طیبہ اور قرآنی آیات استعمال کر رہے ہیں اپنے جھوٹے

نبی کے لئے پیغمبر رسول کے الفاظ استعمال کرتے ہیں جھوٹے نبی کے جھوٹے جانشینوں کے لئے خلیفۃ المسلمین اور عورتوں کے لئے امہات المومنین وغیرہ کے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ جب ضیاء الحق حکومت نے پس و پیش کی حد کر دی تو قافلہ امیر شریعت حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب نے جانثاران ختم نبوت کو اسلام آباد کی جامع مسجد میں طلب کر لیا اور اعلان کیا کہ جانثاران ختم نبوت کا جلوس مجلس شوریٰ کا گھیراؤ کرے گا اللہ تعالیٰ نے حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب زید مجدھم اور آپ کے رفقا کو کامیابی عطا فرمائی اور ۸۴ء میں ضیاء الحق حکومت نے اس وقت کے وزیر اطلاعات وکیل ختم نبوت راجہ ظفر الحق کا تیار کردہ "امتناع قادیانیت آرڈیننس" جاری کیا جس کی رو سے قادیانیوں کا خود کو مسلمان کہنا' مسلمان کہلوانا' شعائر اسلام استعمال کرنا اور مسلمانوں کے جذبات کو برانگیختہ کرنا جرم قرار پایا۔ اس طرح ۷ ستمبر کی آئینی ترمیم کی ایک حد تک تکمیل ہوئی۔ اور عاشق رسول استاد محترم مولانا بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے کامیاب مشن کو ان کے دو شاگردوں مولانا خواجہ خان محمد اور مفتی احمد الرحمانؒ نے پایہ تکمیل تک پہنچایا اس طرح قانونی دائرے میں قادیانی گروہ اپنے انجام کو پہنچ گیا اور خلیفہ اول سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی سنت کو امت مسلمہ نے اچھے انداز میں زندہ کیا۔

امتناع قادیانیت آرڈیننس کے اجرا کے بعد مرزا طاہر نے ربوہ سے فرار ہو کر انگلینڈ کے شہر لندن کے نواح میں پناہ لی اور پاکستان اس کی نحوست سے پاک ہوا لیکن اب مسلمانان یورپ کے لیے خطرہ تھا اس لئے حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب زید مجدھم نے امام اہلسنت مولانا مفتی احمد الرحمان رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ طریقت حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی کو حکم دیا کہ وہ یورپ جا کر اس کا تعاقب کریں اور اس کی سرگرمیوں کو روکنے کے لئے اقدامات کریں۔ ان حضرات نے جمعیۃ علماء برطانیہ دارالعلوم بری اور دیگر علماء کے تعاون سے لندن میں ختم نبوت سنٹر قائم کیا اور الحمدللہ یورپ میں قادیانیوں کا تعاقب شروع ہوا۔ تاشقند سمرقند اور وسطی ایشیاء کی ریاستوں میں بھی قادیانیت کا راستہ روکا گیا اور اب جرمنی' بلجیم اور امریکی ریاستوں میں ان کا تعاقب جاری ہے۔ اس طرح قافلہ امیر شریعت' حضرت کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے مشن کو خلیفہ اول سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی سنت کے مطابق جھوٹے مدعیان ختم نبوت کی سرکوبی تک کام جاری رکھے گا تاکہ قیامت کے دن نبی اکرم ﷺ کی شفاعت نصیب ہو۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب قادیانی متفقہ طور پر غیر مسلم اقلیت قرار پا چکے ہیں اور امتناع قادیانیت آرڈیننس کے تحت ان کی تبلیغی سرگرمیوں کو روکا جا سکتا ہے تو اب عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا کیا کام ہے اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت مسلمانوں سے اور حکومت سے کیا چاہتی ہے۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا ابتداء سے ایک ہی کام ہے کہ امت مسلمہ کو جھوٹے نبی کے جال میں پھنسنے سے بچایا جائے تاکہ نبی اکرم ﷺ کے غلام آپ ﷺ کی غلامی سے نکل کر کسی گمراہ کے ہتھے نہ چڑھ جائیں اس لئے سب سے پہلے مرزا غلام احمد قادیانی کو دعوت دی گئی کہ وہ غلط عقائد سے توبہ کر کے اپنے آپ کو نبی اکرم ﷺ کی غلامی سے وابستہ کر لے اور جب وہ باز نہ آیا تو اس کے دائرہ اسلام سے فارغ ہونے کا فتویٰ جاری کیا چنانچہ اس وقت عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا سب سے پہلا کام قادیانی ذریت کو دعوت اسلام دینا ہے تحریروں مباہلوں اور مناظروں کا مقصد شخصیات چکانا نہیں اور نہ ہی اپنے کام کی بلندی کا اظہار ہے بلکہ حضور خاتم النبیین ﷺ کے عقیدہ ختم نبوت کا اظہار اور امت مسلمہ کو اس عقیدہ پر قائم رکھنا ہے اس لئے وہ ہر کانفرنس میں قادیانیوں اور اس کے سربراہ مرزا طاہر کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ نبی آخر الزمان ﷺ کے دامن رحمت میں پناہ لے کر جہنم سے بچ جائے۔ اور اگر ہٹ دھرمی پر قائم رہے تو اللہ تعالیٰ نے جو عذاب مسیلمہ کذاب کے لئے مقرر کیا تھا اس کو بھگتنے کے لیے تیار ہو جائے۔ اور اگر وہ دعوت اسلام قبول نہیں کرتے تو اندرون و بیرون پاکستان غیر مسلم اقلیت کی طرح رہیں اور اپنے آپ کو عیسائی۔ یہودی۔ سکھ۔ پارسی۔ ہندو اور بدھ مت والوں کی طرح الگ مذہب والا سمجھیں اقلیت کی حیثیت سے ہر مسلمان ان کی حفاظت کا ذمہ دار ہو گا لیکن قادیانیوں کا طرز عمل ملاحظہ کریں کہ وہ آئین پاکستان کے مطابق ہے یا نہیں۔

۱۔ قادیانی اپنے آپ کو جھوٹے نبی پر ایمان لانے کے باوجود مسلمان سمجھتے ہیں۔ مسلمان کہتے ہیں اور مسلمان کہلواتے ہیں۔ جبکہ دنیا کے ایک ارب بیس کروڑ مسلمان ' جو نبی آخر الزمان ﷺ کو آخری نبی تسلیم کرتے ہوئے مرزا غلام احمد قادیانی کو جھوٹا نبی کہتے ہیں وہ قادیانیوں کے نزدیک کافر اور دائرہ اسلام سے خارج اور کنجریوں کی اولاد ہیں۔ (ملاحظہ فرمائیں قومی اسمبلی میں مرزا ناصر کا بیان۔ تاریخی دستاویز قومی اسمبلی ۷۴ء میں کارروائی مولانا اللہ وسایا)

۲۔ قادیانی اپنی عبادت گاہیں مسلمانوں کی مسجد کی طرح بنا کر مسلمانوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔ کلمہ طیبہ کا بیج پہنتے اور عمارتوں پر لگاتے ہیں اور اس کلمہ سے مراد نعوذ باللہ اپنے جھوٹے نبی کو لیتے ہیں۔ جو آئین پاکستان اور قرآنی احکام کی سراسر خلاف ورزی ہے۔

۳۔ قادیانی اپنے لئے اسلامی شعائر استعمال کرتے ہیں۔ مسلمانوں کی طرح اذان دیتے ہیں۔ قرآنی آیات معنوی تحریف کے ساتھ استعمال کرتے ہیں جبکہ آئین پاکستان اور سپریم کورٹ کے فیصلوں کے مطابق یہ سراسر غیر قانونی عمل ہے۔

۴۔ قادیانی گروہ ڈش انٹینا اور دیگر ذرائع سے قادیانیت کی تبلیغ کرتا ہے جبکہ کھلے عام تبلیغ آئین کی کھلم کھلا خلاف ورزی ہے۔

۵۔ قادیانی جماعت مسلمانوں کو مشتعل کرنے کے لئے طرح طرح کے ہتھکنڈے اختیار کرتی ہے اور ان علاقوں میں جہاں مسلمان کم تعداد میں ہیں ان پر مظالم ڈھائے جاتے ہیں۔

۶۔ قادیانی مغربی ممالک میں اسلام، پاکستان اور علماء کرام کے خلاف جھوٹا زہریلا پروپیگنڈہ کرکے سیاسی پناہ حاصل کرتے ہیں اس طرح وہ پاکستان کو بدنام کرکے غداری کے مرتکب ہوتے ہیں۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا مطالبہ حکومت پاکستان سے صرف اتنا ہے کہ قادیانیوں کو پابند کیا جائے کہ وہ غیر مسلم اقلیت کی طرح رہیں اپنے آپ کو مسلمان نہ کہیں اور نہ کہلوائیں۔ شعائر اسلام کا استعمال ترک کردیں۔ کھلم کھلا قادیانیت کی تبلیغ نہ کریں۔ مساجد کی طرح عبادت گاہیں قائم نہ کریں اور اگر ایسا ہو تو آئین پاکستان کے تحت ان کے خلاف کارروائی کی جائے تاکہ مسلمانوں میں اشتعال پیدا نہ ہو۔

مسلمانوں سے اپیل ہے کہ وہ اپنے ایمان کی حفاظت کریں۔ سادہ لوحی میں قادیانیوں کے جال میں نہ پھنسیں۔ نوکریوں کے لالچ۔ ویزوں کی ترغیب۔ کمپیوٹر سینٹر، کوچنگ سنٹر کھیلوں کے کلب اور ڈش انٹینا کے ذریعے جو قادیانیت کی تبلیغ کی جاری ہے اس پر نگاہ رکھیں اور ان جھانسوں میں آکر اپنا ایمان ضائع نہ کریں۔ قادیانیت کی تبلیغی سرگرمیوں سے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کو مطلع کریں تاکہ آئینی طریقے سے اس کا سدباب کیا جائے مغربی ممالک، انگلینڈ اور امریکی حکومت سے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا مطالبہ ہے کہ جیسے عالم اسلام نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت تسلیم کرلیا ہے تو مغرب اور امریکہ اور دیگر غیر مسلم اقوام قادیانیوں کے ساتھ غیر مسلم اور الگ مذہب والا معاملہ کریں۔ مسلمانوں کی صف میں ان کو شامل کرکے مسلمانوں کے حقوق ان کو نہ دیں اور ان کے جھوٹے پروپیگنڈے سے متاثر نہ ہوں بلکہ حقائق کی تحقیق کریں۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ پاکستان میں قادیانیوں کو ہر غیر مسلم اقلیت سے زیادہ حقوق حاصل ہیں۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا حفاظت عقیدہ ختم نبوت کے لئے پرامن مشن انشاء اللہ جاری رکھے گا۔

مرزا طاہر کی مباہلے میں ناکامی

مولانا منظور احمد الحسینی (لندن)

- مرزا طاہر کی طرف سے مباہلہ ایک سیاسی چال تھی جس میں وہ بری طرح سے ناکام ہوا۔
- راہوالی پاکستان کے شیخ افتخار علی (علاقہ مجسٹریٹ) نے متنازعہ مسجد شاہ جمال مسلمانوں کے حوالہ کردی۔ (جنگ لندن ۱۲ جولائی ۱۹۸۸ء)
- ایس ڈی ایم اورنگی ٹاؤن، محمد احسان، نے جمعہ کو اورنگی ٹاؤن سیکٹر ۹ ایف میں واقع قادیانیوں کے مرکز کو سربمہر کردیا۔ (جنگ لندن ۷ ۲ اگست
- مباہلہ کا عذاب قادیانیوں پر اس طرح نازل ہوا کہ:
- قادیانیوں کے سالانہ جلسہ پر پابندی لگادی گئی جو ۲۶ اور ۲۷، ۲۸ دسمبر کو ربوہ میں ہوتا تھا۔ (جنگ لندن ۲۰ دسمبر ۱۹۸۸ء)
- صد سالہ جشن پر پابندی لگادی گئی۔ (جنگ اور ملت لندن ۲۱ مارچ ۱۹۸۹ء)
- متعدد قادیانی بحالی ہوگئے ربوہ پر بھائیوں کی یلغار۔ (روزنامہ مساوات ۱۸ مارچ ۱۹۸۹ء)
- قادیانی نوجوانوں نے اپنی قادیانی جماعت کے خلاف بغاوت کردی۔ قادیانی نوجوان یہ کہہ رہے ہیں کہ قادیانی خلافت صرف دکانداری ہے۔
- منڈی بہاؤالدین ضلع گجرات اور دوسری جگہوں میں ۱۰۰ کے قریب قادیانی مسلمان ہوگئے۔
- مسلمانوں میں قادیانیوں کے بارے میں بیداری بڑھی۔

مرزا طاہر کے پاکستان کے ترجمان محمد شفیع اشرف مباہلہ میں جھوٹا ہونے کی وجہ سے مرگیا۔

- مباہلہ والے سال میں دو سو سے زائد موصی قادیانی ہلاک ہوئے نام نہاد بہشتی مقبرہ کے ریکارڈ سے اس بات کی تصدیق کی جاسکتی ہے۔

امیر مرکزیہ شیخ المشائخ حضرت مولانا خواجہ خان محمد زید مجدھم

نائب امیر مرکزیہ شیخ طریقت حضرت اقدس مولانا محمد یوسف لدھیانوی زید مجدھم کا

پیغام

۷ ستمبر ۱۹۷۴ء پاکستان کی تاریخ کا وہ عظیم اور تاریخی دن ہے جب اللہ رب العزت نے جانثاران ختم نبوت اور قافلہ امیر شریعت کی خدمات اور بے شمار قربانیوں کو شرف قبولیت عطا فرمایا اور عقیدہ ختم نبوت کی عظمت کو بحال اور نبی آخر الزمان ﷺ کی امت کو سرخرو فرماکر۔ منکرین ختم نبوت اور جھوٹے نبی مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کی روحانی اولاد قادیانیوں کو ذلت و رسوائی کے گڑھے میں ڈالا اور پاکستان کی قومی اسمبلی نے تاریخ ساز فیصلہ صادر کرکے تاریخ میں اہم مقام پایا۔ امریکہ، و مغربی دنیا کی تمام تر کوششوں اور قادیانیوں کے شدید دباؤ اور اثر رسوخ کے باوجود اللہ تعالیٰ نے سنت صدیقی کو زندہ کرکے اعلان کیا کہ:

قادیانی چونکہ مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی تسلیم کرتے ہیں اور عقیدہ ختم نبوت کے منکر ہیں اس لئے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں اور ان کا شمار پاکستان کی غیر مسلم اقلیتوں میں کیا جائے گا۔

اس تاریخ ساز فیصلہ تک پہنچنے کے لئے جو قربانیاں دیں گئیں اس کی ۹۰ سالہ پوری تاریخ ہے مرزا غلام احمد قادیانی کا فتنہ ۱۸۸۴ء میں اس وقت شروع ہوا جب انگریزوں نے جدوجہد آزادی کو کچلنے کے لئے مسلمانوں میں افتراق و انتشار کی ضرورت محسوس کی اس لئے ۱۹۰۱ء میں مرزا غلام احمد قادیانی سے جھوٹا دعویٰ نبوت کرایا گیا۔ علماء حق نے فوری طور پر خلیفہ اول سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور کی سنت اور امت کے پہلے اجماع کے مطابق جھوٹے مدعی نبوت کے خلاف جہاد کا اعلان کیا اور نبی آخر الزمان ﷺ کی حدیث مبارکہ کا مفہوم۔

اگر میرے بعد کوئی دعویٰ نبوت کرے تو اس کو مسترد کرو کیونکہ میرے بعد نبوت کا سلسلہ منقطع ہوگیا۔

علماء اور مسلمانوں نے مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے پیروکاروں کو مسترد کردیا لیکن انگریزوں کی سرپرستی میں مرزا غلام احمد قادیانی نے جھوٹی نبوت کی تبلیغ شروع کی تو محدث العصر حضرت علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے اس فتنہ کی مستقبل میں شرانگیزی اور مسلمانوں کو گمراہی سے بچانے کے لئے جدوجہد شروع کرنے کا اعلان فرمایا اور امیر شریعت حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو اس کام کے لئے امیر مقرر فرماکر خود بھی بیعت فرمائی اور تمام علماء کرام کو حکم دیا کہ وہ بھی امیر شریعت کے ہاتھ پر بیعت کریں۔ امیر شریعت کی قیادت میں جانثاران ختم نبوت نے قربانی کی وہ مثال پیش کی جس کی نظیریں تاریخ اسلام کے ابتدائی دور میں ملتی ہیں۔ تقریر۔ تحریر۔ مناظروں۔ مباہلوں غرض حق و صداقت کی سربلندی کا جو راستہ اختیار کیا جاسکتا تھا قافلہ امیر شریعت نے اختیار کیا۔ ۱۹۵۳ء میں پاکستان کو قادیانی اسٹیٹ بننے سے بچانے کے لئے امیر شریعت نے جہاد کا اعلان کیا تو پورا پاکستان میدان عمل میں اتر گیا اور جب ۷۴ء میں جانشین علامہ انور شاہ کشمیری حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے آواز دی تو پاکستان کے تمام مسلمان اپنی جان و مال کی قربانی کا عزم لے کر میدان عمل میں اترے اور آخر کار ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو حکومت کو گھٹنے ٹیکنے پڑے اور یوں ۹۰ سالہ جدوجہد کے بعد جانثاران ختم نبوت اور قافلہ امیر شریعت کے حصے میں کامیابی و کامرانی اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی۔ اور پوری دنیا میں قادیانیت کا پردہ چاک ہوا۔ آج دنیا بھر کے مسلمان قادیانیوں کو اپنے آپ سے الگ سمجھتے ہیں۔ آج ۷ ستمبر کی تاریخ ہمیں اپنے اکابر محدث العصر حضرت علامہ سید انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ۔ مجاہد ملت قاضی احسان احمد شجاع آبادی رحمۃ اللہ علیہ۔ مجاہد اسلام مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ۔ مناظر اسلام مولانا لال حسین اختر رحمۃ اللہ علیہ عاشق رسول فاتح قادیانیت محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ۔ مفکر اسلام مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ۔ مجاہد اسلام مولانا غلام غوث ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ۔ فاتح قادیان مولانا محمد حیات رحمۃ اللہ علیہ۔ پیکر عجز و انکسار مولانا محمد شریف جالندھری رحمۃ اللہ علیہ امام اہل سنت مولانا مفتی احمد الرحمان رحمۃ اللہ علیہ اور لاکھوں جانثاران ختم نبوت کی قربانیوں کی یاد دلاوی ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے اس بات کا عزم کریں کہ ہم بھی اپنے ان اکابر علماء کرام کے نقش قدم پر چلتے ہوئے قافلہ امیر شریعت میں شامل رہیں اور عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کی لئے ہمہ وقت قربانی دیں گے اور دنیا بھر میں قادیانیت کی طرف سے جو مسلمانوں کو اسلام کے نام پر گمراہ کرنے کی کوشش کی جارہی ہے اس کے سدباب کے لئے کوشش کریں گے۔ اس مبارک کام کے لئے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ساتھ شامل ہوں اور آخرت میں نبی اکرم ﷺ کی شفاعت کے حق دار بن جائیں۔

مرزائی (لاہوری وقادیانی گروپ) غیر مسلم اقلیت

قومی اسمبلی کا متفقہ فیصلہ

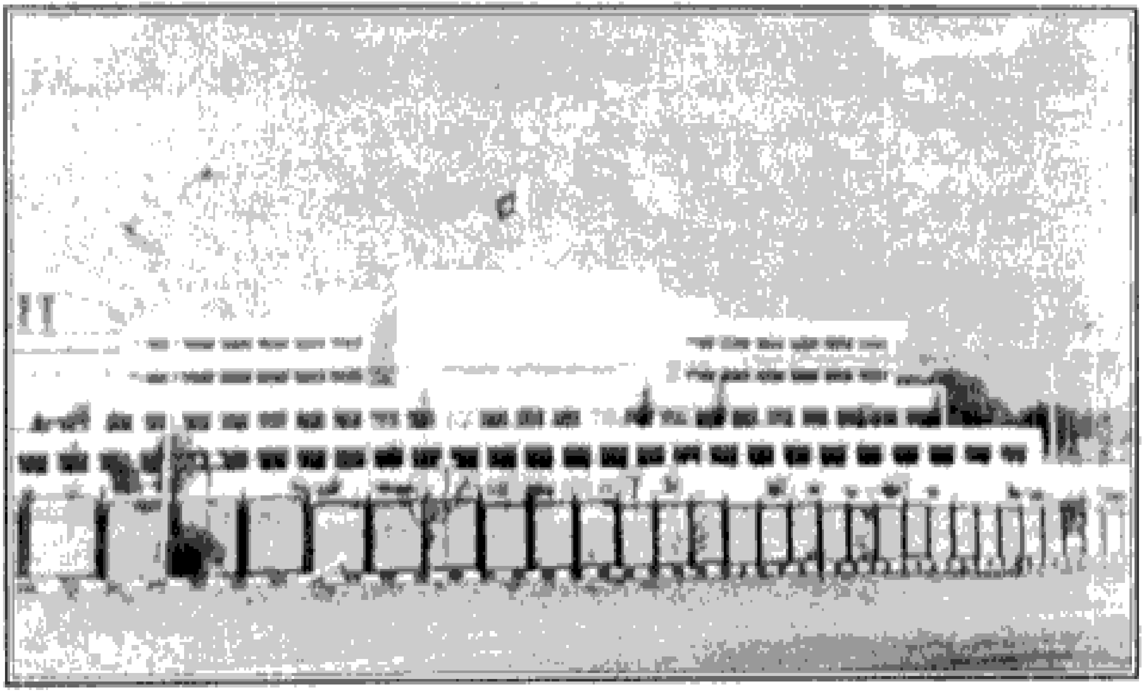

ہرگاہ یہ قرین مصلحت ہے کہ بعد ازیں درج اغراض کے لئے اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین میں مزید ترمیم کی جائے۔

لہٰذا بذریعہ ہذا حسب ذیل قانون وضع کیا جاتا ہے۔

ا.......... مختصر عنوان اور آغاز نفاذ

(ا) یہ ایکٹ آئین (ترمیم دوم) ایکٹ ۱۹۷۴ء کہلائے گا۔

(۲) یہ فی الفور نافذ العمل ہو گا۔

۲.......... آئین کی دفعہ ۱۰۶ میں ترمیم

اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین میں، جسے بعد ازیں آئین کہا جائے گا۔ دفعہ ۱۰۶ کی شق (۳) میں لفظ فرقوں کے بعد الفاظ اور قوسین اور قادیانی جماعت یا لاہوری جماعت کے اشخاص (جو اپنے آپ کو احمدی کہتے ہیں) درج کئے جائیں گے۔

آئین کی دفعہ ۲۶۰ میں ترمیم

آئین کی دفعہ ۲۶۰ میں شق (۲) کے بعد حسب ذیل نئی شق درج کی جائے گی یعنی (۳) جو شخص حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو آخری نبی ہیں، کے خاتم النبیین ہونے پر قطعی اور غیر مشروط پر ایمان نہیں رکھتا یا جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی بھی مفہوم میں یا کسی بھی قسم کا نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے یا کسی ایسے مدعی کو نبی یا دینی مصلح تسلیم کرتا ہے۔ وہ آئین یا قانون کے اغراض کے لئے مسلمان نہیں ہے۔

بیان اغراض و وجوہ

جیسا کہ تمام ایوان کی خصوصی کمیٹی کی سفارش کے مطابق قومی اسمبلی میں طے پایا ہے اس بل کا مقصد اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین میں اس طرح ترمیم کرنا ہے تاکہ ہر وہ شخص جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے پر قطعی اور غیر مشروط طور پر ایمان نہیں رکھتا یا جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے یا جو کسی ایسے مدعی کو نبی یا دینی مصلح تسلیم کرتا ہے، اسے غیر مسلم قرار دیا جائے۔

عبدالحفیظ پیرزادہ

وزیر انچارج

حزب اختلاف کی قرارداد

۳۰ جون ۱۹۷۴ء کو قومی اسمبلی میں اپوزیشن (حزب اختلاف) نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے لئے جو قرارداد پیش کی تھی' اس کا متن درج ذیل ہے:

جناب اسپیکر'
قومی اسمبلی پاکستان
محترمی!

ہم حسب ذیل تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہتے ہیں!

ہرگاہ کہ یہ ایک مکمل مسلمہ حقیقت ہے کہ قادیان کے مرزا غلام احمد نے آخری نبی حضرت محمد ﷺ کے بعد نبی ہونے کا دعویٰ کیا' نیز ہرگاہ کہ نبی ہونے کا اس کا جھوٹا اعلان' بہت سی قرآنی آیات کو جھٹلانے اور جہاد کو ختم کرنے کی اس کی کوششیں' اسلام کے بڑے بڑے احکام کے خلاف غداری تھی۔

نیز ہرگاہ کہ وہ سامراج کی پیداوار تھا اور اس کا واحد مقصد مسلمانوں کے اتحاد کو تباہ کرنا اور اسلام کو جھٹلانا تھا۔

نیز ہرگاہ کہ پوری امت مسلمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ مرزا غلام احمد کے پیروکار چاہے وہ مرزا غلام مذکور کی نبوت کا یقین رکھتے ہوں یا اسے اپنا مصلح یا مذہبی رہنما کسی بھی صورت میں گردانتے ہوں' دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔

نیز ہرگاہ ان کے پیروکار' چاہے انہیں کوئی بھی نام دیا جائے' مسلمانوں کے ساتھ گھل مل کر اسلام کا ایک فرقہ ہونے کا بہانہ کرکے اندرونی اور بیرونی طور پر تخریبی سرگرمیوں میں مصروف ہیں۔

نیز ہرگاہ کہ عالمی مسلم کانفرنس میں' جو کہ مکۃ المکرمہ کے مقدس شہر میں رابطہ العالم الاسلامی کے زیر انتظام ۶ اور ۱۰ اپریل ۱۹۷۴ء کے درمیان منعقد ہوئی اور جس میں دنیا بھر کے تمام حصوں سے ۱۴۰ مسلمان تنظیموں اور اداروں کے وفود نے شرکت کی' متفقہ طور پر یہ رائے ظاہر کی گئی کہ قادیانیت' اسلام اور عالم اسلام کے خلاف ایک تخریبی تحریک ہے' جو ایک اسلامی فرقہ ہونے کا دعویٰ کرتی ہے۔

اب اس اسمبلی کو یہ اعلان کرنے کی کارروائی کرنا چاہئے کہ مرزا غلام احمد کے پیروکار' انہیں چاہے کوئی بھی نام دیا جائے' مسلمان نہیں اور یہ کہ قومی اسمبلی میں ایک سرکاری بل پیش کیا جائے' تاکہ اس اعلان کو موثر بنانے کے لئے اور اسلامی جمہوریہ پاکستان کی ایک غیر مسلم اقلیت کے طور پر ان کے جائز حقوق و مفادات کے تحفظ کے لئے احکام وضع کرنے کی خاطر آئین میں مناسب اور ضروری ترمیمات کی جائیں۔

محرکین قرارداد

۱۔ مولانا مفتی محمود
۲۔ مولانا عبدالمصطفیٰ الازہری
۳۔ مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی
۴۔ پروفیسر غفور احمد
۵۔ مولانا سید محمد علی رضوی
۶۔ مولانا عبدالحق (اکوڑہ خٹک)
۷۔ چوہدری ظہور الٰہی
۸۔ سردار شیرباز خان مزاری
۹۔ مولانا محمد ظفر احمد انصاری
۱۰۔ جناب عبدالحمید جتوئی
۱۱۔ جناب محمود اعظم فاروقی
۱۳۔ مولانا صدرالشہید
۱۴۔ مولانا نعمت اللہ
۱۵۔ جناب عمرہ خان
۱۶۔ سردار مولا بخش سومرو
۱۷۔ جناب غلام فاروق
۱۸۔ سردار شوکت حیات خان
۱۹۔ حاجی علی احمد تالپور
۲۰۔ جناب راؤ خورشید علی خان
۲۱۔ جناب رئیس عطا محمد خان مری

بعد میں حسب ذیل ارکان نے بھی قرارداد پر دستخط کئے

۲۲۔ نوابزادہ میاں محمد ذاکر قریشی
۲۳۔ جناب غلام حسن خان دھاندلا
۲۴۔ جناب کرم بخش اعوان
۲۵۔ صاحبزادہ محمد نذیر سلطان
۲۶۔ مہر غلام حیدر بھروانہ
۲۷۔ میاں محمد ابراہیم برق
۲۸۔ صاحبزادہ صفی اللہ
۲۹۔ صاحبزادہ نعمت اللہ خان شنواری
۳۰۔ ملک جہانگیر خان
۳۱۔ جناب عبدالسبحان خان
۳۲۔ جناب اکبر خان مہمند
۳۳۔ میجر جنرل جمال دار
۳۴۔ حاجی صالح محمد
۳۵۔ جناب عبدالمالک خان
۳۶۔ خواجہ جمال محمد کوریجہ

○

اِمتناعِ قادیانیت آرڈی ننس

صدر مملکت نے قادیانی گروپ لاہوری گروپ اور احمدیوں کی خلاف اسلام سرگرمیوں کو روکنے کے لئے اور قانون میں ترمیم کے لئے ایک آرڈیننس بنام قادیانی گروپ، لاہوری گروپ اور احمدیوں کی خلاف اسلام سرگرمیاں (امتناع و تعزیر) ۱۹۸۴ء نافذ کیا ہے۔ یہ آرڈیننس ۲۶ اپریل ۱۹۸۴ء کو نافذ کیا گیا ہے۔

تعزیرات پاکستان میں دفعہ ۲۹۸ بی کا اضافہ کیا گیا ہے جس کی رو سے قادیانی، لاہوری گروپ کے کسی بھی ایسے شخص کو جو زبانی یا تحریری طور پر یا کسی فعل کے ذریعے مرزا غلام احمد کے جانشینوں یا ساتھیوں کو "امیر المومنین" یا "صحابہ" یا اس کی بیوی کو "ام المومنین" یا اس کے خاندان کے افراد کو "اہل بیت" کے الفاظ سے پکارے یا اپنی عبادت گاہ کو "مسجد" کہے، تین سال کی سزا اور جرمانہ کیا جاسکتا ہے۔

اس دفعہ کی رو سے قادیانی گروپ، لاہوری گروپ یا احمدیوں کے ہر اس شخص کی بھی یہی سزا ہوگی جو اپنے ہم مذہب افراد کو عبادت کے لئے جمع کرنے یا بلانے کے لئے اس طرح کی اذان کہے یا اس طرح کی اذان دے جس طرح کے مسلمان دیتے ہیں۔

ایک نئی دفعہ ۲۹۸۔ سی کا تعزیرات پاکستان میں اضافہ کیا گیا ہے۔ جس کی رو سے متذکرہ گروپوں میں سے ہر ایسا شخص جو بالواسطہ یا بلاواسطہ طور پر اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرے اور اپنے عقیدے کو اسلام کہے یا اپنے عقیدے کی تبلیغ کرے یا دوسروں کو اپنا مذہب قبول کرنے کی دعوت دے یا کسی بھی انداز میں مسلمانوں کے جذبات مشتعل کرے اس سزا کا مستحق ہوگا۔

اس آرڈیننس نے قانون فوجداری ۱۸۹۸ء کی دفعہ ۹۹۔ اے میں بھی ترمیم کردی ہے جس کی رو سے صوبائی حکومتوں کو یہ اختیار مل گیا ہے کہ وہ ایسے اخبار، کتاب اور دیگر دستاویز کو جو کہ تعزیرات پاکستان میں اضافہ شدہ دفعہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے شائع کی گئی کو ضبط کرسکتی ہے۔

اس آرڈیننس کے تحت سب پاکستان پریس اینڈ پبلیکیشن آرڈیننس ۱۹۶۳ء کی دفعہ ۲۴ میں بھی ترمیم کردی گئی ہے جس کی رو سے صوبائی حکومتوں کو یہ اختیار مل گیا ہے کہ وہ ایسے پریس کو بند کردے جو تعزیرات پاکستان کی اس نئی اضافہ شدہ دفعہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے کوئی کتاب یا اخبار چھاپے۔ اس اخبار کا ڈیکلریشن منسوخ کردے جو متذکرہ دفعہ کی خلاف ورزی کرتا ہے اور ہر اس کتاب یا اخبار پر قبضہ کرلے جس کی چھپائی یا اشاعت پر اس دفعہ کی رو سے پابندی ہے۔

آرڈیننس فوری طور پر نافذ ہوگیا ہے۔ آرڈیننس کا متن مندرجہ ذیل ہے۔

آرڈیننس نمبر ۲۰ مجریہ ۱۹۸۴ء

قادیانی گروپ، لاہوری گروپ اور احمدیوں کو خلاف اسلام سرگرمیوں سے روکنے کے لئے قانون میں ترمیم کرنے کا آرڈیننس۔

چونکہ یہ قرین مصلحت ہے کہ قادیانی گروپ لاہوری گروپ اور احمدیوں کو خلاف اسلام سرگرمیوں سے روکنے کے لئے قانون میں ترمیم کی جائے۔

اور چونکہ صدر کو اطمینان ہے کہ ایسے حالات موجود ہیں جن کی بناء پر فوری کارروائی کرنا ضروری ہو لیا ہے۔

لہٰذا اب ۵ جولائی ۱۹۷۷ء کے اعلان کے بموجب اور اس سلسلے میں اسے مجاز کرنے والے تمام اختیارات استعمال کرتے ہوئے صدر نے حسب ذیل آرڈیننس وضع اور جاری کیا ہے:

حصہ اول

ابتدائیہ

مختصر عنوان اور آغاز نفاذ

۱۔۔۔ یہ آرڈیننس قادیانی گروپ، لاہوری گروپ اور احمدیوں کی خلاف اسلام سرگرمیاں (امتناع و تعزیر) آرڈیننس ۱۹۸۴ء کے نام سے موسوم ہوگا۔

۲۔۔۔ یہ فی الفور نافذ العمل ہوگا۔

۲۔ آرڈیننس عدالتوں کے احکام اور فیصلوں پر غالب ہوگا

اس آرڈیننس کے احکام کسی عدالت کے کسی حکم یا فیصلے کے باوجود موثر ہوں گے۔

حصہ دوم

مجموعہ تعزیرات پاکستان (ایکٹ نمبر ۴۵ بابت ۱۸۶۰ء) کی ترمیم

۳۔ ایکٹ نمبر ۴۵ بابت ۱۸۶۰ء میں نئی دفعات

۲۹۸۔ ب اور ۲۹۸۔ ج کا اضافہ

مجموعہ تعزیرات پاکستان (ایکٹ نمبر ۴۵، ۱۸۶۰ء میں باب ۱۵ میں)، دفعہ ۲۹۸ الف کے بعد حسب ذیل نئی دفعات کا اضافہ کیا جائے گا، یعنی

۲۹۸۔ ب‘بعض مقدس شخصیات یا مقامات کے لئے

مخصوص القاب‘ اوصاف یا خطابات وغیرہ کا ناجائز استعمال

۱۔۔۔ قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ (جو خود کو ”احمدی“ یا کسی دوسرے نام سے موسوم کرتے ہیں) کا کوئی شخص جو الفاظ کے ذریعے خواہ زبانی ہوں یا تحریری یا مرئی نقوش کے ذریعے۔

الف === حضرت محمد ﷺ کے خلیفہ یا صحابی کے علاوہ کسی شخص کو امیر المومنین خلیفۃ المومنین خلیفۃ المسلمین صحابی یا رضی اللہ عنہ کے طور پر منسوب کرے یا مخاطب کرے۔

ب === حضرت محمد ﷺ کی کسی زوجہ مطہرہ کے علاوہ کسی ذات کو ام المومنین کے طور پر منسوب کرے یا مخاطب کرے۔

ج === حضرت محمد ﷺ کے خاندان (اہل بیت) کے کسی فرد کے علاوہ کسی شخص کو اہل بیت کے طور پر منسوب کرے یا مخاطب کرے۔ یا

د === اپنی عبادت گاہ کو ”مسجد“ کے طور پر منسوب کرے یا موسوم کرے یا پکارے۔

تو اسے کسی ایک قسم کی سزائے قید اتنی مدت کے لئے دی جائے گی جو تین سال تک ہو سکتی ہے اور وہ جرمانے کا بھی مستوجب ہو گا۔

۲ === قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ (جو خود کو احمدی یا کسی دوسرے نام سے موسوم کرتے ہیں) کا کوئی شخص جو الفاظ کے ذریعے خواہ زبانی ہوں یا تحریری‘ یا مرئی نقوش کے ذریعے اپنے مذہب میں عبادت کے لئے بلانے کے طریقے یا صورت کو اذان کے طور پر منسوب کرے یا اس طرح اذان دے جس طرح کہ مسلمان دیتے ہیں تو اسے کسی ایک قسم کی سزائے قید اتنی مدت کے لئے دی جائے گی جو تین سال ہو سکتی ہے اور وہ جرمانے کا مستوجب بھی ہو گا۔

۲۹۸۔ ج‘ قادیانی گروپ وغیرہ کا شخص جو خود کو مسلمان کہے یا اپنے مذہب کی تبلیغ یا تشہیر کرے

قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ (جو خود کو احمدی یا کسی دوسرے نام سے موسوم کرتے ہیں) کا کوئی شخص جو بلاواسطہ یا بالواسطہ خود کو مسلمان ظاہر کرے یا اپنے مذہب کے اسلام کو طور پر موسوم کرے یا منسوب کرے یا الفاظ کے ذریعے خواہ زبانی ہوں یا تحریری یا مرئی نقوش کے ذریعے اپنے مذہب کی تبلیغ یا تشہیر کرے یا دوسروں کو اپنا مذہب قبول کرنے کی دعوت دے یا کسی بھی طریقے سے مسلمانوں کے مذہبی احساسات کو مجروح کرے۔ کسی ایک قسم کی سزائے قید اتنی مدت کے لئے دی جائے گی جو تین سال تک ہو سکتی ہے اور وہ جرمانے کا بھی مستوج ہو گا۔

جباکارپیٹس

ڈیلرز

زینت کارپٹ • مون لائٹ • پاک پنجاب کارپٹ

لیونائیٹڈ کارپٹ • ویلنس کارپٹ • اولمپیا کارپٹ

PH: 6646888 - 6647655

FAX: 092-21-521503

مساجد کیلئے خاص رعائت

سہ۔ این آر ایونیو نزد حیدری پوسٹ آفس بلاک جی

برکات حیدری نارتھ ناظم آباد

قائد تحریکِ ختمِ نبوت

متحدہ ہندوستان میں امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور مجلس احرار اسلام کے سرفروشوں نے اپنی شعلہ بار خطابت کے ذریعہ انگریز کی ساختہ پرداختہ قادیانی نبوت کے خرمن امن کو پھونک ڈالا تھا تاآنکہ ۱۹۴۷ء میں انگریزی اقتدار رخت سفر باندھ کر رخصت ہوا۔ برصغیر کی تقسیم ہوئی اور پاکستان منصہ وجود پر جلوہ گر ہوا' اس تقسیم کے نتیجے میں قادیانی نبوت کا منبع خشک ہو کر رہ گیا' اور قادیان کی منحوس بستی نہ صرف خود دارا لکفر ہندوستان کے حصہ میں آئی بلکہ اپنے ساتھ مشرقی پنجاب کے مسلم اکثریت کے صوبے کو بھی لے ڈوبی۔

مرزا محمود قادیانی اپنے "مکۃ المسیح" ارض حرم اور "مسجد اقصیٰ" سے برقعہ پہن کر فرار ہوا اور سیدھا لاہور آکر دم لیا' پاکستان میں دجل و تلبیس کا نیا دارا لکفر "ربوہ" کے نام سے آباد کیا۔ قبر فروشی کی آبائی اسکیم کے لیے "بہشتی مقبرہ" کا یہاں ڈھونگ رچایا' اور قادیانی خلافت کے شہوار کی ترکتازیاں دکھانے اور پورے ملک کو مرتد بنانے کے اعلان کرنے لگا۔

قادیانیوں کو غلط فہمی تھی کہ چونکہ پاکستان کے ارباب اقتدار پر ان کا تسلط ہے فوج میں ان کا گہرا اثر و رسوخ ہے' ملک کے کلیدی مناصب پر ان کا قبضہ ہے' پاکستان کا وزیر خارجہ ظفر اللہ خان قادیانی ہے' اس لیے پاکستان میں مرزا غلام احمد کی جھوٹی نبوت کا جعلی سکہ رائج کرنے میں انہیں کوئی خاص مشکل پیش نہیں آئے گی۔ ان کی امید افزائی کا ایک خاص پہلو یہ بھی تھا کہ "احرار اسلام" کا قافلہ تقسیم ملک کی بدولت لٹ چکا تھا۔ ان کے پاس تنظیم اور تنظیمی وسائل کا فقدان تھا' اور سب سے بڑھ کر یہ کہ "احرار اسلام" ناخدایان پاکستان کے دربار میں معتوب تھے۔ قادیانیوں کو یہ غرہ تھا کہ اب حریم نبوت کی پاسبانی اور قادیان کی جعلی قبائے نبوت کے بخیے ادھیڑنے کی ہمت کسی کو نہیں ہوگی' جو شخص بھی اس کی جرات کرے گا اسے "شرپسند" اور "باغی" کہہ کر آسانی سے تختہ دار پر لٹکوا دیا جائے گا۔ یا کم از کم پس دیوار زنداں بھجوا دیا جائے گا۔ لیکن وہ نہیں جانتے تھے کہ حفاظت دین اور "تحفظ ختم نبوت" کا کام انسان نہیں کرتے خدا خود کرتا' اور جب وہ کسی کام کو کرنا چاہتا ہے تو اس کے ارادے کو نہ حکومتیں روک سکتی ہیں نہ کوئی بڑی سے بڑی طاقت بدل سکتی ہے۔

مولانا محمد یوسف لدھیانوی

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری قادیانیوں کے عزائم سے بے خبر نہیں تھے مگر حالات کا تیز و تند دھارا ان کے خلاف بہ رہا تھا۔ تاہم وہ شدید ترین ناموافق حالت میں بھی قادیانیت سے نمٹنے کا فیصلہ کر چکے تھے گویا:

موج خوں سر سے گذر ہی کیوں نہ جائے
آستان یار سے اٹھ جائیں کیا؟

چنانچہ جدید حالات میں قادیانیت کے خلاف کام کرنے کے لیے امیر شریعتؒ نے ملکی سیاسیات سے دست کش ہونے کا اعلان کر دیا اور آئندہ کا لائحہ عمل مرتب کرنے کے لیے ملتان کی ایک چھوٹی سی مسجد "مسجد سراجاں" میں ۱۷ ربیع الثانی ۱۳۷۴ھ (مطابق ۱۳ دسمبر ۱۹۵۴ء) کو اپنے مخلص رفقاء کی ایک مجلس مشاورت طلب فرمائی' جس میں حضرت امیر شریعتؒ کے علاوہ مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھری' خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی' مولانا محمد شریف بہاولپوری' مولانا شیخ احمد (بورے والا) مولانا محمد عبد اللہ رائے پوری' مولانا عبد الرحمان میانوی' مولانا تاج محمود لائل پوری (فیصل آبادی) مولانا محمد شریف جالندھری' مولانا عبد الرحیم اشعر' مولانا غلام محمد بہاولپوری وغیرہ شریک ہوئے۔ غور و فکر کے بعد "مجلس تحفظ ختم نبوت" کے نام سے ایک غیر سیاسی تبلیغی تنظیم کی بنیاد رکھی گئی یہ تھا مجلس ختم نبوت کی تاسیس کا مختصر تعارف اور پس منظر حضرت امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری کو اس قافلہ کا پہلا امیر و قائد منتخب کیا گیا۔

۹ ربیع الاول ۱۳۸۱ھ مطابق ۲۱ اگست ۱۹۶۱ء کو حضرت امیر شریعت کا وصال ہوا اور جماعت کو طفولیت کے عالم میں یتیم کر گئے۔ شاہ جیؒ کے بعد حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی (المتوفی ۹ شعبان ۱۳۸۶ھ مطابق ۲۳ نومبر ۱۹۶۶ء) امیر دوم' حضرت مولانا محمد علی جالندھری (المتوفی ۲۲ صفر ۱۳۹۱ھ مطابق ۱۸ اپریل ۱۹۷۱ء) امیر سوم اور مناظر اسلام مولانا لال حسین اختر (المتوفی ۱۱ جولائی ۱۹۷۳ء) امیر چہارم منتخب ہوئے۔ مولانا لال حسین اختر کے بعد فاتح قادیاں حضرت مولانا محمد حیات مدظلہ العالی کو نئے انتخاب تک مسند امارت عارضی طور پر تفویض ہوئی خیال تھا کہ آئندہ جماعت کی زمام قیادت مستقل طور پر انہیں کے سپرد کر دی جائے۔ مگر اپنے ضعف و عوارض کی بنا پر انہوں نے اس گرانباری سے معذرت کا اظہار فرما دیا اور جماعت خلا میں گھومنے لگی۔ یہ ایک ایسا بحران تھا کہ جس سے اس عظیم الشان پیش قدمی رک جانے کا خطرہ لاحق ہو گیا تھا لیکن حق تعالیٰ شانہ کا وعدہ حفاظت دین یکایک ایک لطیفہ غیبی کی شکل میں رونما ہوا' اور وہ اس

منصب مالی کے لیے اسلاف کے علوم و روایات کی حامل ایک ایسی ہستی کو کھینچ لایا جو اس منصب کی پوری طرح اہل تھی' جس سے ملت اسلامیہ کا سربلند ہوا۔ جس کے ذریعہ قدرت نے ختم نبوت کی پاسبانی کا وہ کام لیا جو اس دور کی تاریخ کا جلی عنوان بن گیا' اور وہ تھے شیخ الاسلام حضرت العلامہ مولانا السید محمد یوسف البنوری الحسینی نور اللہ مرقدہ ۱۵ ربیع الاول ۱۳۹۴ھ مطابق ۹ اپریل ۷۴ء کو یہ عبقری شخصیت "مجلس تحفظ ختم نبوت" کی مسند امارت پر رونق افروز ہوئی۔

کسی جماعت کی صدارت قبول کرنا حضرت کے مزاج و مشاغل کے قطعاً" منافی تھا' لیکن مخلصین کے اصرار پر آپ کو یہ منصب قبول کرنا پڑا' یہ تو ظاہری سبب تھا' لیکن اس کے باطنی اسباب و دواعی متعدد تھے جن میں سے تین اسباب اہمیت رکھتے ہیں۔

اول حضرت امام العصر مولانا محمد انور شاہ کشمیری اپنے دور میں رد قادیانیت کے امام تھے۔ انہوں نے ہی مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کو امیر شریعت مقرر کر کے ایک جماعت کو مستقل اسی مہم پر لگا دیا تھا' اور علمائے امت سے ان سے تعاون کرنے کی بیعت لی تھی۔ ادھر حضرت بنوریؒ اپنے شیخ کے علوم و انفاس کے وارث تھے' تحفظ ختم نبوت اور رد قادیانیت ان کے شیخ انورؒ کی وراثت و امانت تھی' ظاہر ہے کہ اس کا اہل علوم انوری کے وارث اور ان کے روحانی جانشین سے بہتر کون ہو سکتا تھا' اس لیے جب ایک فعال جماعت کی قیادت ان کے سپرد ہوئی تو آپ نے اسے عطیہ خداوندی سمجھ کر قبول کر لیا۔

دوم حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ نے انجمن حمایت اسلام کے جس اجلاس میں مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کو امیر شریعت مقرر کر کے خود ان کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اور دیگر علماء سے بھی بیعت کرائی۔ اس میں حضرت سید بنوری بھی شریک تھے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ ان کے شیخ انور اور ان کے "امیر شریعت" کی جماعت بے کسی و بے بسی کے جنگل میں بھٹک رہی ہے اور اس بے سہارا جماعت کے سارے اکابر اسے یتیم چھوڑ کر جا چکے ہیں تو آپ نے اپنی تمام تر معذوریوں کے باوجود اس یتیم جماعت کو اپنی آغوش شفقت میں اٹھا لیا۔ گویا وہ بیعت جو آپ نے انجمن حمایت اسلام کے اجلاس میں "امیر شریعت" کے ہاتھ پر کی تھی وہی آپ کے امیر شریعت کی خلافت و جانشینی تک کھینچ لائی۔ ۱۵ ربیع الاول ۱۳۹۴ھ سے پہلے آپ "امیر شریعت" کی "پاسبان ختم نبوت فوج" کے سپاہی تھے۔ اور اس تاریخ سے آپ کو اس فوج کا قائد سپہ سالار بنا دیا گیا۔

سوم حضرت قدس سرہ پر حق تعالیٰ شانہ کے بے شمار انعامات تھے' آپ کی صحیفہ زندگی میں قدرت ایک نئے باب ...... اور بالکل آخری باب .... کا اضافہ کرنا چاہتی تھی' اور وہ تھا آپ کے مقام صدیقیت کا اظہار مسیلمہ کذاب کی خبیث امت کا صفایا سب سے پہلے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی فوج نے کیا تھا اور مسیلمہ پنجاب کی امت کی سرکوبی "یوسف صدیق" کی فوج نے .... "اول با آخر نسبتے دوارد" راقم الحروف کا خیال ہے کہ اسی صدیقی نسبت کی تکمیل کے لئے قدرت آپ کو آخری عمر میں مجلس تحفظ ختم نبوت کی قیادت کے لئے کشاں کشاں کھینچ لائی۔

یہاں یہ عرض کر دینا ضروری ہے کہ حضرت مولانا قاضی احسان احمدؒ کے وصال کے بعد حضرت مولانا محمد علی جالندھری (قدس سرہ) نے حضرت کی خدمت میں جماعت کی قیادت کے لئے درخواست کی تھی مگر حضرت نے فرمایا کہ آپ کی موجودگی میں صرف آپ ہی اس کے لئے موزوں ہیں۔ چنانچہ آپ نے اس وقت جماعت کی امارت تو قبول نہیں فرمائی۔ البتہ جماعت کی سرپرستی اور مجلس شوریٰ کی رکنیت قبول فرمائی۔ ربیع الثانی ۱۳۸۷ھ سے مجلس شوریٰ کے اجلاس میں بڑے اہتمام سے شرکت فرماتے تھے اور مجلس کی کوئی کارروائی حضرت کی تائید و ارشاد کے بغیر نہیں ہوتی تھی۔ بظاہر حضرت جالندھری مجلس کے امیر خود تھے مگر اس کی حقیقی قیادت اس وقت بھی حضرت بنوری قدس سرہ کے ہاتھ میں تھی۔

حضرت بنوری قدس سرہ کا دور امارت اگرچہ بہت ہی مختصر رہا اور اس میں بھی حضرت" اپنے بیشمار مشاغل اور ضعف و پیرانہ سالی کی بناء پر جماعت کے امور پر خاطر خواہ توجہ نہیں فرما سکتے تھے' اس کے باوجود حق تعالیٰ شانہ نے آپ کی پرخلوص قیادت کی برکت سے جماعت کے کام کو ثری سے ثریا تک پہنچایا' اور "بنوری دور میں" جماعت نے وہ خدمات انجام دیں جن کی اس سے پہلے صرف تمنا کی جا سکتی تھی۔ ان کا بہت ہی مختصر خاکہ درج ذیل ہے:

تاریخ ساز فیصلہ

آپ کو جماعت کی زمام قیادت سنبھالے ابھی دو مہینے نہیں گزرے تھے کہ ۲۹ مئی ۷۴ء کو ربوہ اسٹیشن کا شہرہ آفاق سانحہ رونما ہوا۔ حضرت" ان دنوں سوات کے دور دراز علاقے میں سفر پر تھے۔ وہیں آپ کو اس واقعہ کی کسی نے اطلاع دی۔ خبر سن کر چند لمحے توقف کے بعد فرمایا:

"عدو شرے برانگیزد کہ خیر ما در آں باشد"۔

آپ سوات سے بعجلت واپس ہوئے اور تحریک ختم نبوت کی کامیابی کے لئے حضرت" نے ایک طرف بارگاہ خداوندی میں تضرع اور ابتہال کا سلسلہ تیز کر دیا۔ اور دوسری طرف امت مسلمہ کو متحد کرنے اور قوم کے منتشر ٹکڑوں کو جمع کرنے کے لئے رات دن ایک کر دیا۔ ۲۹ مئی سے ۷ ستمبر تک کے سو دن برصغیر کی مذہبی تاریخ میں سو سال کے برابر ہیں ان سو دنوں کی مفصل تاریخ ایک مستقل تالیف کا موضوع ہے مگر یہاں حضرت اقدس کی ذات سے

متعلق چند اشارات پر اکتفا کروں گا۔

۲۹ مئی کو ربوہ کا حادثہ پیش آیا‘ حالات نے نازک صورت اختیار کرلی‘ اور مسلمانوں کے جذبات مشتعل ہوگئے‘ مگر حکومت نے بروقت صحیح قدم نہیں اٹھایا بلکہ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت کی طرح اس تحریک کو بھی کچلنا چاہا۔

۳ جون ۱۹۷۴ء کو راولپنڈی میں علمائے کرام اور مختلف فرقوں کا ایک نمائندہ اجتماع ہوا حکومت نے اسے ناکام بنانے کے لئے تین مندوبین۔ مولانا مفتی زین العابدین‘ مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف‘ مولانا تاج محمود کو لالہ موسیٰ اسٹیشن پر ریل سے اتار لیا۔

۹ جون کو حضرتؒ کی جانب سے ایک نمائندہ اجتماع لاہور میں رکھا گیا‘ جس میں مسلمانوں کے تمام فرقوں اور جماعتوں کے مندوب شریک ہوتے۔ یہ بیں جماعتوں کا نمائندہ اجتماع تھا۔ سب سے پہلے حضرت نے مختصر سی افتتاحی تقریر میں اجتماع کے اغراض و مقاصد اور تحریک کے لائحہ عمل پر روشنی ڈالی۔ جس کا خلاصہ حضرتؒ ہی کے الفاظ میں یہ تھا:

”ہمارا یہ اجتماع اس وقت صرف ایک دینی عقیدہ کی حفاظت کے لئے ہے۔ یہ اجتماع ”ختم نبوت“ کے مسئلہ پر ہے۔ اس کا دائرہ آخر تک محض دین رہے گا۔ سیاسی آمیزشوں سے اس کا دامن پاک رہنا چاہئے جو سیاسی حضرات اس میں شامل ہیں ان کا مطمح نظر دین ہی ہوگا۔ اور حزب اقتدار و حزب اختلاف کی کشمکش سے بالاتر ہوگا۔ ختم نبوت کی تحریک کا طریق کار نہایت پرامن ہوگا‘ اور اسے تشدد سے کوئی سروکار نہ ہوگا۔ اگر کوئی مزاحمت ہوئی یا تکلیف پیش آئی تو دین کے لئے اس کو برداشت کرنا ہوگا‘ اور صبر کرنا ہوگا۔ مظلوم بن کر رہنا ہوگا۔ اور ہمارے مدمقابل صرف مرزائی امت ہوگی۔ ہم حکومت کو ہدف بنانا نہیں چاہتے۔ اگر حکومت نے ان کی حفاظت یا ان کی حمایت میں کوئی غلط قدم اٹھایا تو اس وقت مجلس عمل کوئی مناسب فیصلہ کرے گی۔

ابھی قبل از وقت کچھ کہنا درست نہیں۔“

(ماہنامہ بینات۔ رمضان و شوال ۱۳۹۴ھ)

اس کے بعد مفتی محمود‘ نوابزادہ نصراللہ خان اور دیگر نمائندوں کی تقریریں ہوئیں‘ تحریک کو نظم و ضبط کے تحت رکھنے کے لئے ایک ”مجلس عمل“ کی تشکیل ہوئی‘ اور حضرت مولانا عبدالحق شیخ الحدیث اکوڑہ خٹک نے اس کی صدارت کے لئے حضرتؒ کا نام پیش کیا‘ حضرتؒ اس کے لئے آمادہ نہ تھے‘ اس لئے حضرت کو مجبور کیا گیا کہ فی الحال آپ عارضی حیثیت سے مجلس عمل کی قیادت قبول فرمالیں‘ مستقل صدر کے انتخاب پر آئندہ اجلاس میں غور کرلیا جائے گا۔

اسی اجلاس میں ”مجلس عمل“ کی جانب سے ۱۴ جون ۱۹۷۴ء کو ملک میں مکمل ہڑتال کے اعلان نیز مرزائی امت کے مکمل مقاطعہ (بائیکاٹ) کا فیصلہ کیا گیا۔

اس دوران وزیراعظم نے ”مجلس عمل“ کے ارکان سے فرداً فرداً ملاقات کی۔ حضرتؒ نے نہایت صفائی اور سادگی سے صاف اور غیر مبہم الفاظ میں وزیراعظم کے سامنے مسلمانوں کے موقف کی وضاحت کی‘ آپ نے جو کچھ فرمایا اس کا خلاصہ آپ ہی کے الفاظ میں یہ تھا۔

”قادیانی مسئلہ بلاشبہ پاکستان کے روز اول سے موجود ہے‘ پہلی غلطی اس وقت ہوئی جب ظفر اللہ قادیانی کو وزیر خارجہ مقرر کیا گیا۔ شہید ملت (خان لیاقت علی خان مرحوم) کو اس خطرناک غلطی کا احساس ہوا۔ اور انہوں نے قادیانیوں کو اقلیت قرار دینے کا عزم کرلیا تھا‘ لیکن افسوس کہ وہ شہید کردیئے گئے۔ اور ہوسکتا ہے کہ ان کا یہ عزم ہی ان کی شہادت کا سبب ہوا ہو۔ اس وقت جو جرأت مرزائیوں کو ہوئی ہے اگر اس وقت اس کا تدارک نہ کیا گیا اور وہ غیر مسلم اقلیت قرار نہیں دیئے گئے تو مسلمانوں کے جذبات بھڑکیں گے‘ اور ان کی (قادیانیوں کی) جان و مال کی حفاظت حکومت کے لئے مشکل ہوگی۔ اقلیت قرار دیئے جانے کے بعد اس ملک میں ان کی حیثیت ”ذمی“ کی ہوگی‘ اور ان کی جان و مال کی حفاظت شرعی قانون کی رو سے مسلمانوں پر ضروری ہوگی‘ اس طرح ملک میں امن قائم ہوجائے گا۔

میں مانتا ہوں کہ آپ پر خارجی غیر اسلامی حکومتوں کا دباؤ ہوگا‘ لیکن اس کے بالمقابل ان اسلامی ممالک کا تقاضا بھی ہے کہ ان کو جلد غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔ جن ممالک سے ہمارے اسلامی تعلقات بھی ہیں اور ہر قسم کے مفادات بھی وابستہ ہیں۔ خارجی دنیا میں غیر اسلامی حکومتوں کے بجائے اسلامی مملکتوں کو مطمئن اور خوش کرنا زیادہ ضروری ہے۔ نیز ایک معمولی سی اقلیت کو خوش کرنے کے لئے اتنی بڑی اکثریت کو غیر مطمئن کرنا دانش مندی نہیں۔ اگر آپ حق تعالیٰ پر توکل و اعتماد کرکے اللہ کی خوشنودی کے لئے مسلمانوں کے حق میں فیصلہ فرمائیں تو دنیا کی کوئی طاقت آپ کا بال بیکا نہیں کرسکتی‘ اور اس راستہ میں موت بھی سعادت ہے۔“

(حوالہ مذکور)

۱۳ جون کو وزیراعظم نے ایک طویل تقریر ریڈیو پر نشر کی‘ جس میں حادثہ ربوہ پر ایک حرف بھی نہیں کہا‘ البتہ ختم نبوت پر اپنا ایمان جتاتے ہوئے کہا کہ یہ مسئلہ نوے سال کا پرانا ہے‘ اتنی جلدی کیسے حل ہوسکتا ہے۔

۱۴ جون کو ملک میں درہ خیبر سے کراچی اور لاہور سے کوئٹہ تک ایسی مکمل ہڑتال ہوئی جو پاکستان میں اپنی نظیر آپ تھی۔

۱۶ جون کو ”مجلس عمل“ کا لائل پور میں اجلاس ہوا جس میں وزیراعظم کی ۱۳ جون کی تقریر پر غور کیا گیا‘ ”مجلس عمل“ کی مستقل صدارت کے لئے حضرت کو مجبور کیا گیا‘ جسے آپ کو منظور کرنا پڑا۔ اسی اجلاس میں یہ بھی طے کیا گیا کہ تحریک کو پرامن رکھنے کی ہر ممکن کوشش کی جائے۔ قادیانیوں کا بائیکاٹ جاری رکھا جائے اور تحریک کو سول نافرمانی

سے بہرقیمت بچایا جائے۔

تحریک کو زندہ مگر پر امن رکھنے کے لئے

حضرتؒ نے کراچی سے پشاور تک کے دورے کئے' چھوٹے چھوٹے قصبوں تک میں تشریف لے گئے' ہر جگہ مسلمانوں کو صبر و سکون سے تحریک چلانے کا حکم فرماتے لیکن اس کے برعکس حکومت نے جارحانہ رویہ اختیار کیا' حضرتؒ فرماتے ہیں:

" ادھر مجلس عمل کی پالیسی تو یہ تھی کہ حکومت سے تصادم سے بہر صورت گریز کیا جائے ادھر حکومت نے ملک کے چپے چپے میں دفعہ ۱۴۴ نافذ کردی' پریس پر پابندی عائد کردی۔ انتظامیہ نے اشتعال انگیز کارروائیوں سے کام لیا اور مسلمانوں کو گرفتار کرنا شروع کیا۔ چنانچہ سینکڑوں اہل علم اور طلباء کو گرفتار کیا گیا۔ انہیں ناروا اذیتیں دی گئیں' کبیر والا اوکاڑہ' سرگودھا' لائل پور' کھاریاں وغیرہ میں دردناک واقعات رونما ہوئے' جن کو مظلومانہ صبر کے ساتھ برداشت کیا گیا' صرف ایک شہر اوکاڑہ میں مظالم کے خلاف احتجاج کے طور پر بارہ دن مکمل اور مسلسل ہڑتال ہوئی۔ اسی سے اندازہ کیجئے کہ ملک بھر میں مجموعی طور پر کتنا ظلم اور اس کے خلاف کتنا احتجاج ہوا؟ جگہ جگہ لاٹھی چارج کیا گیا۔ اشک ریز گیس کا استعمال بڑی فراخدلی سے کیا گیا۔ مجلس عمل کی تلقین تمام مسلمانوں کو یہی تھی کو صبر کریں اور مظلوم بن کر حق تعالیٰ کی رحمت اور غیبی تائید الٰہی کے منتظر رہیں۔ قریباً" پورے سو دن تک ان حالات کا مقابلہ کیا گیا اور تمام سختیوں کو خندہ پیشانی سے برداشت کرتے رہے: جون کے اواخر میں بنگلہ دیش کے دورے پر جاتے ہوئے وزیر اعظم (بھٹو صاحب) نے اعلان کیا کہ قادیانی مسئلہ کا فیصلہ کرنے کے قومی اسمبلی کو ایک تحقیقاتی کمیٹی کی حیثیت دے دی جائے گی۔ بنگلہ دیش کے دورے سے واپس آئے تو یکم جولائی کو قومی اسمبلی کا اجلاس طلب کیا گیا' اور اس میں قومی اسمبلی کو "خصوصی کمیٹی" قرار دینے کا فیصلہ ہوا۔ اور یہ بھی طے ہوا کہ کمیٹی کے لئے چالیس ارکان کا کورم ہوگا۔ جن میں تیس ارکان حزب اقتدار کے اور دس حزب اختلاف کے ہوں گے۔ اس خصوصی کمیٹی کے سامنے دو قرار دادیں بحث و تمحیص کے لئے پیش کی گئیں ایک حزب اقتدار کی جانب سے وزیر قانون (مسٹر حفیظ پیرزادہ) نے پیش کی اور دوسری حزب اختلاف کی جانب سے پیش کی گئی۔

۳۰ جولائی کو حضرت قدس سرہ کے خلاف ملک بھر کے اخبارات (نوائے وقت لاہور کے سوا) میں ایک فرضی انجمن کے نام سے ایک لچر پوچ اشتہار چھپنا شروع ہوا۔ ہمیں معلوم تھا کہ اس شرانگیزی کا منبع کہاں ہے اور اس کے لئے لاکھوں کا سرمایہ کہاں سے آتا ہے' لیکن حضرت قدس سرہ نے اس کا کوئی نوٹس نہیں لیا نہ اس کے خلاف کوئی احتجاج کیا۔ تاہم "چاند کا تھوکا منہ پر آتا ہے۔" کے مصداق یہ اشتہار حضرت کے بجائے حکومت اور مرزائیوں کے لئے مضر ثابت ہوا' ہر طرف سے ان کے خلاف صدائے نفرین بلند ہونا شروع ہوئی اور مسلمانوں کے مشتعل جذبات آتش فشاں بن گئے۔ نتیجتاً" چند دن بعد یہ اشتہار بند ہوگیا۔

۳۱ جولائی کو وزیر اعظم نے مستونگ (بلوچستان) میں اعلان کیا کہ قادیانی مسئلہ کے فیصلہ کی تاریخ کا اعلان کل کردیا جائے گا۔ چنانچہ فیصلہ کے لئے ۷ ستمبر کی تاریخ کا اعلان ہوا۔

قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی نے قادیانی مسئلہ پر غور و فکر کرنے کے لئے دو مہینے میں ۲۸ اجلاس کئے اور ۹۶ گھنٹے نشستیں کیں' مسلمانوں کی طرف سے "ملت اسلامیہ کا موقف" نامی کتاب اسمبلی میں پیش کی گئی۔ قادیانیوں کی ربوائی اور لاہوری پارٹیوں کے سربراہوں نے اپنے اپنے موقف کی وضاحت کے لئے کتابچے پیش کئے' ربوہ جماعت کے سربراہ مرزا ناصر احمد پر گیارہ دن تک ۴۲ گھنٹے اور لاہوری پارٹی کے امیر مسٹر صدر الدین پر سات گھنٹے جرح ہوئی۔

وزیر اعظم (بھٹو) قادیانیوں کے حلیف رہ چکے تھے۔ وہ انہیں غیر مسلم اقلیت قرار دینے پر رضا مند نہیں تھے' وہ قادیانیوں کو کسی نہ کسی طرح آئینی تلوار کی زد سے بچانا چاہتے تھے اور اس کے لئے اپنی طاقت اور ذہانت کا سارا سرمایہ صرف کردینا چاہتے تھے۔ چنانچہ حزب اختلاف کے ارکان سے جو "مجلس عمل" کے نمائندے تھے........وزیر اعظم کی بار بار ملاقاتیں ہوئیں۔ کئی بار صورت حال نازک ہوگئی۔ آخری دن تو گویا ہنگامہ محشر تھا' امید و بیم کی کیفیت آخری حدوں کو چھو رہی تھی' وزیر اعظم کی "انا" نے تصادم کا خطرہ پیدا کردیا تھا' حکومت کی جانب سے پولیس اور انٹیلی جنس کو چوکنا کردیا گیا تھا۔ بڑے شہروں میں فوج لگادی گئی تھی' جو لوگ گرفتار تھے وہ تو تھے ان کے علاوہ ہزاروں علماء اور سربرآوردہ افراد کی گرفتاری کی فہرستیں تیاری ہوچکی تھیں۔ ادھر" مجلس عمل" کے نمائندے بھی سر بکف کفن بدوش تھے۔ گویا

ہمہ آہوان صحرا سر خود نہادہ برکف
بامید آنکہ روزے بشکار خواہی آمد

کا منظر تھا' مگر اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے اس مہیب خطرہ سے ملک کو بچالیا' جب وزیر اعظم کی "انا" میں لچک پیدا ہوتی نظر نہ آئی تو حضرت مفتی محمود صاحب نے (جو اپنے دیگر رفقاء کے ساتھ مجلس عمل کے نمائندہ کی حیثیت سے وزیر اعظم سے مذاکرات کررہے تھے) ان سے فرمایا "ہمیں بتایئے کہ آخر ہم کیا کریں آپ کے پاس آتے ہیں تو آپ نہیں مانتے اور مجلس عمل والوں کے پاس جاتے ہیں تو وہ نہیں مانتے" وزیر اعظم نے نشہ اقتدار کے جوش میں جواب دیا "میں نہیں جانتا" مجلس عمل' کون ہوتی ہے۔ میں تو آپ لوگوں کو جانتا ہوں' آپ اسمبلی کے معزز رکن ہیں۔"

حضرت مفتی صاحب نے فرمایا:

" بھٹو صاحب! آپ کو قوم کے ایک حلقہ نے منتخب کرکے بھیجا ہے' اس لئے آپ اسمبلی کے " معزز رکن" ہیں۔ میں بھی ایک حلقہ انتخاب کا

نمائندہ ہوں۔ اس لئے میں بھی اسمبلی کا رکن کہلاتا ہوں۔ مگر آنجناب کو بتانا چاہتا ہوں کہ "مجلس عمل" کسی ایک حلقہ انتخاب کی نمائندہ نہیں بلکہ وہ اس وقت پاکستان کے سات کروڑ مسلمانوں کی نمائندگی کررہی ہے۔ کیسی عجیب منطق ہے کہ آپ ایک حلقہ کے نمائندے کو عزت و احترام کا مقام دینے کے لئے تیار ہیں مگر قوم کے سات کروڑ افراد کی نمائندہ "مجلس" کو آپ پائے حقارت سے ٹھکرا رہے ہیں ...... بہتر ہے، میں ان سے جا کر کہہ دیتا ہوں کہ وزیر اعظم پاکستان کے سات کروڑ مسلمانوں کی بات سننے کو تیار نہیں۔"

یہ سن کر وزیر اعظم کی "انا" سرنگوں ہو گئی، انہوں نے "مجلس عمل" کے نمائندوں کے مسودہ پر دستخط کردیئے اور اس طرح ۷ ستمبر کو ۴ بجکر ۳۵ منٹ پر قادیانیوں کی دونوں شاخوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے کر دائرہ اسلام سے خارج کردیا گیا۔ پھر اس مسودہ کو آئینی شکل دینے کے لئے پارلیمنٹ کا اجلاس طلب کیا گیا، اور آئینی طور پر قادیانی ناسور کو ملت اسلامیہ کے جسد سے الگ کردیا گیا۔ اس خبر کا نشر ہونا تھا کہ نہ صرف پورے ملک میں بلکہ پوری دنیا کے مسلمانوں میں فرحت و مسرت کی لہر دوڑ گئی۔ ایسی اجتماعی خوشی کسی نے نہ کبھی پہلے دیکھی، نہ شاید آئندہ دیکھنی نصیب ہو گی یہ محض حق تعالیٰ شانہ کی رحمت و عنایت اور امت مسلمہ کے اتحاد اور صبر و عزیمت کا کرشمہ تھا، جسے چودہویں صدی میں اسلام کا معجزہ ہی قرار دیا جاسکتا ہے چونکہ حضرت اقدس ہی اس تحریک کے روح رواں "مجلس عمل" کے صدر اور "مجلس تحفظ ختم نبوت" کے قائد و امیر تھے۔ اس لئے آپ کو جتنی خوشی ہوگی اس کا اندازہ کون کرسکتا ہے۔ آپ نے "بصائر و عبر" میں پوری قوم کو مبارکبادی اور حق تعالیٰ شانہ کے شکر و سپاس کے ساتھ ساتھ اس تحریک میں حصہ لینے والے تمام افراد اور جماعتوں کا شکریہ ادا کیا (دیکھئے بینات رمضان و شوال ۱۳۹۴ھ)

اس تحریک کی کامیابی پر بہت سے اکابر امت نے آپ کو تہنیت اور مبارکباد کے گرامی نامے لکھے، یہاں تبرک کے طور پر صرف دو خطوط کا اقتباس پیش کرتا ہوں۔ برکۃ العصر حضرت الشیخ مولانا محمد زکریا کاندھلوی ثم مدنی تحریر فرماتے ہیں۔

"سب سے اول تو جناب کی انتہائی کامیابی پر انتہائی مبارکباد پیش کرتا ہوں مژدہ سننے کے بعد سے آپ کے لئے دل سے دعائیں نکلیں کہ اس کا اصل سہرا تو آپ ہی کے سر ہے اگرچہ

"مصلحت را تہمے بر آہوئے چین بستہ اند"

لوگ جو چاہیں لکھیں، یا جو چاہیں کہیں، میرے نزدیک تو آپ ہی کی روحانی قوت اور بدنی جانفشانی کا ثمرہ ہے، اللہ تعالیٰ مبارک کرے، آپ نے جو دعائیہ کلمات اس ناکارہ کے حق میں لکھے ہیں اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور آپ کی دعا کی برکت سے اس ناکارہ کو بھی کار آمد بنادے"

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی تحریر فرماتے ہیں:

"سب سے پہلے تو آپ کو اس عظیم کامیابی پر آپ کے اسلاف کے ایک ادنیٰ نیازمند کی حیثیت سے مخلصانہ مبارکباد پیش کرتا ہوں جس کے متعلق بدیع الزمان الہمدانی کے یہ الفاظ بالکل صادق ہیں "فتح فاق الفتوح وامنت علیہ الملا ئکۃ والروح" اس میں کوئی شبہ نہیں کہ آپ کے اس کارنامہ سے آپ کے جد امجد حضرت سید آدم بنوری اور ان کے شیخ حضرت امام ربانی اور آپ کے استاذ و مربی حضرت علامہ سید انور شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی روح ضرور مسرور مبتہج ہوئی اور اس کی بھی امید ہے کہ روح مبارک نبوی علیہا الف الف سلام کو بھی مسرت حاصل ہوئی ہوگی "فیسا" لکم وطوبیٰ" اگر میری ملاقات ہوئی تو میں آپ کے دست مبارک کو بوسہ دے کر اپنے جذبات کا اظہار ضرور کروں گا۔"

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس فتنہ ضالہ کی بیخ کنی پر صرف زمین کے باشندوں ہی کو خوشی نہیں ہوئی بلکہ ملاء اعلیٰ میں جشن مسرت منایا گیا، اور عالم ارواح میں بھی۔ حضرت اقدسؒ کو اس فیصلہ کے بعد عجیب و غریب مبشرات سے نوازا گیا۔ ان میں دو مبشرات حضرتؒ ہی کے قلم سے ملاحظہ فرمایئے۔

قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جانا بہت ہی عظیم برکات کا کارنامہ ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے منکروں کا مسلمانوں سے خلا ملا نہ صرف مسلمانوں کے حق میں ایک ناسور تھا بلکہ اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک بھی بے تاب تھی، قادیانی مسئلہ کے حل پر جہاں تمام ممالک کی جانب سے تہنیت و مبارک باد کے پیغامات آئے۔ وہاں منامات و مبشرات کے ذریعہ عالم ارواح میں اکابر امت اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مسرت بھی محسوس ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبشرات ذکر کرنے کی ہمت نہیں ہوتی تاہم اہل ایمان کی خوشخبری کے لئے اپنے دو بزرگوں سے متعلق بشارت منامیہ بعض مخلصین کے اصرار پر ذکر کرتا ہوں۔

جمعہ ۳ رمضان المبارک ۱۳۹۴ھ صبح کی نماز کے بعد خواب دیکھتا ہوں کہ حضرت امام العصر مولانا محمد انور شاہ صاحب کشمیری رحمہ اللہ گویا سفر سے تشریف لائے ہیں اور خیر مقدم کے طور پر لوگوں کا بہت ہجوم ہے لوگ مصافحے کررہے ہیں۔ جب ہجوم ختم ہو گیا اور تنہا حضرت شیخ رہ گئے تو دیکھتا ہوں کہ بہت وسیع چبوترہ ہے جیسے اسٹیج بنا ہوا ہو۔ اس پر فرش ہے اور اوپر جیسے شامیانہ ہو۔ بالکل درمیان میں حضرت شیخ تنہا تشریف فرما ہیں۔ دو تین سیڑھیوں پر چڑھ کر ملاقات کے لئے پہنچا۔ حضرت شیخ اٹھے اور گلے لگایا۔ میں ان کی ریش مبارک اور چہرہ مبارک کو بوسے دے رہا ہوں۔ حضرت میری داڑھی اور چہرے کو بوسے دے رہے ہیں۔ دیر تک یہ ہوتا رہا چہرہ و بدن کی تندرستی زندگی کے آخری ایام سے بہت زیادہ ہے بے حد خوش اور مسرور ہیں۔ بعد ازاں میں دوزانوں ہو کر فاصلہ سے باادب

بیٹھ گیا اور آپ سے باتیں کر رہا ہوں۔ اسی سلسلہ میں یہ بھی عرض کیا کہ بھول گیا کہ "معارف السنن" حاضر کرتا فرمایا میں نے نہایت خوشی اور مسرت کے ساتھ اس کا مطالعہ کیا ہے۔ اب چھٹی جلد کا مطالعہ کر رہا ہوں۔ میں نے عرض کیا کہ میرے پاس تو علم نہیں جو کچھ آپ نے فرمایا تھا بس اس کی تشریح و توضیح و خدمت کی ہے بہت مسرت کے لہجے میں فرمایا "بہت عمدہ ہے۔"

شوال ۱۳۹۴ھ میں لندن کے قیام کے دوران خواب دیکھا کہ ایک بہت بڑا وسیع مکان ہے گویا ختم نبوت کا دفتر ہے بہت سے لوگوں کا مجمع ہے میں ایک طرف جاکر سفید چادر جس طرح کہ احرام کی چادر ہو۔۔ باندھ رہا ہوں۔ بدن کا اوپر کا حصہ برہنہ ہے کوئی چادر یا کپڑا نہیں۔ اتنے میں حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاری اسی ہیئت میں کہ احرام والی سفید چادر کی لنگی باندھی ہوئی ہے اور اوپر کا بدن مبارک بغیر کپڑے کے ہے میرے داہنے کندھے کی جانب تشریف لائے اور آتے ہی مجھ سے چمٹ گئے۔ پہلا جملہ یہ ارشاد فرمایا "واہ میرے پھول" پھر دیر تک معانقہ فرمایا میں خواب ہی کی حالت میں خیال کرتا ہوں کہ مبارک باد کے لئے تشریف لائے ہیں۔ انتھی۔ منامات کی حیثیت مبشرات کی ہے اس سے زیادہ ان کی کوئی شرعی حیثیت نہیں۔ بہرحال قادیانی ناسور کے علاج سے نہ صرف زندہ بزرگوں کو مسرت ہوئی بلکہ جو حضرات دنیا سے تشریف لے گئے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ انہیں بھی اس سے بے حد و پایاں خوشی ہوئی۔ فالحمد للہ۔"

(بینات ذیقعدہ ۱۳۹۴ھ دسمبر ۱۹۷۴ء)

انہی مبشرات کے ضمن میں جی چاہتا ہے کہ اس خط کا اقتباس بھی درج کردیا جائے جو حضرت" ایک گہرے دوست الشیخ محمود الحافظ کی نے آپ کو ملک شام سے لکھا تھا۔ اصل خط عربی میں ہے یہاں اس کا متعلقہ حصہ اردو میں نقل کرتا ہوں۔

"میں آپ کو مبارکباد دیتا ہوں کہ میں نے ۳ شعبان ۱۳۹۴ھ رات کو آپ کے بارے میں بہت عمدہ اور مبارک خواب دیکھا ہے جس کی آپ کو مبارکباد دینا چاہتا ہوں اور اس کو یہاں اختصار کے ساتھ نقل کرتا ہوں۔

میں نے آپ کو ایسے شیوخ کی جماعت کے ساتھ دیکھا ہے جو سن رسیدہ تھے' اور جن پر صلاح و تقویٰ کی علامات نمایاں تھیں۔ یہ سب حضرات اس قرآن کریم کے صفحات جمع کرنے میں مصروف تھے جو آنجناب نے اپنے قلم سے زعفرانی رنگ کی روشنائی سے بدست خود تحریر فرمایا ہے اور آنجناب کا قصد ہے کہ اسے لوگوں کے فائدہ عام کے لئے شائع کیا جائے' آپ نے اپنے اس ارادے کا اظہار نہایت مسرت و شادمانی کے ساتھ میری جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔

صبح جب نماز فجر کے لئے اٹھا تو قلب فرحت سے لبریز تھا' اور میں یقین رکھتا ہوں کہ آپ کے اعمال کو اللہ تعالیٰ نے کامیابی و کامرانی کا تاج پہنایا ہے۔ والحمد لله الذی بنعمته تتم الصالحات"۔

یہ مبارک خواب تحریک ختم نبوت کے زمانے کا ہے' سنہرے حروف سے قرآن کریم لکھنے کی تعبیر اہل فن ہی کرسکتے ہیں' راقم الحروف کا قیاس ہے کہ اس فیصلہ کے ذریعہ آیت خاتم النبیین کو صفحات عالم پر سنہرے حروف سے رقم کرنے کی طرف اشارہ ہوا۔ نیز قادیانی امت نے چونکہ قرآن کریم پر تحریف کی سیاہی ڈال دی ہے اور ان کے نزدیک مرزا قادیانی سے قبل قرآن کریم آسمان پر اٹھ گیا تھا۔ بقول ان کے مرزا قادیانی کی وحی قرآن کو دوبارہ لائی ہے اور یہ عقیدہ قرآن کریم کی عظمت کو مٹانے کے مترادف ہے' نیز قادیانیوں کا عقیدہ ہے کہ اب صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت و نبوت اور قرآن کریم کی تعلیمات مدار نجات نہیں بلکہ مدار نجات نعوذ باللہ مرزا قادیانی کی تعلیمات اور اس کی مسلسل اور شیطانی وحی ہے۔ یہ عقیدہ گویا ان کا قرآن کے مترادف ہے اس لئے سنہرے حروف سے قرآن کریم لکھنے اور اسے چاردانگ عالم میں پھیلانے کی تعبیر یہ بھی ہوسکتی ہے کہ جو لوگ قرآن کریم کی ابدیت' اس کی عظمت اور اس کے مدار نجات ہونے کے منکر ہیں ان کا کافر و مرتد ہونا ساری دنیا پر واضح کردیا جائے تاکہ جو غبار انہوں نے قرآن کریم کی تعلیمات پر ڈالا ہے وہ صاف ہوجائے اور قرآن کریم کی روشن و تابندہ ہدایت واضح ہوجائے ...... الحمد للہ اللہ تعالیٰ نے یہ کام حضرتؒ کے ہاتھوں سے لیا' اور بہت سے ذی صلاح و تقویٰ شعار بزرگوں نے اس مقدس کام میں آپ کا ہاتھ بٹایا ___ اس تحریک کی کامیابی کے لئے دعائیں کیں۔ ختمات کا اہتمام کیا۔

تحریک ختم نبوت کی کامیابی پر آپ کو ایک اور انعام ملا۔ حضرتؒ فرماتے تھے کہ تحریک کے بعد غالباً" رمضان المبارک میں میں نے خواب دیکھا کہ ایک چاندی کی تختی مجھے عطا کی گئی ہے اور اس پر سنہرے حروف سے یہ آیت لکھی ہے :انہ من سلیمان وانہ بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔میں نے محسوس کیا کہ یہ تحریک ختم نبوت پر مجھے انعام دیا جارہا ہے' اور اس کی یہ تعبیر ہے کہ مجھے حق تعالیٰ بیٹا عطاء فرمائیں گے اور میں اس کا نام سلیمان رکھوں گا۔ چنانچہ اس خواب کے دو سال بعد حق تعالیٰ نے ستر برس کی عمر میں آپ کو صاحبزادہ عطا فرمایا اور آپ نے اس کا نام سلیمان تجویز فرمایا۔

عالمی تحریک:

۷ ستمبر کے فیصلہ کے بعد بھی حضرت چین سے نہیں بیٹھے' بلکہ اس فیصلہ کے تقاضوں کو پورا کرنے کی کوششیں شروع کردیں' اس سلسلہ میں آپ کے پیش نظر تین چیزیں تھیں۔

۱۔ اندرون ملک صرف قادیانیوں کے "غیر مسلم" ہونے پر اکتفاء نہ کیا جائے' بلکہ حکومتی سطح پر ان کے ساتھ معاملہ بھی وہی کیا جائے جس کے غیر مسلم مستحق ہیں۔ مثلاً" شناختی کارڈ اور پاسپورٹ میں ایک

خانہ مذہب کا تجویز لیا جائے اور اس میں قادیانیوں کے "غیر مسلم" ہونے کی تصریح کی جائے۔ قادیانیوں کو اسلام کے شعار اپنانے کی اجازت نہ دی جائے اور ان امور کے لئے مناسب قانون سازی کی جائے وغیرہ وغیرہ۔

۲۔ بیرون ملک جہاں جہاں قادیانی اثرات ہیں وہاں تحریک ختم نبوت کو ایک عالمی تحریک کی شکل دی جائے۔ پاکستان قومی اسمبلی کے فیصلہ کی دنیا بھر کی زبانوں میں اشاعت کی جائے اور قادیانیوں نے اسلام اور مسلمانوں سے جو غداریاں کی ہیں۔ ان سے ساری دنیا کے مسلمانوں کو باخبر کیا جائے۔ آئندہ قادیانیوں کے جو منصوبے ہیں ان پر کڑی نظر رکھی جائے

۳۔ سب سے اہم یہ کہ جو لوگ غفلت یا جہالت کی بناء پر قادیانی چنگل میں گرفتار ہوئے ہیں۔ اور انہوں نے قادیانیت کو واقعی اسلام سمجھ کر قبول کیا ہے جہاں تک ممکن ہو موعظت و حکمت کے ساتھ انہیں اسلام کی دعوت دی جائے اور اسلام اور قادیانیت کے درمیان جو مشرق و مغرب کا بعد ہے وہ ان پر واضح کیا جائے۔

حضرت اقدسؒ نے مولانا سمیع الحق مدیر ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک کے نام اپنے ایک گرامی نامہ میں ان نکات کی وضاحت فرمائی ہے جو درج ذیل ہے :

" برادر محترم مولانا سمیع الحق صاحب زادکم اللہ توفیقاً الی الخیر السلام علیکم ورحمۃ اللہ

نہ معلوم نامہ کرم کب آیا اور کہاں ہے لیکن عزیز محمد بنوری سلمہ سے یہ معلوم ہوا کہ جواب کا انتظار کر رہے ہیں اور اشاعت رکی ہوئی ہے۔ اس لیے چند حروف لکھ رہا ہوں' تفصیل کی نہ حاجت' نہ فرصت' نہ ہمت' انتصار بلکہ ایجاز سے عرض ہے کہ آئینی فیصلہ نہایت صحیح اور باصواب ہے' اگرچہ بعد از وقت ہے اور بعد از خرابی بسیار۔ وزیر اعظم صاحب نے جو اخبارات میں یہ اعتراف فرمایا ہے کہ "قادیانی مسئلہ کے حل ہونے سے پاکستان کو سیاسی استحکام حاصل ہوگیا۔" اور تہامی صاحب نے یہ اعلان فرمایا کہ "پاکستان آج صحیح معنوں میں پاکستان بنا۔" دونوں سیاست دانوں کے اعلان سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔ اور یہ بھی کہ یہ کام کتنے عرصے پہلے ہونا چاہئے تھا۔

ہماری ذمہ داری ختم نہیں ہوئی بلکہ آئینی نقوش کو جب تک عملی جامہ نہ پہنایا جائے اس وقت تک مقصد ناتمام ہے۔ "اسلام در کتاب و مسلمانان در گور" والا معاملہ ہوگا' اندرون ملک قادیانیوں کا جو کچھ رد عمل ہے وہ تذبذب ہے' مایوسی ہے اور زیادہ سے زیادہ گیڈر بھبکی ہے اور کچھ نہیں۔ باہر ممالک میں حتی کہ انگلستان میں بھی اس کے اچھے اثرات مرتب ہو رہے ہیں' لیکن افریقہ کے ممالک میں اس آئینی فیصلہ کی اشاعت اور عام کرنے کی بڑی ضرورت باقی ہے حکومت کو اپنا بین الاقوامی دامن بچانے کے لئے ...... عربی' انگریزی اور فرانسیسی زبان میں اس مقصد کی اشاعت اپنے سفیروں کے ذریعہ تمام ممالک میں کرانی چاہئے اس وقت جو کچھ حکومت کی پالیسی ہے اس میں تغافل' تذبذب بلکہ ایک گونہ نفاق ہے' اس لئے (حکومت نے) عملی رت میں کوئی اقدام نہیں کیا' نہ ان قیدیوں کو رہا کیا (جو تحریک ختم نبوت کے دوران گرفتار کئے گئے) نہ ربوہ کو باقاعدہ تحصیل کی شکل دی ہے' نہ فارغ علاقہ ان سے واپس لیا ہے ہو سکتا ہے کہ مرکز سے زیادہ پنجاب گورنمنٹ کی دو غلی پالیسی یا طرف دارانہ پالیسی کا نتیجہ ہو۔ بہر حال حالات اگر مایوس کن نہیں تو زیادہ امید افزا بھی نہیں۔ بس اس وقت زیادہ لکھنے کی فرصت نہیں۔ تفصیلات بہت کچھ ہیں۔ والسلام۔"

یہ گرامی نامہ ۱۹۷۵ء کے آغاز میں (۱۳ جنوری کو) تحریر فرمایا' ان دنوں حضرتؒ پر پوری دنیا میں اس تحریک کو عام کرنے کا جذبہ بڑی شدت سے غالب تھا۔ فرماتے تھے "کاش میں جوان ہوتا" قوی میں طاقت و ہمت ہوتی تو دنیا بھر میں آگ لگا دیتا۔

چنانچہ ضعف و ناتوانی اور پیرانہ سالی کے باوجود آپ نے فتنہ قادیان کے استیصال کے لئے بیرونی ممالک میں بھی کوششیں شروع کر دیں' اور یورپ افریقہ اور مشرق وسطی میں مسلمانوں کو قادیانیت کے مقابلہ میں منظم اور بیدار کرنے کے لئے خود دو مرتبہ طویل سفر فرمایا۔ پہلا سفر ۱۹۷۴ء کے اواخر میں انگلستان کا کیا۔ جس کی ابتداء حرمین کی حاضری اور اعتکاف سے ہوئی۔ اس کا مختصر سا تذکرہ حضرتؒ نے ذیقعدہ ۱۳۹۴ھ (دسمبر ۱۹۷۴ء) کے "بصائر و عبر" میں کیا ہے جس کا ابتدائی حصہ درج ذیل ہے۔

الحمد للہ ماہ رمضان المبارک میں کچھ لمحات حرمین شریفین میں نصیب ہوئے۔ انگلستان کی دینی دعوت آئی تھی۔ اگرچہ صحت اچھی نہیں تھی اور ڈاکٹروں کی حتمی رائے سفر نہ کرنے کی تھی' اور خود مجھے بھی تردد ضرور تھا' لیکن استخارہ کر کے اللہ کا نام لے کر جدہ سے ۲۲ نومبر ۱۹۷۴ء کو روانہ ہو گیا' ہڈرسفیلڈ میں جاتے ہی ایک جدید حادثے سے دوچار ہوا' ڈاکٹروں نے تین روز سکوت اور ایک ہفتہ آرام کا مشورہ دیا۔ لیکن بیانات کا نظم بن چکا تھا اور اس کا اعلان ہو گیا تھا اس لئے بادل ناخواستہ ڈاکٹروں کے مشورے کے خلاف کرنا پڑا' الحمد للہ کہ تقریباً" تمام پروگرام حق تعالی شانہ' نے پورا کرا دیا۔ متعدد مقامات پر جانا ہوا۔ اور جن اہم دینی مسائل کی ضرورت سمجھی ان پر بیانات ہوئے۔ ہڈرسفیلڈ' بولٹن' ڈیوزبری' بلیک برن' پرسٹن' بریڈفورڈ' کلنسز' والسال' برمنگھم' ولور ہملٹن' کوینٹری' لسٹر' نیٹی ٹن اور خود لندن کے مختلف مقامات پر پروگرام بن چکے تھے' اللہ تعالی نے باوجود صحت کی خرابی و طبیعت کی ناسازی کے توفیق محض اپنے فضل و کرم سے نصیب فرمائی۔

متعدد دینی موضوعات پر بیان ہوا۔ مثلاً"

۱۔ دین اسلام بڑی نعمت ہے۔ ۲۔ اسلام اور بقیہ مذاہب کا موازنہ۔ ۳۔ دنیا و آخرت کی نعمتوں کا

موازنہ۔ ۴۔ دنیا کی زندگی کی حقیقت۔ ۵۔ طمانیت قلب دنیا کی سب سے بڑی نعمت ہے اور اس کا ذریعہ حقیقی اسلام ہے۔ ۶۔ ذکر اللہ جس طرح حیات قلوب کا ذریعہ ہے ٹھیک اسی طرح بقاء عالم کا ذریعہ بھی ہے۔ ۷۔ لندن انگلستان میں مسلمانوں کی زندگی کا نقشہ۔ ۸۔ دنیا کی زندگی میں انہماک اور آخرت سے دردناک غفلت۔ ۹۔ انگلستان میں مسلمانوں نے اگر دینی انقلاب اختیار نہ کیا تو ان کا مستقبل نہایت تاریک ہے۔ ۱۰۔ انگلستان کے پر از شہوت ماحول میں اصلاح نفوس کی تدبیر۔ ۱۱۔ مخلوط تعلیم کے دردناک نتائج اور اس سے بچنے کا لائحہ عمل۔ ۱۲۔ محبت رسول کی روشنی میں سنت و بدعت کا مقام۔ ۱۳۔ حضرات انبیاء کرام کی عصمت اور صحابہ کرام کا مقام۔ ۱۴۔ انگلستان میں عالم دین کی زندگی کیسی ہو؟۔ ۱۵۔ رویت ہلال وغیرہ بعض مسائل میں علماء کا اختلاف اور اتحاد کے لیے لائحہ عمل۔ ۱۶۔ قادیانی مسئلہ اور اس کا متفقہ حل"

لوگ انگلستان جاتے ہیں تو بڑی "سوغاتیں" ساتھ لاتے ہیں' مگر حضرتؒ کے اس سفر کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ حضرتؒ نے اس میں کوئی ہدیہ قبول نہیں کیا' فرماتے تھے کہ "مجلس تحفظ ختم نبوت" کے لیے ایک شخص نے باصرار پانچ پونڈ کا عطیہ دیا تھا' صرف وہی لایا ہوں۔ اس کے سوا کچھ نہیں لایا۔

حضرت نے اس سلسلہ میں دوسرا سفر قریباً ایک درجن افریقی ممالک کا کیا' جو حسب معمول حرمین شریفین سے شروع ہوا اور حرمین پہنچ کر ختم ہوا۔ اس سفر کی مفصل روداد حضرت کے رفیق سفر جناب مولانا ڈاکٹر عبد الرزاق کے مقالہ میں ملاحظہ فرمائی جاسکتی ہے۔ البتہ حضرتؒ نے اس سفر کے بارے میں ایک گرامی نامہ نیروبی سے تحریر فرمایا تھا اس کا اقتباس یہاں دیا جاتا ہے جس سے کام کے طریق کار پر روشنی پڑتی ہے۔۔۔

"جدہ سے روانگی کے وقت کچھ معلوم نہ تھا کہ کہاں کہاں جانا ہوگا اور کس طرح کام کرنا ہوگا' اس لیے روانگی ایسے وقت ہوئی کہ نہ پورے ویزے لے سکے۔ نہ باقاعدہ کسی کو مطلع کیا جاسکا۔۔ نیروبی پہنچ کر کچھ نقشہ کام کا سمجھ میں آیا کہ موثر اور صحیح صورت یہ ہے کہ ہر مرکزی مقام پر مقامی باشندوں کی جماعت "مجلس تحفظ ختم نبوت" کے نام سے تشکیل دی جائے جو بسلسلہ قادیانیت موثر کام کرسکے' اور تقریروں میں اسلام اور ختم نبوت کی اہمیت و حقیقت واضح کی جائے' چنانچہ اس انداز سے کام شروع کیا اور نشان منزل نظر آنے لگا۔۔۔

زمبیا سے واپسی پر یوگنڈا کا ویزا نہ ہونے کی وجہ سے تین چار دن یہاں تاخیر ہوگئی' شاید کل روانگی ہوسکے گی۔۔۔ سفر کے اختصار کا سوچ رہا تھا' لیکن معلوم ہوا کہ نائیجیریا میں قادیانیوں کے اسکول ہسپتال اور ادارے ہیں اور حکومت میں بھی ان کے عہدے ہیں۔ وہاں جانے کی شدید ضرورت ہے' اس لیے مغربی افریقہ کا ارادہ کرنا پڑا' اور پھر ساتھ ہی مغربی افریقہ کے بقیہ ممالک کا جوڑ بھی لگانا ہوگا۔ اس لیے سفر طویل ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ آسان فرمائیں۔ آمین"۔

حضرت کا یہ سفر جدہ سے ۷ر شوال ۱۳۹۵ھ مطابق ۱۲ر اکتوبر ۱۹۷۵ء کو شروع ہوا' اور ۱۹ر ذیقعدہ ۱۳۹۵ھ مطابق ۲۲ر نومبر ۱۹۷۵ء کو جدہ واپسی ہوئی۔

۱۹۷۵ء میں انڈونیشیا کے ایک بہت بڑے عالم الشیخ الحسین الشافعی مشرق وسطیٰ کے دورہ سے واپسی پر حضرتؒ کی خدمت میں کراچی تشریف لائے کئی دن ان کا قیام رہا اور انہوں نے حضرتؒ کے سامنے انڈونیشیا میں قادیانی سرگرمیوں اور نصرانی سازشوں کی تفصیلات پیش کیں یہ بھی بتایا کہ "قادیانیوں سے ہمارا معرکہ رہتا ہے جب ہم مرزا غلام احمد کا کوئی حوالہ پیش کرتے ہیں تو قادیانیوں کی طرف سے اصل کتاب پیش کرنے کا مطالبہ ہوتا ہے۔۔۔ میں نے مولانا ابوالحسن علی ندوی مدظلہ' کو لکھا تھا کہ اس سلسلہ میں ہماری راہنمائی کریں۔ انہوں نے جواب دیا کہ اس فن کے امام مولانا شیخ محمد یوسف بنوری ہیں۔ کراچی میں ان سے رجوع کرو۔ اس لیے میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں"۔

حضرتؒ نے ان کی بہت ہی قدر اور ہمت افزائی کی اور ان سے فرمایا کہ ہم نہ صرف قادیانیوں کا سارا لٹریچر آپ کے لیے مہیا کریں گے بلکہ ایک ایسا عالم بھی بھیجیں گے جو قادیانیت کا پورا ماہر ہو۔ کیونکہ قادیانیوں کی بیشتر کتابیں اردو میں ہیں۔ ہمارے آدمی آپ کے یہاں کے علماء کو قادیانی کتابوں کے حوالوں کا ترجمہ عربی میں نوٹ کرا دیں گے۔ اور قادیانیت پر ایسی تیاری کرا دیں گے کہ اس کے بعد آپ حضرات کو کسی اور سے مراجعت کی حاجت نہیں ہوگی۔ وہ نقشہ آج بھی راقم الحروف کی آنکھوں کے سامنے ہے جب شیخ حسین رخصت ہوتے ہوئے حضرت کی پیشانی اور ریش مبارک کو بوسہ دے رہے تھے ان کی آنکھوں سے سیل اشک رواں تھا۔ اور وہ بڑے رقت انگیز لہجے میں حضرت سے درخواست کر رہے تھے۔

یاسیدی زودنی بما زود سیدنا رسول اللہ ﷺ معاذ بن جبل حین بعثہ الی الیمن"۔

اور جواب میں حضرتؒ نے اسی رقت آمیز مگر بزرگانہ لہجہ میں فرمایا:

زودک اللہ التقوی۔ واستودع اللہ دینکم وامانتکم وخواتیم اعمالکم

بہر حال ان کی درخواست پر حضرتؒ نے جناب مولانا عبد الرحیم اشعر اور رفیق محترم مولانا اللہ وسایا اصلاحی کو قادیانیوں کا ضروری لٹریچر دے کر انڈونیشیا بھیجا' ان حضرات نے وہاں قادیانیوں کو مناظرہ و مباحثہ کی دعوت دی' مگر کوئی مقابلے پر نہیں آیا' وہاں مختلف مقامات پر ان کے بیانات ہوئے جن کا ترجمہ ساتھ ساتھ انڈونیشین زبان میں ہوتا رہا۔ وہاں کے ریڈیو پر بھی ان کی تقریریں نشر ہوئی

اور سب سے اہم کام یہ کیا کہ قریباً "دو صد حضرات علماء وکلاء اور طلبہ کی ایک بڑی جماعت کو عربی میں قادیانیت سے متعلق مختلف موضوعات پر تیاری کرائی۔ قادیانیوں کی کتابوں کے اصل ماخذ کی نشاندہی پیش کر کے ان کا عربی میں ترجمہ کرایا۔۔اس طرح ایک بڑی جماعت کی رد قادیانیت پر تیاری مکمل کرائی فالحمدللہ علی ذالک

ان دونوں احباب کی میزبانی کے فرائض شیخ حسین الحبشی نے ادا کئے۔ مگر سفر کے جملہ مصارف حضرتؒ نے جماعت کی طرف سے برداشت کیے اور قادیانی لٹریچر کا یہ ذخیرہ بھی انڈونیشیا چھوڑ دیا گیا یہ دو رکنی وفد ۲۶ ذوالحجہ ۱۳۹۵ھ مطابق ۲۲ دسمبر ۱۹۷۵ء کو کراچی سے روانہ ہوا اور ۱۸ محرم ۱۳۹۶ھ مطابق ۲۴ جنوری ۱۹۷۶ء کو واپس ہوا' ان کی واپسی پر شیخ حسین نے حضرت کی خدمت میں شکریہ کا خط لکھا جس میں ان حضرات کی مساعی کی تفصیل کا ذکر کرتے ہوئے لکھا "ان حضرات کا قیام اگرچہ ایک مہینہ رہا' لیکن ہم نے ان سے ایک سال کا استفادہ کیا"۔

رمضان مبارک ۱۳۹۵ھ میں "مجلس تحفظ ختم نبوت" کے فاضل مبلغ جناب مولانا سید منظور احمد شاہ صاحب کو متحدہ عرب امارات میں کام کرنے کے لیے بھیجا وہاں روابط قائم کرنے کے لیے حضرتؒ نے ابو ظہبی میں شئون دینیہ کے سربراہ جناب ڈاکٹر عبدالمنعم النمر اور ابو ظہبی کے قاضی القضاۃ شیخ احمد بن عبدالعزیز المبارک کے نام عربی میں الگ الگ گرامی نامے تحریر فرمائے۔ نیز ابو ظہبی کے پاکستانی حضرات کے نام اردو میں حسب ذیل گرامی نامہ تحریر فرمایا:

"اس وقت اسلام جن فتنوں سے گھرا ہوا ہے۔ محتاج بیان نہیں' مسلمان دنیا کے جس خطے میں ہو اسلام کا داعی اور مبلغ ہے' اور ہر شخص اپنی بساط کے مطابق اس کا مکلف ہے کہ دینی خدمات انجام دے اور آخرت کی سرخروئی اور قیامت کی جوابدہی حاصل کرے۔

مجلس مرکزی "تحفظ ختم نبوت" نے اپنی شاخ کے افتتاح کا ارادہ کیا ہے' تاکہ اس کے ذریعہ ابو ظہبی اور امارات خلیج میں دینی خدمت ہو سکے اس خدمت کے لیے اپنے ایک داعی و مبلغ مولانا منظور احمد شاہ کا تقرر کیا ہے۔

آپ حضرات کے دینی مزاج اور مکارم اخلاق سے مجھے پوری توقع ہے کہ موصوف کی مقدور بھر امداد میں جس طرح بھی ہو سکے دریغ نہیں فرمائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو ان دینی خدمات کی توفیق عطا فرمائے"۔

چنانچہ موصوف نے وہاں کے احباب کے توسط سے اکابر علماء اور شیوخ سے رابطہ قائم کیا' انہیں قادیانیت کے مالہ وماعلیہ سے آگاہ کیا' قادیانی لٹریچر سے جو ساتھ لے کر گئے تھے۔ قادیانیوں کے مرتدانہ نظریات و عقائد نکال کر دکھائے اور ان کی اسلام کش سرگرمیوں کی تفصیلات بتائیں جس کے نتیجہ میں وہاں کے رئیس القضاۃ شیخ احمد بن عبد العزیز المبارک نے قادیانیت کے خلاف وہ فیصلہ لکھا جو جماعت کی طرف سے "قادیانیوں کا ایک اور عبرت ناک انجام" کے عنوان سے شائع ہو چکا ہے۔ مولانا منظور احمد شاہ صاحب نے ۱۹۷۶ء میں متحدہ عرب امارات کے علاوہ کویت اور بحرین کا دورہ بھی کیا اور وہاں مجلس تحفظ ختم نبوت کی شاخیں قائم کیں۔

۱۹۷۵ء میں مولانا مقبول احمد کو ختم نبوت کے داعی کی حیثیت سے انگلینڈ بھیجا۔ موصوف نے وہاں کے نہ صرف پاکستانی حضرات سے رابطہ قائم کیا بلکہ ممالک عربیہ کے طلبہ میں بھی کام کیا۔

۱۹۷۶ء کو "مدرسہ عربیہ اسلامیہ" کے متخصص جناب مولانا اسد اللہ طارق کو نیو آئرلینڈ کے لئے داعی و مبلغ بنا کر بھیجا' موصوف نے وہاں ایک سال سے زیادہ عرصہ کام کیا' اس کے بعد جرمنی تشریف لے گئے' اور وہاں قادیانیت کا ناطقہ بند کیا۔

۱۹۷۶ء میں مولانا منظور احمد چنیوٹی اور علامہ ڈاکٹر خالد محمود (مقیم برمنگھم) نے افریقی ممالک کا دورہ کیا' اس کی روئیداد اخبارات و رسائل کے علاوہ الگ بھی شائع ہو چکی ہے۔

مساجد و مراکز کی تعمیر

سید بنوری قدس سرہ کے سہ سالہ دور امارت میں "مجلس تحفظ ختم نبوت" کے تعمیراتی منصوبوں میں بھی حیرت افزا ترقی ہوئی' متعدد مسجدیں تعمیر ہوئیں۔ جماعتی مراکز کا افتتاح ہوا اور کئی مدارس کھلے ان کی مختصر سی فہرست حسب ذیل ہے۔

۱۔ محلہ غریب آباد بیرون چوک شہیدان ملتان میں "مسجد الفاروق" تعمیر ہوئی۔

۲۔ کری ضلع تھرپارکر (سندھ) میں ایک مسجد تعمیر ہوئی۔

۳۔ جماعت کے زیر اہتمام ربوہ اسٹیشن پر مسجد تعمیر کی گئی' وہاں خطابت کے فرائض جماعت کے مبلغ جناب مولانا خدا بخش صاحب اور تدریس کی خدمات جناب حافظ شبیر احمد صاحب انجام دے رہے ہیں۔

۴۔ جماعت کے موجودہ مرکزی دفتر (واقع تغلق روڈ ملتان) کو حضرتؒ نے جماعت کے وسیع کام اور مستقبل کے منصوبوں کے لئے ناکافی سمجھ کر دفتر کے لئے ایک نیا قطعہ اراضی خریدنے کا حکم فرمایا' جس میں مسجد' لائبریری' اشاعتی مکتبہ' پریس اور دیگر ضروریات کے علاوہ بیرونی ممالک کے مندوبین کے قیام کے انتظامات ہوں۔ چنانچہ ملتان میں حضوری باغ روڈ پر ایک قطعہ اراضی خرید کیا گیا' حضرت کے بعض مخلصین احباب کی وساطت سے حق تعالیٰ نے اس کی تعمیرات کا انتظام بھی فرما دیا۔ اب یہ جدید مرکز تکمیل کے آخری مراحل میں ہے۔ جو انشاء اللہ حضرتؒ کے لیے صدقہ جاریہ رہے گا۔

۵۔ ہڈر شفیلڈ (انگلینڈ) میں جماعت کے لئے ایک عمارت حضرت مولانا لال حسین نے اپنے قیام یورپ کے زمانہ میں خرید کی تھی۔ جماعت کا دفتر اسی

عمارت میں تھا مگر اس کی مکانیت دفتر کی ضروریات کے لئے موزوں نہیں تھی' جناب مولانا مقبول احمد صاحب وہاں تشریف لے گئے تو ان کی توجہ سے وہاں کے ایک صاحب خیر دوست نے مسجد و مدرسہ اور دفتر کی تعمیر کے لئے ایک قطعہ اراضی وقف کر دیا۔ بحمد للہ اس کی تعمیرات بھی شروع ہیں۔

۶۔" جابہ" کے احباب کی درخواست پر حضرت" نے وہاں ختم نبوت کی طرف سے مسجد تعمیر کرنے کا حکم فرمایا۔ مگر افسوس کہ اس کی تعمیر بھی باقاعدہ شروع نہیں ہوئی تھی کہ حضرت" کا وصال ہو گیا۔

۷۔" مسلم کالونی ربوہ" میں جماعت کے لیے ایک وسیع قطعہ اراضی حاصل کیا گیا۔ وہاں بھی ایک عظیم الشان مسجد' مدرسہ' لائبریری دفتر مہمان خانہ وغیرہ کی تعمیر کا منصوبہ ہے کام کا آغاز ہو چکا ہے۔۔ رئیس المبلغین حضرت مولانا محمد حیات فاتح قادیاں وہاں فروکش ہیں۔

۸۔اسلام آباد میں جماعت کا دفتر کرائے کی عمارت میں تھا۔ حضرت کی خواہش تھی کہ وہاں کسی موزوں جگہ پر قطعہ اراضی لے کر مسجد اور دفتر تعمیر کیا جائے' تاہم سردست دفتر کے لیے ایک مناسب عمارت خرید لی گئی۔

۹۔ حضرت" کے دور امارت میں ربوہ' ملتان اور چنیوٹ میں نئے مدارس کا افتتاح ہوا۔

۱۰۔پاکستان کے بڑے شہروں میں جماعت کے دفاتر کرائے کی عمارت میں ہیں کراچی' لاہور' اور حیدر آباد وغیرہ مرکزی شہروں میں دفاتر کی تعمیر کے لیے بھی حضرت" فکر مند تھے مگر حضرت" کی یہ خواہش تشنہ تکمیل رہی۔

شعبہ نشرواشاعت

حضرت" کے دور میں جماعت کے شعبہ نشرواشاعت کو بھی خاصی ترقی ہوئی اگرچہ یہ دور ۱۹۷۴ء اور ۱۹۷۶ء کی تحریکات کے ہنگامہ رستاخیز کی بنا پر اشاعتی کاموں کی لئے بڑا حوصلہ شکن تھا' تاہم جماعت نے قریبا" دو لاکھ روپیہ اشتہارات اور کتابچوں کے علاوہ نہایت وقیع اور علمی کتابوں کی اشاعت پر خرچ کیا۔ اس کا مختصر سا جائزہ پیش خدمت ہے۔

ملت اسلامیہ کا موقف

دو سو صفحے کی یہ کتاب "مجلس عمل" کے نمائندگان اسمبلی کی جانب سے قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی کے سامنے مسلمانوں کا موقف پیش کرنے کی غرض سے جدید انداز میں مرتب کی گئی' جس میں قادیانیت کی مذہبی سماجی اور سیاسی حیثیت کی وضاحت کرتے ہوئے بتایا گیا کہ قادیانی کیوں دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ یہ پہلی کتاب تھی جو حضرت کے دور میں شائع ہوئی۔ اس کی تالیف و طباعت بھی حضرت" کی کرامت تھی۔ دو صد صفحے کی کتاب مگر سننے والوں کو یقین نہیں آئے گا کہ فراہمی سے لے کر اس کی تجلید تک تالیف' کتابت' اور طباعت وغیرہ کے تمام مراحل چھ دن میں طے ہوئے' راولپنڈی میں حضرت نے علماء کا ایک بورڈ مقرر کر دیا تھا۔ مولانا محمد حیات اور مولانا عبد الرحیم اشعر مواد فراہم کر رہے تھے۔ مولانا محمد تقی عثمانی اور مولانا سمیع الحق اس کی تالیف میں مصروف تھے' اور حضرت المخدوم سید انور حسین نفیس رقم الحسینی اپنے رفقا سمیت اس کی کتابت میں مصروف تھے روزانہ جتنا حصہ لکھا جاتا وہ علماء کی مجلس میں سنایا جاتا اور کتابت ہو جاتا۔

کتاب کی تالیف و کتابت مکمل ہوئی تو طباعت کا مرحلہ درپیش تھا۔ مشکل یہ تھی کہ پریس پر پابندی عائد تھی اور قادیانیوں کے خلاف کسی چیز کا چھپنا ممنوع تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اس مشکل کو بھی آسان فرمادیا۔ اس طرح یہ کتاب مواد کی فراہمی سے لے کر طباعت و تجلید تک چھ دن میں تیار ہو گئی۔

تمام اراکین اسمبلی میں تقسیم کی گئی۔ اور حضرت مولانا مفتی محمود مد ظلہ نے اسمبلی میں حرفا" حرفا" پڑھ کر سنائی۔ حضرت نے اب اس کی دوبارہ طباعت کا حکم فرمایا تھا۔

۲۔ ملت اسلامیہ کا موقف (عربی ایڈیشن)

بیرون ممالک کی ضروریات کا تقاضا تھا کہ اس کتاب کے عربی اور انگریزی ایڈیشن بھی شائع کیے جائیں چنانچہ حضرت" نے اپنے رفیق و خادم جناب مولانا ڈاکٹر عبد الرزاق اسکندر کو اس کے عربی ترجمہ کا حکم فرمایا' موصوف نے "موقف الامۃ الاسلامیہ من القادنیۃ" کے نام سے اس کا عربی ترجمہ کیا' حضرت" نے خود اس پر ایک نفیس مقدمہ لکھا اور افریقی ممالک کے دورہ پر جانے سے پہلے اسے اعلیٰ کاغذ اور عمدہ ٹائپ سے طبع کرایا اور عالم اسلام خصوصا" افریقی ممالک میں اسے تقسیم فرمایا۔

۳۔ملت اسلامیہ کا موقف (انگریزی)

اس کتاب کے انگریزی ترجمہ کے لیے حضرت" نے کتاب کے مصنف جناب مولانا محمد تقی عثمانی کو فرمایا۔ بحمد للہ موصوف نے اس کا انگریزی ترجمہ بھی کیا' جو دار العلوم لانڈھی سے شائع ہوا۔

۴۔ خاتم النبیین

یہ حضرت" کے شیخ امام العصر مولانا محمد انور کشمیری رحمتہ اللہ علیہ کی آخری تالیف ہے' جو مسئلہ ختم نبوت پر انوری علوم و معارف کا گنجینہ ہے۔ اس کی زبان فارسی تھی اور ایک مدت سے اس کے اردو ترجمہ کی شدید ضرورت محسوس کی جارہی تھی' اس لیے حضرت" نے راقم الحروف کو اس کے ترجمہ و تشریح کا حکم فرمایا۔ بحمد اللہ حضرت" کی عنایت و توجہ سے بہت مختصر سے عرصہ میں اس کے ترجمہ و تشریح اور تبویب و تخریج کا کام ہوا۔ پہلے ماہنامہ بینات میں بالاقساط شائع ہو چکی تو اسے مستقل شائع کرنے کا حکم فرمایا اور اس پر ایک گرانقدر مقدمہ بھی تحریر فرمایا۔ افسوس ہے کہ یہ کتاب حضرت کے وصال کے تین دن بعد پریس سے آئی۔

حضرت کے حکم سے رد قادیانیت پر ایسی کئی قدیم اور نایاب کتابیں بھی شائع کی گئیں جن کے لوگ بہت ہی متلاشی تھے' مثلاً

۱۔ رئیس قادیان مولفہ مولانا ابو القاسم دلاوری' مرزا غلام احمد قادیانی کے پوست کندہ حالات اور اس دور کی تاریخ پر اس سے بہتر کوئی کتاب نہیں۔

۲۔ خرافات مرزا۔ مولفہ مولانا نور محمد خان سابق مبلغ مظاہر علوم سہارن پور جس میں مرزا قادیانی کی دشنام طرازی اور فحش گوئی کو باحوالہ ردیف وار جمع کیا گیا ہے۔ حضرت فرماتے تھے کہ ایک سنجیدہ آدمی کے لیے بس یہی ایک رسالہ کافی ہے۔

۳۔ ہدیۃ المہدیین مولفہ مولانا محمد شفیع رحمہ اللہ مفتی اعظم پاکستان یہ رسالہ جو حضرت مفتی صاحب نے اپنے شیخ انورؒ کے ایماء اعانت سے مرتب فرمایا تھا' حضرت مفتی صاحب کے ایصال ثواب کے لیے شائع کیا گیا اور حضرت نے ایک تحریک کی شکل میں اس کی اشاعت کا حکم فرمایا۔ (تفصیلات مجلس تحفظ ختم نبوت تعلق روڈ ملتان سے معلوم کی جا سکتی ہیں)

۴۔ قادیانیوں سے ستر سوالات مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوری

۵۔ اشد العذاب علی مسیلمۃ الپنجاب مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوری

۶۔ مجموعہ رسائل مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوری

حضرت چاند پوریؒ دور ثانی کے اکابر دیوبند میں سے تھے۔ میدان مناظرہ میں قادیانیوں نے ان کے ہاتھوں بارہا عبرت ناک شکست کھائی' تحریر کے میدان میں قدم رکھا تو ایسے کلاشکن رسائل لکھے کہ قادیانی آج تک ان کے جواب نہیں دے سکے۔ جماعت نے ان کے تمام رسائل کو دوبارہ شائع کیا۔ ان کے علاوہ چند نئے رسائل بھی مرتب کر کے شائع کیے گئے۔ مثلاً "قادیانیوں کو دعوت اسلام' ربوہ سے تل ابیب تک' مراق نبی' مرزائی اور تعمیر مسجد؟' مرزا کا اقرار' قادیانیت علامہ اقبال کی نظر میں۔ وغیرہ وغیرہ

یہ حضرت بنوریؒ کے دور امارت کا مختصر سا خاکہ ہے اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ حضرتؒ کی برکت سے رد قادیانیت پر کتنا کام ہوا۔ واقعہ یہ ہے کہ حضرتؒ کی قیادت میں جماعت کا ہر شعبہ قلت وسائل کے باوجود بہت ہی فعال ہو گیا تھا اور کام کی نئی نئی صورتیں سامنے آنے لگی تھیں۔ لیکن صد حیف

"روئے گل سیر ندیدیم وبہار آخر شد"۔

حضرتؒ کے بعد آپ کے نائب عارف باللہ حضرت مولانا خان محمد سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ مجددیہ (کندیاں) کو "مجلس تحفظ ختم نبوت" کا قائد و امیر منتخب کیا گیا۔ حق تعالیٰ موصوف کے انفاس طیبات میں برکت فرمائے۔ والحمد للہ اولاً و آخراً"

حضرت بنوریؒ کے ارشادات

"جس طرح کسی مسلمان کو کافر کہنا گناہ عظیم ہے ٹھیک اسی طرح کسی کافر کو مسلمان کہنا بھی بڑا عظیم جرم ہے' اگر علماء امت اس فریضہ میں کوتاہی کریں تو اداء فرض کی کوتاہی میں عند اللہ مجرم ہوں گے البتہ یہ ضروری ہے کہ اس فریضہ کی ادائیگی علم صحیح کی روشنی میں نیک نیتی سے ہو' جذبات سے بالاتر ہو۔"

"ہر مملکت کی نوعیت اس کے دستور اور قوانین سے پہچانی جاتی ہے جس طرح کیمونسٹ حکومت کا نظام اس کے دستور سے معلوم ہو گا اور جمہوری مملکت اس کے آئین سے معلوم ہو گی۔ اسی طرح ایک اسلامی مملکت کی شناخت کی علامت اسلامی دستور ہے۔ اگر کسی اسلامی مملکت میں غیر اسلامی اقلیت موجود ہے تو اس کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ ان کو غیر مسلم کہنا جرم ہو گا۔ کوئی غیر مسلم صرف اسلامی مملکت میں رہنے سے تو مسلمان نہیں بنے گا' کافر کافر رہے گا اور مسلمان مسلمان' اگر کافر موجود ہے تو اس کو کافر کہنا پڑے گا' اگر کوئی شخص اسلامی قوانین میں سے بھی کسی قانون کا انکار کرے گا تو وہ یقیناً "کافر اور غیر مسلم قرار دیا جائے گا"۔"

(بصائر و عبر۔ رمضان المبارک ۸۸ھ)

عبدالخالق گل محمد اینڈ سنز
گولڈ اینڈ سلور مرچنٹس
اینڈ آرڈر سپلائرز
شاپ نمبر ایف۔ ۹۱۔ صرافہ
میٹھادر کراچی فون۔ ۲۵۵۰۷۲

تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء کی کہانی

مولانا تاج محمودؒ کی زبانی

۲۹ مئی ۱۹۷۴ء کو ربوہ ریلوے اسٹیشن پر نشتر میڈیکل کالج ملتان کے طلباء پر آہنی سلاخوں' لوہے کی تاروں کے بنائے ہوئے کوڑوں۔ آہنی پنجوں سے حملہ کیا گیا۔ ان کو خوب مارا پیٹا۔ زخمی کیا گیا ایک ہفتہ پہلے یہ لڑکے تفریحی سفر پر پشاور کے لئے جاتے ہوئے چناب ایکسپریس سے ربوہ اسٹیشن پر اتر کر اپنے کلاس فیلو قادیانی طلباء سے ہنسی مذاق کر رہے تھے۔ قادیانیوں کا اس زمانہ میں معمول تھا کہ وہ ربوہ سے تمام گزرنے والی ٹرینوں پر مسافروں میں اپنا تبلیغی لٹریچر تقسیم کیا کرتے تھے۔ اس روز ان طلباء میں بھی انہوں نے لٹریچر تقسیم کیا اس سے قبل طلباء کا نشتر میڈیکل کالج ملتان میں انتخاب ہوا تھا۔ ایک قادیانی اس میں امیدوار تھا۔ مسلمان طلباء نے قادیانیت کی بنیاد پر اس کی مخالفت کی تھی۔ قادیانیت کے خلاف مسلمان طلباء کی ذہن سازی تھی۔ اس لئے اس دن قادیانی لٹریچر کے تقسیم ہوتے ہی مسلمان طلباء بپھر گئے۔ قادیانیوں نے بھی ان کی جرات رندانہ کا شدید نوٹس لیا۔ قریب کے گراؤنڈ میں قادیانی نوجوان کھیل رہے تھے ان کو اطلاع ملی' وہ ہاکیوں سمیت اسٹیشن پر آدھمکے مسلمان طلباء بھی برہم' تو تکار تک معاملہ پہنچا' خدا کا شکر ہے ٹرین روانہ ہو گئی اور کوئی حادثہ نہ ہوا اور تصادم ہوتے ہوتے رہ گیا قادیانیوں نے لڑکوں پر سی آئی ڈی لگادی' ان کے پروگرام کا معلوم کیا۔ اور ان کی واپسی کا انتظار کرنے لگے۔ ہفتہ کے بعد جب وہ اسی ٹرین سے واپس ہوئے تو سرگودھا سے ہی ان کے ڈبے میں قادیانی نوجوان خدام الاحمدیہ نیم فوجی تنظیم کے رضاکار سوار ہوگئے۔ جب یہ گاڑی نشتر آباد پہنچی وہاں کے قادیانی اسٹیشن ماسٹر نے بذریعہ ریلوے فون ربوہ کے قادیانی اسٹیشن ماسٹر کو مطلع کیا کہ طلباء کا ڈبہ آخری سے تیسرا ہے۔ اس سے قبل ربوہ کا اسٹیشن ماسٹر سرگودھا تک کے اسٹیشن سے ٹرین کی آمد کے بارے میں پوچھتا رہا۔ گویا قادیانی قیادت بڑی تیاری سے دیوانگی کے ساتھ ٹرین کا انتظار کر رہی تھی۔ نشتر آباد لالیاں سے بھی قادیانی نوجوان اس ڈبہ میں سوار ہوئے۔ حالانکہ یہ ڈبہ ریزرو تھا۔ جب گاڑی ربوہ اسٹیشن پر پہنچی تو پہلے سے موجود قادیانی غنڈوں نے طلبہ کے ڈبے کا دونوں اطراف سے گھیراؤ کر لیا۔ قادیانی غنڈوں نے موجودہ قادیانی سربراہ مرزا طاہر کی قیادت میں بڑی بیدردی سے مسلمان طلباء کو مارا پیٹا زخمی کیا۔ طلباء لہولہان ہوگئے۔ ان کے کپڑے پھٹ گئے جسم زخموں سے چور چور ہوگئے۔ غنڈوں نے ان کا سامان لوٹ لیا۔ جب تک قادیانی غنڈوں کا ایکشن مکمل نہیں ہوا اس وقت تک قادیانی اسٹیشن ماسٹر نے ٹرین کو ربوہ اسٹیشن پر روکے رکھا۔ فیصل آباد ریلوے کنٹرول نے پوچھا کہ ٹرین اتنی دیر ہوگئی چلی کیوں نہیں' تو ریلوے کے عملہ نے بتایا کہ فساد ہوگیا ہے۔ ریلوے کنٹرول کے ذریعہ یہ خبر مقامی انتظامیہ و صوبائی انتظامیہ تک پہنچی۔ ہم لوگ بے خبر تھے ٹرین چنیوٹ برج سے ہوتی ہوئی چک جھمرہ پہنچ گئی وہاں سے فیصل آباد کا سفر پندرہ بیس منٹ سے بھی کم کا ہے اتنے میں دوپہر کے وقت ہانپتا کانپتا ایک آدمی میرے مکان کے عقبی دروازہ پر آیا دستک دی بچوں نے مجھے اطلاع کی میں نے کہا کہ اسے کہو کہ مسجد کے اوپر سے ہو کر میں گیٹ کی طرف سے آئے مگر اس نے کہا کہ ضروری کام ہے مولانا ایک منٹ کے لئے جلدی سے تشریف لائیں۔ میں گیا تو وہ ریلوے کنٹرول کا ایک ذمہ دار آفیسر تھا۔ اس کی زبان و ہونٹ خشک' چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں میں نے پوچھا کہ خیریت تو ہے اس نے ڈبڈباتی آنکھوں سے نفی میں سرہلایا میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ خدایا خیر' اتنا ذمہ دار آدمی اور یہ کیفیت۔ اس نے اپنی طبیعت کو سنبھالا تو مجھے ربوہ حادثہ کی اطلاع دی اب ٹرین کو پہنچنے میں صرف دس پندرہ منٹ باقی تھے میں نے شہر میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے رفقاء' علماء' شہریان' فیصل آباد کے ڈی سی' ایس پی کو فوراً" اسٹیشن پر پہنچنے کا کہا۔ پریس رپورٹران' پنجاب میڈیکل کالج' گورنمنٹ کالج کے اسٹوڈنٹس اور چیدہ چیدہ حضرات کو جہاں جہاں اطلاع ممکن تھی کر دی۔ ریلوے موکوشیڈ میں کام کرنے والے تمام لوگ میرے جمعہ کے مقتدی ہیں۔ ان کو پیغام بھجوایا کہ کام چھوڑ کر فوراً" اسٹیشن پر پہنچ جائیں میں ان امور سے فارغ ہو کر جب اسٹیشن پر پہنچا تو ہزاروں کی تعداد میں لوگ جمع تھے۔ نعرہ بازی' احتجاج ہو رہا ہے۔ پولیس کی گارد' مجسٹریٹ' ڈاکٹر صاحبان موجود ہیں جو مسلمان اس ٹرین پر سفر کر رہے تھے۔ جنہوں نے قادیانی غنڈہ گردی کا ربوہ میں نظارہ دیکھا تھا وہ بھی ہمارے اس احتجاج

میں شریک ہوگئے اسٹیشن پر اشتعال انگیز نعروں کا یہ عالم کہ کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی مجھے دیکھتے ہی احتجاجی نعروں کا فلک شگاف شور اٹھا۔ اس عالم میں مسلمان زخمی طلباء کو ٹرین سے اتارا۔ ڈاکٹر صاحبان کے مشورہ پر ان طلبہ کو گرم دودھ سے گولیاں دی گئیں زخموں پر مرہم پٹی کی گئی ڈاکٹروں کی اس ٹیم میں ایک قادیانی ڈاکٹر تھا میں نے دیکھا تو سخت پریشان ہوا کہ اگر کسی کو اس کے قادیانی ہونے کا علم ہوگیا تو اس کا یہیں پر کام تمام ہوجائے گا میں نے اپنے معتقد کے ذریعہ اس کو وہاں سے چلتا کردیا کہ اگر بدبخت تو رکا رہا تو اپنی جان کا خود ذمہ دار ہوگا ابھی اس تقضیہ سے میں فارغ ہوا تھا کہ اطلاع ملی کہ فلاں اگلے ڈبہ میں ایک قادیانی کو چھرا مار دیا گیا ہے۔ میں وہاں گیا تو مشتعل ہجوم نے ادھیڑ عمر کے فربہ بدن قادیانی کو زخمی کیا ہوا ہے اس کی پٹائی جاری ہے۔ لوگوں نے اسے نکال کر اسٹیشن ماسٹر کے کمرے میں لاکر بند کردیا۔ اس قادیانی نے مجھے کہا کہ مولانا مجھے بتایا جائے کہ مجھے کس جرم میں مارا گیا ہے میں نے کہا جس جرم میں ربوہ کے قادیانیوں نے ہمارے معصوم مسلمان بچوں کو مارا ہے۔ ان دنوں فیصل آباد کے ڈپٹی کمشنر فرید الدین احمد تھے ان کو فون کرکے بلالیا گیا ان کے ہمراہ ایس پی بھی تھے ان کو کہا کہ وہ آکر دیکھیں کہ ہمارے بے گناہ بچوں کو قادیانیوں نے کس بیدردی سے زدوکوب کیا ہے ان افسران نے طلباء سے ملاقات کی اس ڈبہ کو دیکھا جس کے اوپر کے لوہے کے کنڈے مڑے ہوئے تھے۔ جب مرہم پٹی کے عمل سے فارغ ہوئے تو افسران نے کہا کہ اب گاڑی کو آگے جانے دیں۔ ان زخمی طلباء کو یہاں اتار لیا جائے اور ان کا علاج معالجہ کیا جائے ان زخمی طلباء سے بات کی تو انہوں نے کہا کہ ہم اسی حالت میں ملتان جائیں گے۔ ہم وہاں نشتر ہسپتال میں علاج کرائیں گے ڈپٹی کمشنر نے دوبارہ کہا کہ اب آپ گاڑی آگے جانے دیں میں نے ان سے کہا کہ جبتک صوبائی حکومت ہمارے یہ مطالبات نہیں مان لیتی اس وقت تک گاڑی آگے نہیں جاسکتی۔

۱۔ اس سانحہ کی ہائی کورٹ کے جج سے تحقیقات کرائی جائے۔

۲۔ اس سانحہ میں شریک تمام ملزمان بشمول اسٹیشن ماسٹر قادیانی ربوہ و نشتر آباد کو گرفتار کیا جائے۔

۳۔ اس سانحہ کے ملزمان کو کڑی سزا دی جائے۔

ڈپٹی کمشنر نے اسٹیشن ماسٹر کے کمرہ سے چیف سیکریٹری کو فون کیا اور تمام مطالبات ان کو پیش کئے چیف سیکریٹری منٹ منٹ کی کارروائی سے باخبر تھے انہوں نے تمام مطالبات تسلیم کرلئے ڈپٹی کمشنر نے مجھے یقین دلایا کہ آپ کے تینوں مطالبات تسلیم کرلئے گئے ہیں میں نے ریلوے اسٹیشن کی دیوار پر کھڑے ہوکر تقریر کی' طلباء کو مخاطب ہوکر کہا "بچو! تم ہماری اولاد ہو۔ جگر کے ٹکڑے ہو' میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ جب تک قادیانیوں سے آپ کے خون کے ایک ایک قطرہ کا حساب نہیں لے لیا جاتا اس وقت تک ہم چین سے نہیں بیٹھیں گے۔" پریس رپورٹروں نے فوٹو لئے' زخمی طلباء کو ایئرکنڈیشن کوچ میں منتقل کیا گیا اور ٹرین روانہ ہوگئی' پلیٹ فارم پر ہی شام کے پانچ بجے' الیام ہوٹل میں پریس کانفرنس اور آئندہ کے پروگرام کا اعلان کرنے کے لئے میں نے پریس والوں کو وقت دے دیا۔ گھر آکر گوجرہ ٹوبہ ٹیک سنگھ' شورکوٹ' عبدالحکیم' مخدوم پور' خانیوال اور ملتان جہاں جہاں ٹرین رکتی تھی عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے رہنماؤں کو مظاہرہ کرنے کا سگنل دے دیا۔ چنانچہ جہاں جہاں سے ٹرین گزرتی گئی احتجاجی مظاہرہ ہوتا گیا۔

ملتان دفتر میں فون کرکے مولانا محمد شریف جالندھری' لاہور آغا شورش کاشمیری اور راولپنڈی مولانا غلام اللہ خان مرحوم کو سانحہ کی اطلاع دی۔ مولانا محمد شریف جالندھری نے کراچی حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری کو جو اس وقت عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ تھے اور خانقاہ سراجیہ مولانا خواجہ خان محمد صاحب کو جو اس وقت نائب امیر تھے اطلاع دی۔ سارا دن فون کے ذریعے مولانا محمد شریف جالندھری ملک بھر میں اطلاع کرتے رہے اور تحریک کے لئے احباب کو اپنے مشوروں سے نوازتے رہے' حالات قادیانیت کے متعلق پہلے سے ہی تحریک کے متقاضی تھے۔ یہ خبر بجلی کا کام دے گئی۔

شام کو الیام میں پریس کانفرنس ہوئی جس میں مولانا مفتی زین العابدین' مولانا فقیر محمد' مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف' صاحبزادہ سید افتخار الحسن' مولانا فضل رسول حیدر' مولانا محمد صدیق' مولانا اللہ وسایا اور دوسرے رہنماء موجود تھے۔ اخباری نمائندوں کے سامنے پوری تفصیلات بیان کیں اور دوسرے روز فیصل آباد شہر میں ہڑتال کا اعلان کردیا۔ پریس کانفرنس میں اعلان کیا کہ لاہور' کراچی' بہاولپور' کوئٹہ' حیدرآباد' سکھر' پشاور' راولپنڈی کے علماء سے مشوروں کا سلسلہ جاری رہا ہے۔ ان سے رابطہ کرکے تحریک کا آغاز کیا جائے گا۔ شہر کی تمام مساجد کے اسپیکروں اور رکشہ پر اسپیکر باندھ کر شہر میں اگلے روز کی ہڑتال اور جلسہ عام کا اعلان کرایا گیا رات عشاء کے قریب ان امور سے فارغ ہوکر گھر آیا تو آغا شورش کاشمیری مرحوم نے ٹیلی فون کیا' کہ آپ لوگ کل کیا کررہے ہیں' میں نے ساری تفصیلات بتائیں۔

آغا مرحوم نے فرمایا کہ کل کے جلسہ عام میں "قادیانیوں کے سوشل بائیکاٹ کا اعلان کریں" تاکہ عوام کا غصہ حکومت کی بجائے قادیانیت کی طرف ہو اس لئے کہ پچھلی تحریک میں قادیانیوں نے ہمارا تصادم حکومت سے کرادیا تھا اب ہم تصادم بجائے حکومت کے قادیانیوں سے رہے تاکہ پرامن تحریک جاری رکھ سکیں۔ دوسرے روز

شہر میں مثالی ہڑتال اور تاریخ ساز جلسہ عام ہوا۔ کچہری بازار کی جامع مسجد میں علماء کرام کی تقریریں ہوئیں۔ ان کے علاوہ اس جلسہ عام میں ملک احمد سعید اعوان نے بھی شرکت کی جو پیپلزپارٹی فیصل آباد کے صدر تھے انہوں نے بھی دھواں دھار تقریر کی۔ پیپلزپارٹی کی حکومت۔ ذوالفقار علی بھٹو مرحوم وزیر اعظم اور ان کی جماعت کے صدر کی یہ تقریر' ہمیں اس سے خوشی ہوئی یہ ملک صاحب کا ذاتی مبارک اقدام تھا پیپلزپارٹی کی پالیسی نہ تھی۔ ان کے ضمیر کی آواز تھی۔

لوگوں نے مطالبہ کیا کہ جلوس نکالا جائے۔ جلسہ ختم کیا جائے۔ احمد سعید اعوان نے عوام کا مطالبہ سنا تو ڈپٹی کمشنر کے پاس گئے اور پر امن جلوس کی اجازت لے کر آگئے انہوں نے آکر جلوس کا اعلان کردیا مگر ستم یہ ہوا کہ ڈپٹی کمشنر نے جلوس کی اجازت تو دے دی مگر بازار میں متعین ڈیوٹی افسران کو اجازت کی اطلاع نہ دی وہ پہلی اطلاع کے مطابق جلوس کو روکنے کے پابند تھے۔ جلوس کا اعلان ہوا۔ انہوں نے پوزیشن سنبھال لی۔ جلوس نعرے لگاتا ہوا کچہری بازار میں جونہی داخل ہوا۔ انہوں نے شیلنگ اور لاٹھی چارج کیا۔ ایک شیل میرے بازو پر لگا' میں زخمی ہوگیا دوسرے رہنماؤں کا بھی یہی حال ہوا افراتفری کا عالم' چار سو دھواں ہی دھواں۔ اس دھکم پیل میں جلوس نے دھرنا مار لیا اس افسوسناک سانحہ کی ڈپٹی کمشنر کو اطلاع ملی تو انہوں نے تازہ احکامات بھجوائے اور جلوس کو آگے بڑھنے کی اجازت دے دی۔

جلوس مختلف بازاروں کا چکر لگاتا ہوا جامع مسجد میں میرے خطاب پر اختتام پذیر ہوا۔ مولانا مفتی زین العابدین نے دعا کرائی اور جلوس کو پرامن منتشر ہونے کی ہدایت کی۔

پہلے دن ہی قادیانیوں کے چوراسی مکانات و دکانیں شہر میں جلادی گئیں اس حساب سے کہ اگر پراپرٹی بھی مرزائی کی ہوتی تو اس کے سامان کو پراپرٹی سمیت جلادیا جاتا۔ اور اگر پراپرٹی مسلمان کی ہوتی تو صرف سامان کو بازار میں نکال کر آگ لگائی جاتی۔ آج تک میں اور میرے رفقاء اس سے بے خبر ہیں کہ یہ کون لوگ تھے ایسی ترتیب و حکمت اور منظم کوشش کیونکر اپنائی گئی بعد میں خبر ہوئی کہ قادیانیوں نے ۲۹ مئی سے دو چار دن قبل اپنے کارخانوں اور بڑی بڑی دکانوں کی انشورنس (فسادات کی نذر ہونے کی صورت میں) کرالیں۔

جس روز ہم فیصل آباد میں جلسہ و جلوس میں مصروف تھے اسی دن آغا شورش کاشمیری' مولانا عبیداللہ انور' نوابزادہ نصراللہ خان نے لاہور میں تمام مکاتب فکر کی میٹنگ کی اور اسی طرح کے فیصلے کئے جو ہم فیصل آباد میں کرچکے تھے۔۔ ملتان اور راولپنڈی میں تیسرے روز مولانا محمد شریف جالندھری اور مولانا غلام اللہ خاں کو فون کے ذریعہ اطلاع دی گئی کہ فوری طور پر آل پارٹیز مرکزی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کا اجلاس بلایا جائے۔ چنانچہ مولانا سید محمد یوسف بنوری کی طرف سے مولانا محمد شریف جالندھری نے لاہور' ملتان' ساہیوال' فیصل آباد' کوئٹہ' پشاور' کراچی' سرگودھا' گوجرانوالہ اور دیگر شہروں کے علماء کرام کو ۳ جون ۱۹۷۴ء کو میٹنگ کے لئے راولپنڈی پہنچنے کی دعوت دی۔

فیصل آباد سے میں' مولانا مفتی زین العابدین' حکیم عبدالرحیم اشرف' مولانا محمد اسحاق چیمہ' مولانا محمد صدیق صاحب راولپنڈی کے لئے تیار ہوئے۔ مولانا محمد صدیق صاحب کار کے ذریعہ اور ہم لوگ ۲ جون کی شام کو چناب ایکسپریس کے ذریعے روانہ ہوئے۔ ٹیلی فون کے ذریعہ تمام تر پروگرام کی اطلاع تھی۔ ہمارے فون ٹیپ ہورہے تھے۔ گورنمنٹ منٹ منٹ کی کارروائی سے باخبر تھی۔ رات بارہ بجے کے قریب ٹرین لالہ موسیٰ پہنچی تو پولیس کا ایک دستہ اور مجسٹریٹ آدھمکے۔ ہمارے ڈبہ کے دروازہ اور کھڑکیوں کو کھٹکھٹایا' ہم لوگ بیدار ہوئے۔ دروازہ کھولا' تعارف ہوا۔ ہمیں اپنا سامان باندھ کر نیچے اترنے کا حکم ملا۔ اسٹیشن سے پیادہ پا تھانہ لالہ موسیٰ لائے سامان پولیس والوں نے اٹھایا۔ مولانا محمد اسحاق صاحب زمیندار ٹائپ انسان ہیں ہرچند کوشش کی کہ یہ بچ جائیں۔ مگر ان کا مولوی ہونا رکاوٹ بن گیا وہ بھی دھرلئے گئے تھانے سے ہمیں ایک بس میں بٹھا کر رات کوئی ایک بجے کے قریب جہلم کی طرف روانہ کیا گیا۔ آگے بڑی سڑک چھوڑ کر ایک چھوٹی سڑک پر رواں دواں صبح سحری کے وقت ہم ایک دیہاتی تھانہ میں پہنچادیئے گئے۔ بھٹو مرحوم کا دور تھا۔ گرفتار ہونے والوں کے ساتھ عجیب و غریب سانحات پیش آرہے تھے۔ ہزاروں وساوس کا شکار بے خبری کے عالم میں وہاں پہنچے۔ حیران تھے کہ شہر کے تھانہ سے دیہات کے بے آباد علاقہ کے تھانہ میں ہمیں کیوں لایا گیا؟ چارپائیاں دی گئیں۔ تھوڑی دیر لیٹے۔ نماز کا وقت ہوگیا۔ ہم نماز کے عمل میں مشغول ہوئے پولیس والوں کی ایک بارک میں انہوں نے ہماری چارپائیاں ڈال دیں۔ ایس ایچ او نے اپنی جیب سے دس روپے دیئے ہمیں چائے پلائی گئی ہم نے اپنے طور پر پیسے دینے کی کوشش کی۔ مگر ایس ایچ او صاحب راضی نہ ہوئے۔ اودھر ادھر کی گفتگو ہوئی ہمارا تعارف ہوا تو وہ کچھ مانوس ہوا۔ ہم نے پوچھا کہ ہم اس وقت کہاں ہیں تو انہوں نے بتایا کہ تھانہ ڈنگہ ہے۔ گجرات کا ضلع ہے ہم نے پوچھا کہ ہمیں یہاں کیوں لایا گیا۔ انہوں نے خود لاعلمی ظاہر کی ہم لوگ لیٹ گئے۔ دوپہر کا وقت ہوا تو ایس ایچ او نے بڑے اہتمام سے کھانا کھلایا کھانا کھا کر پھر لیٹ گئے۔ نماز کے لئے اٹھے ابھی نماز پڑھ کر فارغ نہ ہوئے تھے کہ اطلاع ملی کہ جناب ذوالقرنین ڈپٹی کمشنر' محمد شریف چیمہ ایس پی صاحب آپ کی ملاقات کے لئے تشریف لائے

ہیں۔ نماز پڑھ کر ہم نے عمداً" تھوڑی تاخیر کی کہ آخر یہ کیا ہو رہا ہے تھانہ میں لوٹے آپس میں گپ شپ ہوئی۔ اتنے میں دیکھا کہ صحن میں میز کرسیاں لگائی جا رہی ہیں۔ تازہ پھل' مٹھائیاں چائے کا اہتمام ہو رہا ہے ہم سمجھے کہ پولیس والے ایس پی و ڈی سی صاحب کی خاطر تواضع کے لئے اپنے عمل میں مصروف ہیں۔ ان کی آؤ بھگت کا اہتمام ہو رہا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد ہمیں بلایا گیا کہ ڈپٹی کمشنر صاحب اور ایس پی صاحب آپ حضرات کو بلاتے ہیں' اب معلوم ہوا کہ یہ تو ہمارے استقبالیہ کا اہتمام کیا گیا ہے۔ دونوں بڑے تپاک سے ملے۔ ذوالقرنین مجھے ذاتی طور سے جانتے تھے وہ فیصل آباد میں اے۔ ڈی سی جی رہ چکے تھے۔۔ گفتگو شروع ہوئی دونوں کا روئے سخن میری طرف تھا۔ قبلہ مفتی صاحب و حکیم صاحب بڑی محتاط گفتگو کے دلدادہ ہیں میں ایک دبنگ انسان ہوں اب لگے وہ معافی مانگنے کہ خدا کے لئے آپ ہمیں معاف کر دیں غلطی ہو گئی۔ ہم نے کہا کہ آپ ہم سے کیوں مذاق کرتے ہیں آپ لوگوں نے ہمیں گرفتار کیا ہے انہوں نے کہا کہ نہیں جناب بس تھوڑی سی غلطی ہو گئی۔ چیف سیکریٹری صاحب نے ہمیں حکم دیا ہے کہ آپ جا کر ان سے معافی مانگیں اور سرکاری گاڑی پر راولپنڈی پہنچائیں۔۔ ہم نے ان سے کہا کہ نہیں جہلم میں ہمارے دوست ہیں آپ ہمیں وہاں پہنچا دیں ہم کوئی مزید آپ سے مراعات نہیں چاہتے۔ ہم نے جہلم پہنچ کر فیصلہ کیا کہ اب روالپنڈی جانا فضول ہے۔ میٹنگ کا وقت گزر گیا ہے۔ جو فیصلے ہوں گے اطلاع ہو جائے گی۔ اب ہمیں فیصل آباد جانا چاہئے۔ حضرت مفتی صاحب کے ایک تعلق والے کے ہاں جہلم میں ٹھہرے تھے کہ جہلم کی ضلعی انتظامیہ کا اعلیٰ آفیسر آیا اور کہا کہ چیف سیکریٹری صاحب آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں انہوں نے فون کیا تو چیف سیکریٹری صاحب لگے معذرت کرنے اور کہا کہ ہم نے آپ چاروں حضرات کے گھروں میں پیغام دے دیا ہے کہ آپ خیریت سے ہیں۔

اس سارے ڈرامے کا بعد میں پس منظر معلوم ہوا کہ ریلوے کے وفاقی منسٹر خورشید حسن پر تنقید کرتے ہوئے میں نے اسے مرزائی نوازی تک کا طعنہ دے دیا۔ یا مرزائی لکھ دیا اس پر وہ بہت جز بز ہوئے۔ اس نے مجھے ایک خط لکھا کہ میرے حلقوں میں بعض لوگ مجھے مرزائی کہہ رہے ہیں۔ اب آپ بھی ان کے ساتھ ہو گئے۔ یہ میرے خلاف ایک سازش ہے جس کا آپ شکار ہو گئے آپ اس کی تردید شائع کریں۔ میں نے جواب میں تحریر کیا کہ آپ مرزا غلام احمد قادیانی کو حضور علیہ السلام کے بعد دعویٰ نبوت کرنے کے باعث کافر دجال و کذاب لکھ دیں میں آپ کی یہ تردید شائع کر دوں گا۔ اور جو کچھ پہلے "لولاک" میں لکھا ہے اس کی بھی معذرت چھاپ دوں گا۔ لیکن ان کا جواب آج تک نہ آیا نہ میں نے تردید کی۔ انہوں نے دل میں ناراضگی رکھ لی۔ کچھ عرصہ بعد ریلوے نے راولپنڈی اور فیصل آباد کے درمیان نئی ٹرین فیصل آباد ایکسپریس چلائی ریلوے کے مقامی حکام نے مشہور سماجی رہنما مولانا فقیر محمد کی معرفت اس کی افتتاح کرنے کی استدعا کی۔ میں نے افتتاح کیا۔ فیتہ کاٹا' اخبارات میں خبر اور فوٹو شائع ہوئے خورشید حسن خبریں اور فوٹو پڑھ کر آگ بگولا ہو گیا۔ تو مقامی حکام کی شامت آگئی کہ میں ریلوے منسٹر ہوں میری پیشگی اجازت کے بغیر مولانا تاج محمود صاحب سے افتتاح آپ نے کیوں کرایا۔

جب ہم راولپنڈی جانے کے لئے تیار ہوئے تو ایک دن پہلے میری سرکٹ ہاؤس فیصل آباد میں کمشنر سرگودھا ڈویژن کاظمی صاحب اور ڈی آئی جی میاں عبدالقیوم سے مرزائیت کے عنوان پر بات ہوئی مرزائیت کے کفر و ارتداد ملک دشمنی کے حوالے ان کو سنائے وہ بہت حیران اور متاثر ہوئے۔ انہوں نے کہا کہ اے کاش آپ وزیر اعظم بھٹو صاحب سے ایک ملاقات کریں اور یہ تمام چیزیں ان کے علم میں لائیں۔ اس لئے کہ اعلیٰ طبقہ مرزائیوں کے ان عقائد و عزائم سے بے خبر ہے۔ میں نے ان سے کہا کہ کل میں راولپنڈی جا رہا ہوں میری پوری کوشش ہوگی کہ میں وزیر اعظم سے ملوں۔ ایک تو اس طرح' دوسرا یہ کہ ہمارے فون ٹیپ ہو رہے تھے تیسرے یہ کہ ہماری روانگی کی اطلاع مقامی۔ سی آئی ڈی نے اعلیٰ حکام تک پہنچا دی۔ کسی طرح خورشید حسن میر کو بھی ہماری راولپنڈی آمد کی اطلاع ہو گئی۔ ان دنوں پنڈی کے کمشنر مسعود مفتی تھے جو پہلے فیصل آباد میں ڈپٹی کمشنر رہ چکے تھے میرے ان سے دوستانہ مراسم تھے لیکن خورشید حسن کے دباؤ میں آکر انہوں نے ہدایت کی کہ جونہی ہم راولپنڈی ڈویژن کی حدود میں داخل ہوں۔ لالہ موسیٰ سے ہمیں گرفتار کرلیا جائے چنانچہ ہمیں گرفتار کرلیا گیا۔ ٹرین راولپنڈی پہنچی تو مولانا غلام اللہ خان کے آدمی ہمیں لینے کے لئے آئے تھے' وہ خالی واپس لوٹے تو مولانا نے میرے گھر فون کیا اطلاع ملی کہ وہ تو راولپنڈی کے لئے چناب ایکسپریس سے روانہ ہو گئے انہوں نے کہا کہ وہ پہنچے نہیں اب فیصل آباد اور راولپنڈی دونوں جگہ تشویش ہوئی کہ ہوا کیا۔ مولانا غلام اللہ خان معاملہ سمجھ گئے انہوں نے کہا کہ وہ گرفتار ہو گئے۔ یہ خبر فیصل آباد کے شہر میں آگ کی طرح پھیل گئی فیصل آباد کی مقامی مجلس عمل کے رفقاء نے شہر میں ہڑتال اور جلسہ عام اگلے دن کرنے کا پروگرام بنالیا ڈی۔ سی صاحب سے میرے رفقاء نے پوچھا انہوں نے لاعلمی ظاہر کی۔ ڈی سی صاحب نے کمشنر و ڈی آئی جی سے پوچھا جو ابھی فیصل آباد سرکٹ ہاؤس میں مقیم تھے سرگودھا نہ گئے تھے انہوں نے لاعلمی ظاہر کی انہوں نے چیف سیکریٹری سے پوچھا' انہوں نے لاعلمی ظاہر کی۔ کمشنر صاحب اور ڈی آئی جی نے

کہا کہ مولانا تاج محمود صاحب تو وزیر اعظم سے ملنے جا رہے تھے۔ چیف سیکریٹری پریشان ہوا کہ اتنے بڑے آدمیوں کو پنجاب گورنمنٹ کی اطلاع و منظوری کے بغیر کیسے گرفتار کیا گیا راولپنڈی ڈویژن کے کمشنر صاحب سے چیف سیکریٹری نے پوچھا تو معلوم ہوا کہ ڈی۔ سی اور ایس پی گجرات نے انہیں گرفتار کیا ہے۔ چیف سیکریٹری نے ہمارے رہائی کے آرڈر کئے۔

لوگوں نے فون کر کے گھر اطلاع دی کہ ہم چناب ایکسپریس کے ذریعے کل واپس آرہے ہیں ہماری آمد کی اطلاع سن کر دوسرے روز پورا شہر اسٹیشن پر الڈ آیا پورے ملک میں تحریک کا زور تھا ہر جگہ ہڑتالیں جلسے جلوسوں کا سلسلہ شروع تھا۔ راولپنڈی ہم نہ جاسکے چونکہ وقت تھوڑا تھا باقی حضرات بھی بہت کم تعداد میں پہنچے اس لیے اس راولپنڈی کی میٹنگ میں مولانا سید محمد یوسف بنوری نے فیصلہ کیا کہ ۹ جون ۷۴ء کو لاہور میں اجلاس رکھا جائے اب اس کی تیاری کے لئے صرف ۶ دن باقی تھے اطلاعات کا سلسلہ شروع ہوا۔

۹ جون ۷۴ء کو لاہور میں میٹنگ ہوئی۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی دعوت پر اٹھارہ سیاسی و دینی جماعتوں کا اجلاس منعقد ہوا۔ جامع مسجد شیرانوالہ باغ میں عوام و خواص میٹنگ کے فیصلوں کو سننے کے لئے جمع تھے۔ ملک بھر کے اکابر علماء نے اس میں شرکت کی۔

مولانا مفتی محمود‘ مولانا محمد یوسف بنوری‘ مولانا خواجہ خان محمد‘ مولانا عبدالستار خان نیازی‘ مولانا غلام اللہ خان‘ نوابزادہ نصراللہ خان‘ مولانا غلام علی اوکاڑوی‘ مولانا شاہ احمد نورانی‘ مولانا محمد شریف جالندھری‘ چودھری غلام جیلانی‘ مولانا عبیداللہ انور‘ سید مظفر علی شمسی اور دیگر حضرات اس میں شریک تھے اللہ رب العزت نے فضل فرمایا۔ پورے ملک کی اپوزیشن متحد تھی تحریک چلی تو تمام اسمبلی کے ممبران اور اپوزیشن بھی مجلس عمل میں شریک ہوگئے۔ یوں سوائے پیپلز پارٹی کے باقی‘ تمام دینی و سیاسی جماعتوں نے مل کر رحمت دو عالم ﷺ کی وصف خاص عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے تحریک چلانے کا اعلان کیا۔ ساری صورتحال کا جائزہ لیا گیا۔ آخر طویل بحث کے بعد شورش کاشمیری کی تحریک و تجویز پر (۱) مولانا محمد یوسف بنوری کو آل پارٹیز مرکزی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت پاکستان کا کنوینر بنایا گیا۔ (۲) قادیانیوں کے اقتصادی و عمرانی بائیکاٹ کا اعلان کیا گیا۔ (۳) ۱۴ جون کو ملک بھر میں ہڑتال کی اسلامیان پاکستان سے اپیل کی گئی۔ (۴) اور ۱۶ جون کو فیصل آباد میں مجلس عمل کے مستقل انتخاب کا طے ہوا۔

۱ جون کو آغا شورش کاشمیری‘‘ مولانا سید محمد یوسف بنوری‘‘ اور دیگر حضرات نے وزیر اعظم بھٹو سے قادیانیت کے مسئلہ پر ملاقات کر کے تبادلہ خیال کیا‘ مولانا سید محمد یوسف بنوری‘‘ نے بھٹو صاحب سے کہا کہ وزیر اعظم لیاقت علی خان قادیانیت کا مسئلہ حل کرنا چاہتے تھے مگر وہ شہید ہوگئے‘ اس پر بھٹو نے کہا کہ آپ مجھے بھی شہید کرانا چاہتے ہیں۔ شیخ بنوری نے زور سے وزیر اعظم کی میز پر مکہ مار کر فرمایا کہ آپ کے مقدر ایسے کہاں۔ اس پر بھٹو صاحب ششدر رہ گئے۔

۱۴ جون کو تمام ملک میں قادیانیوں کو اقلیت قرار دینے کی حمایت میں ہڑتال ہوئی۔ اتنی بڑی ہڑتال اس سے پہلے کبھی نہیں ہوئی اس ہڑتال کو ریفرنڈم سے تشبیہ دی گئی۔ مسجد وزیر خان لاہور میں جلسہ ہوا۔ مولانا عبدالستار خان نیازی‘ نوابزادہ نصراللہ خان‘ آغا شورش کاشمیری‘ مولانا عبیداللہ انور‘ سید مظفر علی شمسی‘ احسان الٰہی ظہیر اور سید محمود احمد رضوی نے تقریریں کیں۔ سانحہ ربوہ کی تحقیقات کے لئے مسٹر جسٹس صمدانی کو مقرر کیا گیا۔ انہوں نے ۳ مئی سے تحقیقات کا آغاز کیا۔ وزیر اعظم بھٹو نے ۱۳ جون کو تقریر کرکے قوم کو عوامی امنگوں کے متعلق مسئلہ حل کرنے کا مژدہ سنایا۔ انہوں نے قومی اسمبلی میں مسئلہ لے جانے کا وعدہ کیا۔ پورے ملک میں قادیانیوں کے بائیکاٹ کی موثر تحریک شروع ہوگئی۔

۱۶ جون فیصل آباد کی تاریخ میں ایک عظیم تاریخی دن تھا۔ پورے ملک کی دینی و سیاسی طاقت یہاں پر جمع ہوئی۔ ماڈل ٹاؤن سی میں مجلس عمل کی میٹنگ مولانا سید محمد یوسف بنوری کی صدارت میں منعقد ہوئی۔ جس میں مولانا محمد یوسف بنوری‘ مولانا خواجہ خان محمد‘ سردار میر عالم خان لغاری‘ بندہ تاج محمود‘ مولانا محمد شریف جالندھری‘ مولانا مفتی محمود‘ مولانا عبدالحق‘ مولانا عبیداللہ انور‘ مولانا شاہ احمد نورانی‘ مولانا عبدالستار خان نیازی‘ مولانا صاحبزادہ فضل رسول‘ مولانا سید محمود احمد رضوی‘ میاں فضل حق‘ مولانا عبدالقادر روپڑی‘ مولانا محمد اسحاق رحیم‘ شیخ محمد اشرف‘ مولانا محمد شریف اشرف‘ مولانا محمد صدیق‘ علامہ احسان الٰہی ظہیر‘ مولانا مفتی زین العابدین‘ مولانا علی غضنفر کراروی‘ مولانا محمد اسماعیل‘ سید مظفر علی شمسی‘ میجر الجاز رانا‘ ظفراللہ خان‘ نوابزادہ نصراللہ خان‘ مولانا عبیداللہ احرار اور مولانا سید عطاء المنعم بخاری‘ چوہدری ثناء اللہ بھٹہ‘ چوہدری صفدر علی رضوی‘ ملک عبدالغفور انوری‘ مولانا غلام اللہ خان‘ سید عنایت اللہ شاہ بخاری‘ مولانا غلام علی اوکاڑوی‘ سید محمود شاہ گجراتی‘ مفتی سیاح الدین‘ مولانا محمد چراغ سید نور الحسن بخاری‘ مولانا عبدالستار تونسوی‘ مولانا خلیل احمد قادری‘ آغا شورش کاشمیری‘ ارباب سکندر خان‘ امیر زادہ پروفیسر غفور احمد‘ چوہدری غلام جیلانی‘ مولانا ظفر احمد انصاری‘ مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف اور دوسرے حضرات شریک ہوئے۔ مولانا سید محمد یوسف بنوری صدر قرار پائے۔ ناظم اعلیٰ سید محمود احمد رضوی‘ ناظم مولانا محمد شریف جالندھری‘ نائب صدر مولانا عبدالستار خان نیازی‘ سید مظفر

علی سنتی‘ مولانا عبدالحق‘ مولانا عبدالواحد‘ نوابزادہ نصراللہ خان‘ خازن‘ میاں فضل حق کو بنایا گیا۔

۱۹جون کی شام کو فیصل آباد کی تاریخ کا عظیم الشان اجتماع منعقد ہوا۔ ملک بھر سے آئے ہوئے مقررین رہنماؤں نے دھواں دھار تقریریں کیں بھٹو صاحب کی ریڈیو‘ ٹی وی کی تقریر کو ناقابل قبول قرار دے دیا گیا۔ مجلس عمل کے اجلاس کی تمام قراردادوں کو مولانا محمد شریف جالندھری اور پروفیسر غفور احمد نے مرتب کیا پورے ملک میں قادیانیوں کے بائیکاٹ کی تحریک زوروں پر تھی۔ کراچی سے خیبر تک مسلمان عوام قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قراردلوانے کے لئے اپنی تمام صلاحیتوں کو وقف کئے ہوئے تھے۔

۲۰ جون کو سرحد اسمبلی نے مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی متفقہ سفارشی قرارداد پاس کی۔ ۲۲ جون کو قادیانی مسئلے کے متعلق حکومت نے مری میں اجلاس منعقد کیا اس میں کئی اہم فیصلے کئے گئے جس میں ربوہ کو کھلا شہر قرار دینے کا بھی فیصلہ بھی شامل تھا۔ ۲۳ جون کو صالح نوا نے صمدانی کمیشن کے سامنے بیان دے کر مرزائیوں پر بوکھلاہٹ طاری کردی۔

یکم جولائی سے قومی اسمبلی کا اجلاس شروع ہوا حزب اقتدار و حزب اختلاف نے متفقہ طور پر قومی اسمبلی کو ایک کمیٹی قرار دے کر اجلاس شروع کردیا۔ ربوہ کے مرزائیوں کے پوپ مرزا ناصر اور لاہوریوں کے مولوی صدرالدین کو قومی اسمبلی میں بلایا گیا۔ انہوں نے اپنا موقف بیان کیا۔ تمام ممبران سوالات لکھ کر یحییٰ بختیار اٹارنی جنرل کی معرفت ان پر سوالات کرتے تھے۔ مولانا مفتی محمودؒ نے یحییٰ بختیار کی دینی و شرعی امور میں معاونت کی۔

۱۹جولائی کو مرزا ناصر صمدانی کمیشن کے سامنے پیش ہوا۔ ہائی کورٹ میں مرزا ناصر کی پیشی سے قبل اجلاس کو کھلا اور عام کی بجائے بند قرار دے دیا گیا۔ تمام جماعتوں نے اپنے وکلاء کے ذریعہ اس تحقیقاتی کمیشن میں اپنا فرض ادا کیا۔

۲۰ جولائی کو مرزائی نواز عناصر اور بعض حکومتی ارکان و علماء سو نے اپنی ایک لے پالک ایجنسی کو ہزاروں روپے دے کر مولانا سید محمد یوسف بنوری کے خلاف اخبارات میں اشتہارات لگوائے۔ شیخ بنوری کو مشکوک قرار دینے کی بجائے عوام نے حکومت اور مرزائیوں کو مجرم قرار دیا۔ غرضیکہ مرزائی و مرزائی نواز تحریک کو سبوتاژ کرنے کے لئے جتنے حربے اختیار کرتے گئے اتنا ہی ان کے خلاف عوام میں اشتعال پھیلتا گیا۔

مرزائیوں نے اپنے عقائد کو توڑ مروڑ کر ایک اخبار میں اشتہار دیا۔ اتنا شدید رد عمل ہوا کہ دوسرے روز اس اخبار نے اپنی طرف سے مرزائیوں کے کفریہ عقائد و ملک دشمن سرگرمیوں پر مشتمل اشتہار شائع کیا۔ مجلس عمل فیصل آباد کی طرف سے بھی مرزائیوں کے عقائد پر مشتمل ایک اشتہار مرزائیوں کے اشتہار کے جواب میں اخبارات میں شائع کرویا گیا۔ غرضیکہ ہر طرح دشمن کے تمام ہتھکنڈوں کو غیر موثر کر کے رکھ دیا گیا۔

۲۴جولائی کو مرزا ناصر کا اسمبلی میں بیان مکمل ہوا۔

اس پر باقی ارکان تو درکنار پیپلزپارٹی کے غیر جانبدار ارکان اس درجہ برافروختہ تھے کہ انہوں نے مرزا ناصر پر درشت لہجہ میں جرح کی۔ اس کے بعض گستاخانہ کلمات پر حاضر ارکان نے سخت الفاظ میں اس کو ٹوکا۔ تمام ارکان اسمبلی قادیانیت کے خارج از اسلام ہونے پر متفق ہوگئے۔ مرزائیوں کے قومی اسمبلی میں بیانات کے جواب کے لئے مولانا سید محمد یوسف بنوری کی سربراہی میں مولانا تقی عثمانی‘ مولانا سمیع الحق نے ”ملت اسلامیہ کا موقف“ نامی کتاب مرتب کی‘ مذہبی حصہ کے لئے مولانا تقی عثمانی کی معاونت مولانا محمد حیات فاتح قادیان اور مولانا عبدالرحیم اشعر نے کی سیاسی حصہ کے لئے مولانا سمیع الحق کی معاونت مولانا محمد شریف جالندھری اور بندہ تاج محمود نے کی۔ کتاب کا جتنا حصہ مکمل ہوتا رات کو مولانا مفتی محمود‘ مولانا شاہ احمد نورانی‘ پروفیسر غفور احمد‘ چودھری ظہور الٰہی سن لیتے اس میں ترمیم و اضافہ کرکے مسودہ کتابت کے لئے ملک کے نامور کاتب جناب سید انور حسین نفیس رقم کے سپرد کردیا جاتا۔ کاتبوں کی ایک ٹیم کے ہمراہ وہ اس کی کتابت کرتے جاتے مختصر وقت میں جامع کتاب تیار کرکے چھپنے کے لئے دیدی گئی اس کے اور تحریک کے تمام تر مصارف مجلس تحفظ ختم نبوت نے برداشت کئے۔

اس سلسلہ میں ایک روز عجیب مسئلہ درپیش آیا۔ مجلس عمل کا ایک خصوصی اجلاس جاری تھا تحریک کے اخراجات کے لئے فنڈ کا مسئلہ زیر بحث آیا چوہدری ظہور الٰہی نے تجویز پیش کی کہ تمام ارکان اور مجلس عمل میں شامل جماعتیں پانچ پانچ ہزار روپے میاں فضل حق خازن کے پاس اخراجات کے لئے جمع کرادیں۔ مزید اخراجات کے لئے بعد میں غور کرلیا جائے گا۔ مولانا محمد یوسف بنوری نے مجھے اور مولانا محمد شریف جالندھری کو علیحدہ لے جاکر فرمایا کہ تمام جماعتوں نے اپنی ضروریات و اخراجات کے لئے فنڈ کیا ہے ان میں سے کسی نے ختم نبوت کے لئے فنڈ نہیں کیا تو ان کی رقوم کو ختم نبوت پر کیسے خرچ کریں۔ البتہ مجلس تحفظ ختم نبوت نے اسی مد کے لئے فنڈ کیا ہے اس لئے مجلس ہی تمام اخراجات اپنے محفوظ فنڈ سے ادا کرے۔ میں نے اور مولانا محمد شریف نے درخواست کی کہ حضرت ہمارے پاس تو مبلغین و ملازمین‘ لٹریچر و مجلس کے اتنے اخراجات ہیں کہ اگر یہ فنڈ اس پر لگادیا گیا تو ہمارا پورا کام ٹھپ ہوجائے گا۔ اس وقت شیخ بنوری پر عجیب کیفیت طاری تھی۔ مخاطب ہوکر ہمیں فرمایا

کہ "مولانا صاحبان جو مجلس کے پاس ہے وہ بلا دریغ خرچ کریں آئندہ کے اخراجات کے لئے فکر نہ کریں۔ یوسف بنوری کا ہاتھ خدا تعالیٰ کے خزانوں میں ہے جتنی ضرورت ہوگی خدا تعالیٰ کے خزانہ سے نکال لوں گا۔" اس پر ہم آمادہ ہوگئے۔ چنانچہ تحریک کے تمام اخراجات مجلس نے برداشت کئے۔

مجلس عمل کی قادیانیوں کے خلاف بائیکاٹ کی تحریک نے مرزائیت کی کمر توڑ دی۔ ان پر بوکھلاہٹ طاری ہوگئی۔ کئی مرزائی مسلمان ہوئے۔ اخبارات میں مرزائیت سے لاتعلقی کا اعلان کیا۔ بعض جگہ کچھ مسلمان مرزائیوں کی فائرنگ سے شہید ہوئے۔ مرزائیوں کی اشتعال انگیز حرکتوں کا ردعمل مرزائیوں کے احتساب کے لئے مزید سخت ہوتا گیا۔ تحریک جاری رہی ملک بھر کے تمام مکاتب فکر نے اپنی ہمت و توفیق کے مطابق تحریک کو کامیاب بنانے کے لئے گرانقدر خدمات سرانجام دیں سعودی عرب کی بعض اہم شخصیات نے حکومت کو مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا مشورہ دیا۔ مصر کے جامعہ ازہر کے شیوخ نے مرزائیوں کے بائیکاٹ کو واجب قرار دے دیا اس سے رائے عامہ مزید پختہ ہوگئی۔ تحریک کو بے حد فائدہ پہنچا۔ بھٹو حکومت کا بھی تحریک کے بارے میں مناسب رویہ تھا۔ اکا دکا واقعات کے علاوہ کہیں تحریک نے خطرناک شکل اختیار نہ کی۔ پر امن جدوجہد کو مرزائی تشدد کی راہ پر ڈالنے میں ناکام رہے۔ البتہ حکومت نے فوری مطالبہ ماننے کی بجائے طویل المیعاد اسکیم تیار کی۔ اس سے وہ عوام کے حوصلہ کا امتحان یا اپنی گلو خلاصی کی شکل نکالنا چاہتے تھے۔ بعض جگہ گرفتاریاں' بعض جگہ لاٹھی چارج و اشک آور گیس استعمال ہوئی' لیکن مجموعی طور پر حالات کنٹرول میں رہے۔ حکومت نے اندازہ لگایا کہ مسلمان حضور علیہ السلام کی عزت و ناموس کے تحفظ کے لئے بڑی سے بڑی قربانی دینے کے لئے تیار ہیں اب مسئلہ کو حل کئے بغیر کوئی چارہ کار نہیں ہے۔ قومی اسمبلی میں مسئلہ لیجا کر بھٹو صاحب ایک آئینی راہ اختیار کر کے ثابت کرنا چاہتے تھے کہ وہ آئین کی بالادستی کے قائل ہیں۔ وہ تنہا بھی اس کی پوری ذمہ داری بھی اپنے سر لینے کے لئے آمادہ نہ تھے مولانا مفتی محمود مرحوم نے قومی اسمبلی میں "ملت اسلامیہ کا موقف" نامی کتاب پڑھی۔ تمام ارکان اسمبلی میں اسے تقسیم کیا گیا مولانا غلام غوث ہزاروی نے اپنی طرف سے قادیانیوں اور لاہوریوں کے جواب میں مواد جمع کر کے شائع کر دیا اور اسمبلی میں اسے پڑھا۔ اللہ رب العزت کا فضل ہے کہ ان ساری کوششوں کے بڑے خوشگوار اثرات مرتب ہوئے۔

ممبران اسمبلی پر پہلے رواداری کا بھوت سوار تھا۔ مرزا ناصر نے جب جرح کے دوران تسلیم کیا کہ وہ لوگ جو مرزا کو نہیں مانتے ہم ان کو کافر سمجھتے ہیں تو اس سے ممبران اسمبلی کی آنکھیں کھلیں کہ یہ تو ہم کو بھی کافر سمجھتے ہیں۔ امت کا موقف جب پیش کیا گیا تو ان ممبران کے سامنے مرزائیت کا کفر الم نشرح ہوگیا۔

حکومت اور مجلس عمل نے کسی نتیجے پر پہنچنے کے لئے ایک سب کمیٹی تشکیل کی۔ مجلس عمل کی طرف سے مولانا مفتی محمود' مولانا شاہ احمد نورانی' پروفیسر غفور احمد اور چوہدری ظہور الٰہی حکومت کی طرف سے عبدالحفیظ پیرزادہ' مولانا کوثر نیازی اور سیکریٹری افضل چیمہ اس کے ممبران مقرر ہوئے۔ اس کمیٹی کے کئی اجلاس ہوئے۔ مگر کوئی فیصلہ نہ ہو سکا۔

کمیٹی کے سرکاری ارکان لمبا کرو اور لٹکاؤ کی پالیسی پر گامزن تھے۔ ان کی ٹال مٹول کی کیفیت نے بحرانی شکل اختیار کر لی۔ قومی اسمبلی کے فیصلے کے لئے ۷ ستمبر کی تاریخ کا بھی اعلان کر دیا گیا تھا۔

۲۵ اگست کو مرزا ناصر پر گیارہ روز جرح مکمل ہوئی۔ سات گھنٹے لاہوری مرزائیوں کے سربراہ صدر الدین پر جرح ہوئی۔ قومی اسمبلی کی کارروائی سے ہمارے ارکان مطمئن تھے۔ مگر حکومت گومگو کی کیفیت سے دوچار تھی۔

۲ ستمبر کو شاہی مسجد لاہور میں عظیم الشان تاریخی جلسہ عام منعقد ہوا۔ ملک بھر کے دینی و سماجی اور سیاسی رہنماؤں نے اس جلسہ سے خطاب کیا۔ پورے ملک بالخصوص پنجاب سے عوام کے پرجوش قافلے شریک ہوئے شاہی جامع مسجد لاہور اپنی تمام وسعتوں کے باوجود ناکافی ثابت ہوئی۔ چاروں طرف سر ہی سر نظر آتے تھے۔ حد نگاہ تک انسانوں کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ اس سے قبل بھٹو صاحب بلوچستان گئے۔ تو فورٹ سنڈیمن اور کوئٹہ کے اجتماعات میں عوام نے مرزائیت کے خلاف اتنا اظہار نفرت کیا کہ بھٹو صاحب جیسے مضبوط اعصاب کے انسان کا بھی دم گھٹنے لگا۔ گجرات کے ایس پی شریف احمد چیمہ کی بعض حماقتوں کے باعث کھاریاں کے اسی گاؤں ڈنگہ میں دو مسلمان نوجوان غلام نبی اور محمد یوسف پولیس فائرنگ سے شہید ہوگئے۔ مولانا محمد یوسف بنوریؒ کی قیادت میں ملک میں کہیں بھی تحریک کو مدہم نہ ہونے دیا گیا۔ جوں جوں وقت بڑھتا گیا۔ حکومت اور مرزائیوں کے لئے مشکلات میں اضافہ ہوگیا۔ ظفر اللہ قادیانی نے بیرونی دباؤ ڈالنے اور بین الاقوامی پریس کے ذریعہ بیان بازی سے حکومت کو جھکانا چاہا لیکن عوام کے بے پناہ جذبہ نے حکومت کو ایسا نہ کرنے دیا۔ غرضیکہ کفر و اسلام دونوں نے اپنے تمام تر وسائل کو میدان کارزار میں جھونک دیا تھا۔

مجلس عمل نے ۶ ستمبر کو راولپنڈی تعلیم القرآن راجہ بازار میں اپنا اجلاس طلب کیا ہوا تھا' ۷ ۶ ستمبر کی درمیانی رات کو اسی دارالعلوم کی وسیع و عریض جامع مسجد میں آخری جلسہ عام منعقد ہونے والا تھا۔ اس کے بعد تحریک نے ۷ ستمبر کے

بعد نیارخ اختیار کرتا تھا۔ ۵ ستمبر رات کے آخری حصہ میں راولپنڈی کے لئے میں روانہ ہوا۔ پلیٹ فارم کے قریب سے گزرا کوئی ۳ بجے کا عمل ہوگا۔ اس وقت فوجی مال گاڑیوں کے ڈبوں سے ٹینک توپ بردار گاڑیاں اور اسلحہ اتار رہے تھے فوج کی مسلح آمد اور اس تیاری کے تیور دیکھ کر میں بھانپ گیا کہ یہ سب کچھ ۷ ستمبر کے بعد تحریک کو کچلنے کے لئے ہے۔

دوسری بات جو میرے نوٹس میں آئی وہ یہ تھی کہ ۵ اور ۴ ستمبر کو مرزائیوں نے ملک بھر کی فون کی ڈائریکٹریوں سے پتہ جات لے کر مرزا قادیانی کی صداقت کے دلائل اور اسے قبول کرنے کی دعوت پر مشتمل خطوط ارسال کئے۔ ۶ ستمبر کو چھٹی تھی۔ مرزائیوں کا خیال تھا کہ ۷ ستمبر کو جب یہ ڈاک مسلمانوں کو ملے گی اس وقت تحریک کے رہنماؤں کی لاشیں سڑکوں پر ہوں گی۔ تحریک کچلی جاچکی ہوگی۔۔ قوم کے حوصلے پست ہوں گے مرزا کی صداقت کا یہ خط ایک عظیم پیش گوئی کا کام دے جائے گا۔

تیسرا یہ کہ ۴ اور ۳ ستمبر کو ڈی سی فیصل آباد آفس میں ایک خاص واقعہ پیش آیا۔ جس کی اطلاع اسی دن شام کو مجھے مل گئی تھی۔ وہ یہ کہ مرکزی حکومت کی طرف سے ایک سربمہر لفافہ جس پر ٹاپ سیکریٹ لکھا تھا' موصول ہوا۔ اتفاق سے جس کلرک نے اس دن ڈاک کھولی وہ مرزائی تھا۔ اس نے یہ لفافہ دیکھتے ہی بھانپ لیا کہ یہ چٹھی ڈی سی صاحب کے نام مرکزی حکومت کی طرف سے تحریک ختم نبوت کے متعلق تازہ ہدایات پر مشتمل ہوگی۔ چوری چوری اس لفافہ کو اس نے کھول لیا اور اس کی باہر سے فوٹو اسٹیٹ کاپی کرائی اور امیر جماعت مرزائیہ فیصل آباد کو مہیا کردی۔ واقعی وہ چٹھی تحریک ختم نبوت کے متعلق تھی جس میں صوبائی ڈویژنل اور ضلعی انتظامیہ کو ہدایات بھیجی گئی تھیں کہ ۷ ستمبر کے بعد جو تحریک ختم نبوت میں مزید شدت آنے والی ہے اسے سختی سے کچل دیا جائے۔ ایک اے ایس آئی کو بھی گولی چلانے اور بغیر نوٹس دیئے' کسی مکان میں داخل ہونے تلاشی لینے' جس کو مناسب سمجھے گرفتار کرنے کے اختیار ہوں گے اس چٹھی کا فوٹو اسٹیٹ مرزائی جماعت کے امیر کو اور اصل چٹھی کو ڈی سی آفس کے اسٹاف روم میں میز کے نیچے ڈال دیا۔ اسی روز اس مرزائی کے علاوہ ایک مسلمان کلرک نے بھی کچھ ڈاک کھولی تھی' کچھ دیر بعد تیسرے کلرک کی میز کے نیچے سے اس چٹھی پر کسی کی نظر پڑگئی۔ اسے اٹھایا گیا تو اس کی سیل ٹوٹی ہوئی تھی۔ اس صورت حال سے تمام کلرک پریشان ہوگئے کہ یہ چٹھی کیوں کھولی گئی' کس نے کھولی اس لئے کہ اسے تو ضابطہ کے مطابق ڈی سی صاحب کے سامنے کھولنا تھا۔ معاملہ سنگین تھا۔ ڈی سی صاحب کے نوٹس میں لایا گیا انہوں نے مسلمان کلرک اللہ رکھا کو معطل کردیا۔ سپرنٹنڈنٹ ڈی سی آفس مسلمان اور سمجھ دار شخص تھا۔ اس نے کہا کہ یہ دیکھا جائے کہ کھولنے سے قبل لفافے کے کونہ پر کس کے دستخط ہیں۔ اس لئے کہ ڈی سی آفس کی ڈاک کھولنے سے پہلے ہر لفافہ پر کھولنے والا اپنے دستخط کرتا ہے جب وہ دستخط دیکھے گئے تو وہ مرزائی کلرک کے تھے اللہ رکھا مسلمان کلرک بحال ہوگیا۔ اور مرزائی کلرک کو معافی مانگنے پر معاف کردیا گیا۔ اس چٹھی اور پورے ملک میں حکومت پولیس و فون کے عمل سے مرزائیوں نے اندازہ لگالیا کہ تحریک کچلی جائے گی اس لئے انہوں نے خطوط لکھے۔

۶ ستمبر کی صبح گورنمنٹ ایم این اے ہاسٹل میں مولانا مفتی محمود کے کمرہ میں مجلس عمل کا خصوصی اجلاس منعقد ہوا۔ جس میں مولانا سید محمد یوسف بنوری' مولانا مفتی محمود' مولانا شاہ احمد نورانی' پروفیسر غفور احمد' چودھری ظہور الٰہی' امیرزادہ خان عبدالولی خان' نوابزادہ نصراللہ خان' مفتی زین العابدین' مولانا محمد شریف جالندھری' مولانا عبدالرحیم اشعر' میاں فضل حق اور بندہ تاج محمود شریک ہوئے۔ میں نے یہ تینوں واقعات گوش گزار کئے۔ نوابزادہ نصراللہ خان نے میری معلومات کی تصدیق کرتے ہوئے لاہور میں فوج کی پوزیشن سنبھالنے کے چشم دید واقعات بیان کئے۔ مجلس پر سناٹا طاری رہا۔ چودھری ظہور الٰہی نے خاموشی توڑتے ہوئے کہا کہ مجھے امید ہے کہ حکومت ہمارے مطالبات مان لے گی اور آج ان کا فیصلہ ہوجائے گا۔ ہماری معلومات کے خلاف ان کی یہ بات ہمارے لئے اچنبھہ معلوم ہوئی' دوستوں نے پوچھا کہ آپ کے پاس کیا شواہد ہیں۔ اس پر چوہدری صاحب نے کہا کہ کل مسز بندرانا نیکے وزیر اعظم سری لنکا پاکستان کے دورہ پر آئی تھیں۔ ان کے اعزاز میں بھٹو صاحب نے ضیافت دی۔ تمام اپوزیشن رہنماؤں کو بلایا گیا۔ کھانے کی میز پر تمام کے ناموں کی چٹیں لگی ہوئی تھیں۔ کوئی اپوزیشن رہنما اس میں شریک نہ ہوا۔ اتفاق سے میں چلا گیا۔ کھانا کھانے سے فارغ ہوئے تو مسز بندرانا نکے اور وزیر اعظم بھٹو صاحب دونوں بیرونی گیٹ کے پاس آکر کھڑے ہوئے۔ ہر جانے والے کو الوداع کہہ رہے تھے میں اس روش پر چلتا ہوا بھٹو صاحب کے قریب پہنچا تو میرا دل ان سے ملاقات کے لئے آمادہ نہ ہوا۔ راستہ چھوڑ کر پلاٹ سے گزر کر گیٹ کے ایک سائیڈ سے گزرنا چاہا۔ بھٹو صاحب نے مجھے فوراً "آواز دی ظہور الٰہی مل کر جاؤ چھپ کر کیوں جارہے ہو۔ میں واپس لوٹ کر بھٹو صاحب سے ملا تو انہوں نے مجھے کہا کہ چوہدری ظہور الٰہی تمہیں کیا ہوگیا ہے تو میرا جانی دوست تھا۔ میں نے تیرا کیا بگاڑا ہے کہ تو میرا سخت مخالف ہوگیا ہے۔ اتنے میں لاء سیکریٹری افضل چیمہ آگئے۔ بھٹو صاحب نے ان کو کہا کہ چیمہ صاحب آپ ظہور الٰہی کو سمجھائیں اس کو کیا ہوگیا ہے یہ آپ کا میرا دونوں کا دوست تھا جانے

میں نے اس کا کیا قصور کیا ہے کہ اب یہ مجھے جلوسوں اور جلسوں میں گالیاں دیتا ہے۔ میری سی آئی ڈی کی رپورٹ یہ ہے کہ یہ اگر گھر پر ہو اور کوئی مخاطب نہ ہو تو بھی مجھے گالیاں دیتا رہتا ہے۔ چوہدری ظہور الٰہی صاحب نے کہا کہ جناب ایسا نہیں ہے آپ کے ہمارے اصولی اختلافات ہیں ہم اخلاص اور نیک نیتی سے آپ پر تنقید کرتے ہیں اب ختم نبوت کا مسئلہ آپ کے سامنے ہے اسے حل کیجئے اور قوم کے ہیرو بن جایئے۔ بھٹو صاحب نے کہا کہ اگر میں ۱۳ جون کو (ملک گیر ہڑتال کے دن) لاہور کی تقریر کے دن اس مسئلہ کو مان لیتا تو ہیرو بن سکتا تھا لیکن بعد از خرابی بسیار مسئلہ ماننے سے ہیرو کیسے بن سکتا ہوں۔ افضل چیمہ نے کہا کہ بھٹو صاحب باقی علماء کو تو مرزائیوں کو غیر مسلم قرار دینے پر اتنا اصرار نہیں ہے البتہ چوہدری ظہور الٰہی صاحب بڑا اصرار کررہے ہیں اترا رہا ہے اور ضد کررہا ہے۔ میں نے کہا کہ بھٹو صاحب یہ چیمہ صاحب آپ کے سامنے اپنے نمبر بنا رہے ہیں۔ میں ضد نہیں کررہا۔ علماء کرام کا اپنا موقف ہے وہ میرے تابع نہیں ہیں ایک دینی موقف اور شرعی امر پر علماء کرام کو یوں مطعون کرنا چیمہ صاحب کے لئے مناسب نہیں ہے اور صرف علماء کرام نہیں بلکہ اس وقت تمام اسلامیان پاکستان اس مسئلہ کو حل کرانے کے لئے سراپا تحریک بنے ہوئے ہیں۔ دنیائے اسلام کی نگاہیں اس مسئلہ کے لئے آپ کی طرف لگی ہوئی ہیں۔ دنیائے عالم کے مسلمان اس مسئلہ کا مثبت حل چاہتے ہیں۔ اسے صرف مولویوں کا مسئلہ کہہ کر چیمہ صاحب آپ کو گمراہ کررہے ہیں۔ علماء کرام قطعاً" اس مسئلہ میں کسی بھی قسم کی معمولی سی لچک پیدا کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں آپ اس بارے میں علماء کرام سے خود دریافت کرلیں بلکہ میں ایسے عالم دین کا نام بتاتا ہوں جو آپ کے لئے دل میں نرم گوشہ رکھتے ہیں آپ ان سے پوچھ لیں کہ مسئلہ ختم نبوت فروعی امر ہے یا دین کا بنیادی مسئلہ ہے اس کا تحفظ کرنا مسلمان حکومت کے لئے ضروری ہے یا نہیں۔ بھٹو صاحب نے کہا کون سے عالم دین۔ میں نے کہا مولانا ظفر احمد انصاری۔ آپ ان سے پوچھ لیں اگر وہ ختم نبوت کے مسئلہ کو فروعی مسئلہ سمجھتے ہوں تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ ہم تحریک سے لاتعلق ہوجائیں گے۔ بھٹو صاحب نے چیمہ صاحب کی ڈیوٹی لگائی ہے کہ وہ مجھے (ظہور الٰہی) ساتھ لے کر مولانا ظفر احمد انصاری سے ملیں اور ان کا موقف معلوم کریں۔ چنانچہ اب وقت ہوگیا ہے چیمہ صاحب میرا انتظار کررہے ہوں گے۔ ہم دونوں نے مولانا ظفر احمد انصاری سے ملنا ہے مولانا مفتی زین العابدین اور مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف چیمہ صاحب اور مولانا ظفر احمد انصاری سے اچھے تعلقات تھے۔ چیمہ صاحب تو ویسے بھی فیصل آباد کے علاقہ سے تعلق رکھتے تھے۔ چنانچہ طے ہوا کہ یہ دونوں حضرات بھی آپ کے ساتھ جائیں۔ چوہدری ظہور الٰہی، افضل چیمہ، حکیم عبدالرحیم اشرف، مولانا مفتی زین العابدین اور مولانا ظفر احمد انصاری کی طویل گفتگو ہوئی۔ مولانا ظفر احمد انصاری نے صراحتاً" فرمایا کہ ختم نبوت کا مسئلہ دین کا بنیادی مسئلہ ہے اس کو فروعی مسئلہ قرار دینا غلط ہے۔ حقیقت میں خود افضل چیمہ اس مسئلہ میں ضد کررہے تھے۔ تمام حضرات کی گرفت سے چیمہ صاحب زچ ہوگئے تو ہاتھ جھٹک کر کہا کہ اگر آپ لوگ ملک کی جڑیں اس طرح کھوکھلی کرنا چاہتے ہیں تو بڑے شوق سے جو چاہے کر جایئے بہرحال مولانا ظفر احمد انصاری کی ملاقات کی رپورٹ بھٹو صاحب کو دی گئی۔

اس کے بعد قومی اسمبلی کے دفاتر میں سب کمیٹی کا اجلاس تھا۔ ظہور الٰہی، مولانا مفتی محمود، پروفیسر غفور، مولانا شاہ احمد نورانی، حفیظ پیرزادہ، مولانا کوثر نیازی، افضل چیمہ شریک ہوئے۔ اجلاس میں جاتے وقت مولانا مفتی محمود نے ہمیں حکم فرمایا کہ آپ لوگ چل کر راجہ بازار میں مجلس عمل کی میٹنگ کریں۔ میں نے مفتی محمود صاحب سے استدعا کی کہ سب کمیٹی کی مثبت یا منفی جو بھی کارروائی ہو ہمیں حکومت کے رویہ سے ضرور باخبر رکھیں تاکہ اس کی روشنی میں ہم مجلس عمل میں اپنی پالیسی طے کرسکیں۔ دارالعلوم میں میٹنگ شروع ہوئی آغا شورش کاشمیری کی صحت ناساز تھی وہ میٹنگ میں لیٹ شریک ہوئے۔ حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری نے اجلاس کی صدارت فرمائی۔ سید مظفر علی شمسی، سید محمود احمد رضوی، مولانا خواجہ خان محمد صاحب، مولانا محمد شریف جالندھری، سردار میر عالم خان لغاری، بندہ تاج محمود، مفتی زین العابدین، حکیم عبدالرحیم اشرف، علی غضنفر کراروی، مولانا غلام اللہ خان مولانا غلام علی اوکاڑوی، مولانا احسان الٰہی ظہیر، مولانا عبیداللہ انور، نوابزادہ نصراللہ خان، خان محمد زمان خان اچکزئی، مولانا محمد علی رضوی، مولانا عبدالرحمان جامعہ اشرفیہ، مولانا صاحبزادہ فضل رسول حیدر اور دوسرے کئی حضرات شریک اجلاس ہوئے۔ پوری مجلس عمل اس پر غور کررہی تھی کہ اگر حکومت مطالبات تسلیم نہ کرے تو پھر ہمیں تحریک کو کن خطوط پر چلانا ہوگا۔ اور اب مرزائیوں سے زیادہ حکومت سے مقابلہ ہوگا۔ بھی حضرات تحفظ ناموس ختم نبوت کے لئے جان کی بازی لگانے پر تیار تھے اتنے میں مولانا مفتی محمود صاحب کا فون آیا کہ حالات پر امید ہیں توقع ہے کہ سب کمیٹی کسی متفقہ مسودہ پر کامیاب ہوجائے گی۔ حفیظ پیرزادہ نے بھٹو صاحب کو فون کرکے سب کمیٹی کی کارروائی سے باخبر کیا بھٹو صاحب نے تمام اراکین کمیٹی کو اپنے ہاں طلب کیا۔ تھوڑی دیر گفتگو ہوئی بھٹو صاحب نے تمام کا موقف سنا اور کہا کہ اب مزید وقت ضائع نہ کریں رات بارہ بجے دوبارہ اجلاس ہوگا آپ تمام حضرات تشریف لائیں۔ اس وقت دو ٹوک فیصلہ

کریں گے ہم لوگ اپنی میٹنگ سے فارغ ہوئے امید و یاس کی کیفیت طاری تھی۔ میں سخت پریشان تھا بھٹو صاحب جیسے چالاک آدمی سے پالا پڑا تھا۔ کسی وقت بھی وہ جھٹکا دے کر تحریک کو کچلنے کا فیصلہ کر سکتے تھے تمام حالات ہمارے سامنے تھے۔ میں انتہائی پریشانی کے عالم میں مولانا محمد رمضان علوی کے گھر گیا۔ مجھے اندیشہ تھا کہ اگر فیصلہ صحیح نہ ہوا تو میری جان نکل جائے گی ان کے ہاں کروٹیں بدلتے وقت گزارا۔ رات کو راجہ بازار کی جامع مسجد میں جلسہ عام منعقد ہوا۔ مقررین نے بڑی گرم تقریریں کیں۔ ہجوم آتش فشاں پہاڑ کی شکل اختیار کئے ہوئے تھا۔ اعلان کیا گیا کہ کل اگر ہمارے مطالبات نہ مانے گئے تو راجہ بازار میں شہیدان ختم نبوت کی لاشوں کا انبار ہو گا۔ جوں جوں وقت گزرتا جا رہا تھا جلسہ کی تقریروں میں شدت پیدا ہوتی جا رہی تھی بھٹو صاحب جلسہ کی ایک ایک منٹ کی کارروائی سے باخبر تھے۔ تمام حالات ان کے سامنے تھے رات بارہ بجے حسب پروگرام بھٹو صاحب کی صدارت میں کیبنٹ کا اجلاس ہوا۔ پنڈی میں جلسہ ہو رہا تھا۔ اسلام آباد میں میٹنگ ہو رہی تھی ڈیڑھ بجے کے قریب مولانا مفتی محمود' مولانا شاہ احمد نورانی پروفیسر غفور احمد اور چوہدری ظہور الٰہی ڈیڑھ گھنٹہ کے مذاکرات کے بعد جلسہ میں تشریف لائے۔ مولانا مفتی محمود صاحب نے اسٹیج پر چڑھنے سے قبل مجھے اشارہ سے بلوایا اور فرمایا مبارک ہو کل آپ کی انشاء اللہ العزیز جیت ہو جائے گی۔ لیکن اس کا ابھی افشانہ کریں کہ حکومت کا اعتبار نہیں ہے۔ میں اسٹیج پر آیا شیخ بنوری کے کان میں کہا کہ افشانہ کریں لیکن آپ کو مبارک ہو۔ شیخ بنوری کے منہ سے بے ساختہ زور سے نکلا۔ الحمدللہ جس سے اکثر لوگ میری سرگوشی اور مولانا کے الحمدللہ کا مطلب سمجھ گئے۔ بھٹو صاحب بڑے ذہین آدمی تھے۔ وہ پہلے سے فیصلہ دل میں کئے ہوئے تھے کہ مسئلہ کو عوام کی خواہشات کے مطابق حل کر کے مرزائیوں کو غیر مسلم قرار دیں گے۔ لیکن وہ اس مسئلہ کی مشکلات اور رکاوٹوں سے باخبر تھے۔ وہ یہ جانتے تھے کہ اس طرح جلدی سے فیصلہ کرنے سے امریکہ' برطانیہ' فرانس' مغربی جرمنی کی حکومتیں مجھ پر زبردست دباؤ ڈالیں گی اس نے پیرزادہ کو کہا کہ آپ لوگ گھر جا کر آرام کریں کل ایک دن میں قومی اسمبلی ایوان بالا دونوں سے متفقہ قرارداد منظور کراؤں گا کہ مرزائی غیر مسلم ہیں اور ان کا نام غیر مسلم اقلیتوں میں شامل کر دیا جائے گا۔ صوبائی ڈویژنل ضلعی انتظامیہ کو تحریک کو کچلنے کی ہدایت' فوج کا اسلحہ سمیت شہروں میں متعین یہ محض مرزائی و مرزائی نواز طاقتوں کی توجہ کو دوسری طرف پھیرنے کے لئے تھا۔

اللہ رب العزت نے فضل فرمایا اور 7 ستمبر شام کو قومی اسمبلی و سینٹ نے متفقہ طور پر مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا یوں یہ جدوجہد کامیابی سے ہمکنار ہوئی۔ کفر ہار گیا۔ اسلام جیت گیا ختم نبوت کا بول بالا ہوا۔ اس کے منکرین کا منہ کالا ہوا۔ الحق یعلو ولا یعلیٰ حق سربلند ہوتا ہے نہ کہ پست' شام کو ریڈیو ٹی وی دوسرے دن اخبارات کے ذریعہ قوم کو جب اس خبر کی اطلاع ہوئی تو وہ خوشی سے دیوانے ہو گئے کسی کا اگر فوت شدہ باپ زندہ ہو جائے تو اسے اتنی خوشی نہ ہو گی جتنی اس مسئلہ ختم نبوت کے حل پر ہوئی۔

سچ ہے اس لئے کہ حضور علیہ السلام کا فرمان ہے کہ تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک کامل ایماندار نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے ماں باپ' اپنی اولاد اور اپنی جان سے زیادہ مجھے عزیز نہ سمجھے اس حدیث پر عمل کر کے تحریک ختم نبوت میں مسلمان قوم نے ثابت کر دیا کہ فخر عالم ﷺ کی ذات اقدس سے محبت ہی کامل ایمان کی نشانی ہے تاج و تخت ختم نبوت زندہ باد' مرزائیت مردہ باد۔

O

ایک دفعہ امام غزالیؒ کی مجلس میں لوگ انسانی کارناموں پر بڑی پرجوش بحث کر رہے تھے کوئی فاتحین کو بڑا ثابت کرنے کی کوشش کر رہا تھا تو کوئی دانائی و حکمت کو انسان کا سب سے بڑا کارنامہ بتا رہا تھا۔ امام صاحب کافی دیر تک خاموشی سے ان کی باتیں سنتے رہے۔ حاضرین میں سے ایک آدمی نے امام صاحب سے درخواست کی کہ وہ بھی اپنی رائے کا اظہار فرمائیں۔ امام صاحب نے کہا "تم لوگ زیر بحث مسئلہ کے حل کی تلاش میں بہت دور نکل گئے ہو۔ حالانکہ انسان جو سب سے بڑا کارنامہ سرانجام دے سکتا ہے وہ تو ہمارے سامنے کی بات ہے۔"

سب نے حیران ہو کر بیک آواز پوچھا "کون سی چیز؟" امام غزالی نے جواب دیا۔ "انسان کا اگر کوئی کارنامہ سب سے بڑا ہو سکتا ہے تو یہ کہ انسان اپنے دل اور زبان کو قابو میں رکھے۔ اور یہ کارنامہ بہت کم لوگ سرانجام دے سکتے ہیں۔"

صرافہ بازار میں سونے کی قدیم دکان
صراف حاجی صدیق اینڈ برادرس
اعلیٰ زیورات بنوانے کیلئے ہمارے ہاں تشریف لائیں
کندن اسٹریٹ صرافہ بازار کراچی
فون نمبر: ۲۴۵۸۰۳

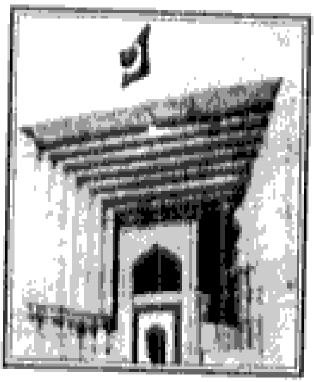

قادیانی اپنے مذہب کے الگ شعائر ایجاد کریں

عدالت عظمیٰ پاکستان کے جسٹس عبدالقدیر چوہدری کا تاریخی فیصلہ

ان اپیلوں کے حقائق' مجوزہ فیصلے میں بڑی تفصیل سے بیان کردیئے گئے ہیں' اس لئے میں انہیں دہرانے کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ جہاں تک موجودہ اپیل کا تعلق ہے۔ وہ حقائق جو اس کارروائی کا سبب بنے' اس طرح ہیں کہ اپیل کنندگان احمدیہ برادری سے تعلق رکھتے ہیں (جنہیں قادیانی بھی کہا جاتا ہے) جو کہ ایک غیر مسلم مذہبی فرقہ ہے۔ احمدیوں نے ۲۳ مارچ ۱۹۸۹ء کو دنیا بھر میں شایان شان طریقہ سے اپنے مذہب کی ۱۰۰ سالہ سالگرہ منانے کا فیصلہ کیا تھا۔ ان تقریبات کا آغاز ۲۳ مارچ سے ہوتا تھا۔

۲۰ مارچ ۸۹ء کو ہوم سیکرٹری حکومت پنجاب نے' دفعہ ۱۴۴ ضابطہ فوجداری کے تحت ایک حکم نافذ کیا' جس کی رو سے صوبہ پنجاب میں قادیانیوں کے جشن منانے پر پابندی لگادی گئی۔ ۲۱ مارچ ۸۹ء کو ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ جھنگ نے بھی ایک حکم کے ذریعے ضلع بھر کے قادیانیوں کو درج ذیل سرگرمیوں سے باز رہنے کی ہدایت کی۔

"۱۔ عمارتوں اور احاطوں پر چراغاں
۲۔ آرائشی دروازوں کی تنصیب و تعمیر
۳۔ جلوس نکالنا اور جلسے منعقد کرنا
۴۔ لاؤڈ اسپیکر اور میگافون کا استعمال
۵۔ نعرے لگانا
۶۔ بیجوں' جھنڈیوں اور بینروں وغیرہ کی نمائش
۷۔ پمفلٹوں کی تقسیم' دیواروں پر پوسٹر چسپاں کرنا اور دیواروں پر اشتہارات لکھنا
۸۔ مٹھائیوں کی تقسیم اور غریبوں کو کھانا کھلانا
۹۔ کوئی دیگر سرگرمی جو براہ راست یا بالواسطہ طور پر مسلمانوں کے جذبات مشتعل یا مجروح کرنے کا سبب بنے"۔

یہ حقائق ظاہر کرتے ہیں کہ جن معمولات پر پابندی لگائی گئی' وہ ایسی سرگرمیاں تھیں' جنہیں اعلانیہ انجام دینا تھا یا لوگوں کے ردعمل کو مدنظر رکھ کر ایسا کیا گیا تاکہ امن عامہ میں نقص نہ پڑے اور امن و امان برقرار رہے۔

ربوہ کے ریذیڈنٹ مجسٹریٹ نے احمدیہ برادری کو مطلع کیا کہ وہ آرائشی دروازے ہٹالیں۔ بینرز اور روشنیاں اتارلیں اور اس امر کو یقینی بنائیں کہ دیواروں پر مزید اشتہار نہیں لکھے جائیں گے۔ اس نے مزید مطلع کیا کہ ۲۱ مارچ کے حکم نامہ میں شامل پابندیوں میں تاحکم ثانی توسیع کردی گئی ہے۔

اپیل کنندگان نے محولہ بالا احکام کو بذریعہ رٹ پٹیشن نمبر ۸۹/۲۰۸۹ چیلنج کردیا اور اس امر کا فیصلہ صادر کرنے کی استدعا کی کہ انہیں اپنی برادری کے گزشتہ ۱۰۰ برسوں کے اہم واقعات کی یاد تازہ کرنے اور شایان شان طریقہ سے صد سالہ جشن منانے کے حق سے محروم نہیں کیا جاسکتا۔ رٹ میں کہا گیا کہ انہوں نے ایسی تقریبات منانے کے لئے نئے لباس پہننے' اظہار تشکر کے لئے نوافل دوگانہ ادا کرنے' بچوں میں شرینی اور غرباء و مساکین میں کھانا تقسیم کرنے' جلسے کرنے اور گزشتہ ۱۰۰ برسوں میں ہونے والی عنایات پر خداوند تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کا پروگرام بنایا تھا۔ دعویٰ کیا گیا کہ یہ تمام سرگرمیاں ایسی تھیں' جن کی ۱۹۷۳ء کے دستور میں ضمانت دی گئی ہے اور آرٹیکل ۲۰ میں شامل بنیادی حق کے تحت تحفظ فراہم کیا گیا ہے۔ اس لئے متنازعہ حکم غیر قانونی ہے۔ مزید کہا گیا کہ متنازعہ حکم جاری کرنے کے لئے دفعہ ۱۴۴ کے اجزائے ترکیبی میں سے کوئی بھی موجود نہیں تھا۔ اپیل کنندگان میں سے ایک نے' جسے کلمہ طیبہ کا بیج لگانے اور اذان دینے پر زیر دفعہ ۲۹۸۔سی سزا دی گئی تھی۔ علیحدہ رٹ دائر کی تھی۔ تعزیرات پاکستان میں ۲۹۸۔بی اور ۲۹۸۔سی کا اضافہ ۱۹۸۴ء کے امتناع قادیانیت آرڈیننس کے تحت کیا گیا ہے۔

اس مقدمہ کی سماعت لاہور ہائیکورٹ کے ایک فاضل جج نے کی۔ انہوں نے اپنے فیصلہ میں دوران سماعت اٹھائے گئے قانونی و دستوری سوالوں کا پوری طرح جائزہ لیا اور انتہائی متوازن فیصلہ سنایا۔ ہم اس بات کی دل سے قدر کرتے ہیں کہ فاضل جج نے اس معاملے میں ان ججوں کے صادر کردہ فیصلوں پر انحصار کیا جو یا تو سیکولر ہیں یا انسانی حقوق کے چیمپئن ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ عدالت میں لایا گیا معاملہ بلاشبہ بہت ہی

حساس نوعیت کا ہے‘ جس کا تعلق انسان کے مذہب اور عقیدہ سے ہے اور اس کی بابت بڑے غیر جانبدارانہ اور محتاط انداز فکر اپنانے کی ضرورت ہے تاکہ لوگوں کے اعتماد کو تقویت ملے اور اس کے فیصلے کو ضروری آزادی میسر آسکے۔

یہاں زیر غور اہم سوال یہ ہے کہ آیا دفعہ ۲۹۸ ب اور ۱۹۸۴ء کے ۲۰ویں آرڈیننس کے تحت صادر کردہ حکم بنیادی حق (آرٹیکل ۲۰) کے منافی ہے‘ جو ۱۹۷۳ء کے دستور کی رو سے ہر شہری کو حاصل ہے؟

اپیل کنندگان نے غور و خوض کے لئے درج ذیل تنقیحات وضع کیں۔

(الف) وفاقی شرعی عدالت کا یہ فیصلہ کہ متنازعہ آرڈیننس قرآن و سنت سے متصادم نہیں ہے اس عدالت کے لئے بالکل غیراہم اور بے وقعت ہے۔

(ب) آرڈیننس صریحاً" اور یقینی الفاظ میں اس مذہبی آزادی سے انکاری ہے جس کی ضمانت پاکستان کے احمدی شہریوں کو دستور کے آرٹیکل ۲۰ میں دی گئی ہے۔

(ج) یہ آرڈیننس مبہم‘ غیرواضح اور غیر یقینی ہونے کے ساتھ ساتھ ظالمانہ بھی ہے۔

(د) دستور کے آرٹیکل ۲۰ کی ترکیب "قانون کے تابع رہتے ہوئے" میں مستعمل لفظ "قانون" سے مثبت قانون مراد ہے‘ اسلامی قانون نہیں۔

(ہ) دستور کے آرٹیکل ۱۹ میں استعمال کردہ ترکیب "اسلام کی عظمت" سے آرٹیکل ۲۰ میں دیئے گئے حقوق کے بارے میں استفادہ نہیں کیا جاسکتا۔

(و) کلمہ طیبہ والے بیج کا استعمال اور اذان دینا متنازعہ آرڈیننس کے دائرہ اثر میں نہیں آتا۔

(ز) زیر دفعہ ۲۹۸ ب‘ جاری کردہ حکم اپیل کنندگان کے مذہب سے متعلق‘ بنیادی حقوق کے خلاف ہے۔ اس لئے وہ دستور کے آرٹیکل ۲۰ کے منافی ہے۔

ان نکات پر بحث کرنے سے پہلے یہ کہنا ضروری ہے کہ اگر عام قانون‘ جس کا اب تک اطلاق کیا گیا ہے۔ ہر ایک کو کسی لفظ‘ نام یا خطاب کے استعمال کا حق دیتا ہے یا پہلے سے لگائی گئی مسلمہ پابندیاں موجود ہیں؟ یہ بات قابل قدر ہے کہ بعض القابات‘ خطابات اور عنوانات‘ جیسا کہ وہ دفعہ ۲۹۸۔بی میں مذکور ہیں‘ قرآن حکیم میں مخصوص شخصیات کے لئے استعمال کئے گئے ہیں۔ (دیکھئے سورۃ احزاب کی آیت نمبر ۳۳ (اہل بیت) اور آیت نمبر ۵۴ اور سورۃ توبہ کی آیت نمبر ۱۰۰ (رضی اللہ عنہ) جبکہ دوسرے القابات گزشتہ ۱۴۰۰ برسوں سے‘ مسلمان ان شخصیات کے لئے استعمال کرتے آرہے ہیں‘ جن کے لئے وہ مخصوص ہیں۔ یہ القابات مخصوص معانی رکھتے ہیں‘ اسلامی عقیدہ کا جزو ہیں اور اظہار عقیدت و احترام کے لئے استعمال ہوتے ہیں کسی شخص کی طرف سے دوسروں کے لئے ایسے القابات کا اسی طریقہ سے استعمال‘ لوگوں کو یہ تاثر دینے کا موجب بن سکتا ہے کہ وہ اسلام سے تعلق رکھتے ہیں جبکہ حقیقت میں ایسا نہ ہو۔

یہ بات قابل غور ہے کہ صرف پاکستان میں نہیں بلکہ دنیا بھر میں قوانین‘ ایسے الفاظ اور جملوں کے استعمال کا تحفظ کرتے ہیں‘ جن کا مخصوص مفہوم و معانی ہو اور اگر وہ دوسروں کے لئے استعمال کئے جائیں تو لوگوں کو دھوکہ دینے اور گمراہ کرنے کا سبب بن سکتے ہیں۔ برطانیہ کے کمپنی لا‘ میں صراحت کے ساتھ کہا گیا ہے کہ کوئی ایسا نام نہیں رکھنا چاہئے جو مغالطہ پیدا کرے یا تاج‘ سرکاری محکمہ یا میونسپلٹی کے ساتھ کسی نوع کا تعلق ظاہر کرے اور صرف استثنائی صورتوں میں ایسے نام استعمال کرنے کی اجازت دی جائے گی‘ جن میں "امپیریل" کامن ویلتھ "نیشنل" یا "انٹرنیشنل" جیسے الفاظ شامل ہوں۔ الفاظ "کوآپریٹو" اور "بلڈنگ سوسائٹی" کا استعمال بھی ممنوع ہے۔ سب سے اہم اصول یہ ہے کہ ایسے نام کا اندراج نہیں کیا جائے گا۔ جو پہلے سے موجود کسی کمپنی کے نام سے ملتا جلتا ہو‘ ان احکام کا بڑا سختی کے ساتھ اطلاق ہوتا رہا ہے جنہیں کسی عدالت قانونی یا پارلیمنٹ میں ہرگز چیلنج نہیں کیا گیا۔

بھارت کے کمپنی لا کی دفعہ ۲۰ میں بھی لازمی قرار دیا گیا ہے کہ کسی کمپنی کو ایسے نام سے رجسٹرڈ نہیں کیا جائے گا جو حکومت کے نزدیک ناپسندیدہ ہو یا اس نام کی کوئی کمپنی پہلے سے رجسٹرڈ کی جاچکی ہو۔ بھارتی دستور میں اسی طرح کے بنیادی حقوق دیئے گئے ہیں‘ جیسے ہمارے آئین میں درج ہیں۔ لیکن ہم نے کسی عدالت کا ایک بھی فیصلہ ایسا نہیں دیکھا جس میں ایسی پابندی کو ان حقوق کے منافی قرار دیا گیا ہو۔

تجارتی و کاروباری ناموں اور نشانات کے تحفظ کے لئے دنیا کے ہر قانونی نظام میں کوئی نہ کوئی قانون موجود ہے‘ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ کسی فرم یا کمپنی کا کوئی رجسٹرڈ تجارتی نام یا نشان دوسرا ادارہ استعمال نہیں کرسکتا اور اس کی خلاف ورزی پر نہ صرف تجارتی نشان کا مالک خلاف ورزی کرنے والے سے ہرجانہ وصول کرسکتا ہے بلکہ یہ قانون کی نظر میں بھی جرم ہے۔

یہاں ہم انگریزی قانون کا حوالہ دے سکتے ہیں۔ معروف مقدمہ "J. Bollinger vs Costa Brava Wine Coy Ltd. 1959,3.W.L.R. 966"- میں قرار دیا گیا تھا کہ

"مسئول الیہ کو ایسا عمل جاری رکھنے سے روکنے کے لئے حکم امتناعی حاصل کیا جاسکتا تھا‘ جسے دھوکہ دہی سمجھا گیا ہو‘ اگرچہ دھوکہ دینے کی نیت کا کوئی ثبوت موجود نہیں تھا۔"

بھارت کا تجارتی و کاروباری نشانات کا قانون مجریہ ۱۹۵۸ء کے دسویں باب میں تجارتی

نشانوں کی جعل سازی سے اور غلط طور پر' استعمال یا جعلی تجارتی نشانات' تجارتی علامات یا ایسے مال کی فروخت پر' جس پر جعلی تجارتی نشان یا علامت لگائی ہو' سزاؤں کا اہتمام کیا گیا ہے۔

بھارت اور پاکستان کے مجموعہ ہائے تعزیرات کے باب نمبر ۱۸ ایسے جرائم سے تعلق رکھتے ہیں جن میں دستاویزات یا تجارتی و کاروباری نشانات میں جعل سازی سے کام لیا جائے' مجموعہ تعزیرات ہند کی دفعہ ۴۸۱ میں کہا گیا ہے۔

"جو کوئی کسی منقولہ جائیداد' مال یا کسی پیکج' دیگر ظرف پر جو منقولہ جائیداد یا مال پر مشتمل ہو' ایسا نشان لگائے یا کسی صندوق' پیکج' یا دیگر ظرف کو جس پر کوئی تجارتی نشان لگا ہو' ایسے طریقہ سے استعمال کرے کہ معقول طور پر اس کی بابت یہ سمجھا جائے کہ اس کا مقصد یہ باور کرانا ہے کہ نشان رکھنے والی جائیداد یا مال یا کوئی دوسری جائیداد یا مال جو نشان رکھنے والے کسی ظرف میں رکھا ہوا ہو' کسی شخص کی ملکیت ہے جبکہ حقیقت میں وہ اس کی ملکیت نہ ہو' تو کہا جائے گا کہ جعلی نشان ملکیت استعمال کیا گیا ہے۔" یہ جرم فریب کاری ہے اور اس کے ارتکاب پر کسی ایک قسم کی سزا اتنی مدت کے لئے دی جاسکتی ہے' جو ایک برس تک ہوسکتی ہے یا اسے جرمانہ کیا جائے گا یا وہ دونوں سزاؤں کا مستوجب ہوگا۔"

پاکستان میں بھی اس قسم کے قوانین نافذ ہیں' کسی نے کسی بنا پر انہیں چیلنج نہیں کیا۔ یہاں ہم تجارتی نشانات ایکٹ ۱۹۴۰ء کی دفعہ ۶۹ کا حوالہ دے سکتے ہیں۔ جس کا اطلاق پورے برصغیر میں ہوتا رہا۔ اس کی ترمیم شدہ صورت جو اس وقت پاکستان میں نافذ العمل ہے' ذیل میں نقل کی جاتی ہے۔

" شاہی نشانات اور سرکاری علامات کے استعمال کی ممانعت اگر کوئی شخص جائز اختیار کے بغیر کسی تجارت' کاروبار' کسب یا پیشہ کے متعلق:

(الف) شاہی نشانات یا حکومتی نشانات (یا ایسے نشانات جو ان سے اتنی گہری مماثلت رکھتے ہوں کہ ان کے بارے میں قیاس کیا جائے کہ ان کا مقصد دھوکہ دینا ہے) اس طرح استعمال کرے کہ ان کی بابت قیاس کیا جائے کہ ان سے یہ باور کرانا مقصود ہے کہ وہ شاہی نشانات یا حکومتی علامات کو استعمال کرنے کا "قانونا" مجاز ہے یا

(ب) قائد اعظم محمد علی جناح کا نام' لقب یا اس کی مشابہت یا اس کی مختلف صورتوں میں سے کوئی ایک یا کوئی آلہ' علامت یا عنوان ایسے طریقہ سے استعمال کرے کہ اس کی بابت قیاس کیا جائے کہ اس کا منشاء یہ باور کرانا ہے کہ وہ ہز میجسٹی کی حکومت' یا وفاقی حکومت یا کسی صوبائی حکومت یا ایسی حکومت کے کسی محکمہ میں ملازم ہے' اسے مال فراہم کرتا ہے یا اس سے تعلق رکھتا ہے۔

(ج) ادارہ اقوام متحدہ یا اس کے قائم کردہ ذیلی ادارے عالمی ادارہ صحت کا نشان' سرکاری مہر' نام یا نام کا کوئی مخفف ایسے طریقہ سے استعمال کرے' جس سے یہ باور کرانا مقصود ہو کہ اسے اقوام متحدہ کی صورت میں سیکریٹری جنرل نے یا عالمی ادارہ صحت کی صورت میں اس کے ڈائریکٹر جنرل نے وہ نشان مہر یا نام استعمال کرنے کا "قانونا" اختیار دیا ہے۔

اسے کسی ایسے شخص کی طرف سے استغاثہ دائر کرنے پر جسے ایسے نشانات' آلات' علامات خطاب استعمال کرنے کا اختیار ہو یا رجسٹرار کی طرف سے مقدمہ دائر کرنے پر حکما" اس نام کا استعمال جاری رکھنے سے روک دیا جائے گا۔

تاہم شرط یہ ہے کہ اس دفعہ میں شامل کسی چیز سے یہ مراد نہیں لی جائے گی کہ اس سے کسی تجارتی نشان کے مالک کا حق اگر کوئی ہو متاثر ہو رہا ہے جس کے استعمال کو جاری رکھنے کا وہ قانونا" مجاز ہو"۔

پس واضح ہوا کہ دوسروں کے تجارتی ناموں' تجارتی نشانوں' ملکیتی نشانات یا علامتوں کو اس نیت سے استعمال کرنا جس کا مقصد دوسروں کو یہ باور کرانا ہو کہ وہ استعمال کنندہ کی ملکیت ہیں' ایک جرم کے مترادف ہے۔ اس کے مرتکب کو نہ صرف قید اور جرمانہ کی سزا دی جاسکتی ہے بلکہ اس سے ہرجانہ بھی وصول کیا جاسکتا ہے اور اسے باز رکھنے کے لئے امتناعی حکم جاری کیا جاسکتا ہے۔ یہ معمولی مالیت کے مال کے بارے میں واقعی سچ ہے۔ مثال کے طور پر کوکا کولا کمپنی کسی کو یہ اجازت نہیں دے گی کہ اس کی مصنوعات کے چند اونس بھی اس کی اپنی بوتلوں یا دوسرے ظروف میں' جن پر کوکا کولا کا نشان لگا ہوا ہو' فروخت کرے خواہ اس کی قیمت چند سینٹ ہی کیوں نہ ہو۔ مزید برآں یہ ایک فوجداری جرم ہے جس پر قید جرمانہ کی سزا دی جاسکتی ہے۔ اس سے یہ اصول وابستہ ہیں کہ دھوکہ نہ دو اور دوسروں کے حقوق ملکیت پامال نہ کرو۔

سادہ الفاظ میں جو لوگ دوسروں کو دھوکہ دیتے ہیں ان کی حوصلہ شکنی کی جاری ہے' خواہ ان کی حرکت سے پہنچنے والے نقصان کی مالیت چند کوڑیوں کے برابر ہو۔ ہمارے ہاں قائد اعظم اور اس کے مماثل لقب کی حفاظت کے لئے قانون وضع کیا گیا ہے جسے کسی حلقے نے چیلنج نہیں کیا۔ بہر حال پاکستان جیسی نظریاتی ریاست میں اپیل کنندگان جو کہ غیر مسلم ہیں' اپنے عقیدہ کو اسلام کے طور پر پیش کرکے دھوکہ دینا چاہتے ہیں؟ یہ بات خوش آئند اور لائق تحسین ہے کہ دنیا کے اس خطے میں عقیدہ آج بھی مسلمان کے لئے سب سے قیمتی متاع ہے' وہ ایسی حکومت کو ہرگز برداشت نہیں کرے گا جو اسے ایسی جعل سازیوں اور دسیسہ کاریوں سے تحفظ فراہم کرنے کو تیار نہ ہو۔

دوسری طرف اپیل کنندگان اصرار کر رہے ہیں کہ انہیں نہ صرف اپنے مذہب کو اسلام کے

طور پر پیش کرنے کا لائسنس دیا جائے بلکہ وہ یہ بھی چاہتے ہیں کہ انتہائی محترم و مقدس شخصیات کے ساتھ استعمال ہونے والے القابات اور خطابات وغیرہ کو ان بدعتی غیر مسلموں کے ناموں کے ساتھ چسپاں کیا جائے' جو مسلم شخصیات کے پاسنگ بھی نہیں۔ حقیقتاً" مسلمان اس اقدام کو اپنی عظیم ہستیوں کی بے حرمتی اور توہین و تنقیص پر محمول کرتے ہیں۔ پس اپیل کنندگان اور ان کی برادری کی طرف سے ممنوعہ القابات اور شعائر اسلام کے استعمال پر اصرار اس بارے میں کوئی شک و شبہ باقی نہیں رہنے دیتا کہ وہ قصداً" ایسا کرنا چاہتے ہیں' نہ صرف جو ان مقدس ہستیوں کی بے حرمتی کرنے بلکہ دوسروں کو دھوکہ دینے کے مترادف بھی ہے۔ اگر کوئی مذہبی گروہ دھوکہ دہی و فریب کاری کو اپنا بنیادی حق سمجھ کر اس پر اصرار کرے اور اس سلسلے میں عدالتوں سے مدد کا طلب گار ہو تو اس کا خدا ہی حافظ ہے۔ امریکہ کی سپریم کورٹ "Cantwell vs Connecticut (310 US 296 at 306)" نامی مقدمہ میں قرار دے چکی ہے

"مذہب یا مذہبی عقیدہ کا لبادہ کسی شخص کو' عام لوگوں کو فریب دینے پر تحفظ فراہم نہیں کرتا۔"

علاوہ ازیں اگر اپیل کنندگان یا ان کی برادری دوسروں کو دھوکہ دینے کا ارادہ نہیں رکھتے تو وہ اپنے لئے نئے القاب وغیرہ کیوں وضع نہیں کرلیتے؟ کیا انہیں اس بات کا احساس نہیں کہ دوسرے مذاہب کے شعائر' مخصوص نشانات' علامات اور اعمال پر انحصار کرکے' وہ خود اپنے مذہب کی ریاکاری کا پردہ چاک کریں گے۔ اس صورت میں اس کے معنے یہ بھی ہوسکتے ہیں کہ ان کا نیا مذہب' اپنی طاقت' میرٹ اور صلاحیت کے بل پر ترقی نہیں کرسکتا یا فروغ نہیں پاسکتا بلکہ اسے جعل سازی و فریب پر انحصار کرنا پڑ رہا ہے؟

آخر کار دنیا میں اور بھی بہت سے مذاہب ہیں۔ انہوں نے مسلمانوں یا دوسرے لوگوں کے القابات وغیرہ پر کبھی غاصبانہ قبضہ نہیں کیا۔ بلکہ وہ اپنے عقائد کی پیروی اور اس کی تبلیغ بڑے فخر سے کرتے ہیں۔ اور اپنے ہیروز کی' اپنے طریقہ سے مدح و ستائش کرتے ہیں۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ پاکستان میں ایسا کوئی قانون نافذ نہیں جو احمدیوں کو ان کے اپنے القابات تخلیق کرنے اور انہیں مخصوص افراد کے ساتھ استعمال کرنے سے روکتا ہو نیز ان کے مذہب پر کسی قسم کی دوسری پابندیاں عائد نہیں ہیں۔

دلیل دی گئی کہ وفاقی شرعی عدالت کا یہ کہنا کہ امتناع قادیانیت آرڈیننس ۱۹۸۴ء قرآن و سنت کے منافی نہیں ہے' اس عدالت کی حد تک قانونی لحاظ سے درست نہیں ہے۔

بہرحال یہ ادعا اپنے اندر کوئی میرٹ نہیں رکھتا' احمدیوں کو دستور کے آرٹیکل ۲۶۰ (۳) (ب) کی رو سے غیر مسلم قرار دیا جاچکا ہے اور وفاقی شرعی عدالت' مجیب الرحمن بنام وفاقی حکومت پاکستان و دیگر (پی ایل ڈی ۱۹۸۵ء ایف ایس سی ۸) نامی مقدمہ میں اس بنا پر اس فیصلہ کی تصدیق و توثیق کرچکی ہے کہ قادیانی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت پر ایمان نہیں رکھتے اور قرآن حکیم کی ایک واضح اور صاف آیت کی تاویل کے ذریعے اس کی تکذیب کرتے ہیں اور اسلام میں ظل' بروز اور حلول جیسے مکاری پر مبنی تصورات کو فروغ دیتے ہیں۔ اس لئے انہیں حکم دیا گیا ہے کہ وہ براہ راست یا بالواسطہ طور پر خود کو بطور مسلمان پیش کرنے سے باز رہیں اور مسلمانوں کے قانونی حقوق کا مطالبہ کرنے سے باز آجائیں۔

مسلمان "صحابی" اور "اہل بیت" کی اصطلاحات بالترتیب رسول اکرم ﷺ کے ساتھیوں اور ان کے ارکان خاندان کے لیے استعمال کرتے ہیں' جو سب کے سب بہترین مسلمان تھے۔ اس لیے رسول اکرم ﷺ کے ساتھیوں' ازواج النبی ﷺ رضوان اللہ علیہم اجمعین' اور ان کے افراد خاندان کے لیے مخصوص القابات کا مرزائیوں کی طرف سے مرزا غلام احمد قادیانی کے ساتھیوں' اس کی بیویوں اور گھروالوں کے لیے استعمال' ان کی (صحابہؓ و اہل بیتؓ) بے حرمتی کے مترادف ہے' جس سے مسلمان یہ دھوکا کھاسکتے ہیں کہ ایسے القابات کے حامل افراد بہتر مسلمان ہیں۔ مزید عرض کیا گیا کہ اذان دینا اور اپنی عبادت گاہ کو مسجد کہنا اس کی یقینی علامت ہے کہ اذان دینے اور مسجد میں نماز پڑھنے والے افراد مسلمان ہیں۔ اس لیے قرار دیا گیا کہ ان القابات و اصطلاحات کے استعمال کی ممانعت اور اس نوع کی پابندیاں عائد کرنے والے آرڈیننس کے احکام کہ قادیانی خود کو بطور مسلمان پیش نہیں کرسکتے' آئین کے مقاصد پر عمل در آمد کے لیے نافذ کیے گئے ہیں۔

جہاں تک شعائر اسلام کا تعلق ہے' عدالت نے قرار دیا کہ اسلامی شعائر کسی غیر مسلم کو انہیں اختیار کرنے کی اجازت نہیں دیتے اور اگر کوئی اسلامی حکومت برسراقتدار ہونے کے باوجود کسی غیر مسلم کو' اسلام قبول کیے بغیر' ان کے استعمال کی اجازت دیتی ہے' تو وہ اپنے فرائض کی ادائیگی میں ناکام رہتی ہے۔ سیکولر ریاست کی طرح ایک اسلامی ریاست بھی قانون بنانے' غیر مسلموں کو اسلامی شعائر کے استعمال اور اپنے مذہب کی تبلیغ سے باز رکھنے کا اختیار رکھتی ہے جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا ایسی پابندی کا مطلب بے ایمان اور دھوکہ باز غیر مسلموں کو اسلام کی مخصوص و نمایاں صفات کے استعمال سے باز رکھنا ہے تاکہ وہ دوسرے غیر مسلموں کو اسلام کی طرف راغب نہ کرسکیں بلکہ اپنے مذہب کی آغوش میں لانے کی کوشش کریں۔ مزید قرار دیا

گیا کہ اس دعویٰ پر بنیادی حقوق کی آڑ میں زور دینے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ مجیب الرحمان و دیگران نے وفاقی شرعی عدالت کے مذکورہ بالا حکم کو سپریم کورٹ کے شریعت اپیلٹ بنچ میں آرٹیکل ۲۰۳ این کے تحت چیلنج کیا تھا (دیکھئے پی ایل ڈی ۱۹۸۸ء ایس سی (شریعت اپیلٹ بنچ) ۱۶۷) لیکن بعد میں نامعلوم وجوہات کی بنا پر اپیل واپس لے لی گئی۔ اس اپیل میں عدالت ھذا نے قرار دیا تھا کہ

"وفاقی شرعی عدالت کا فیصلہ برقرار رہے گا"

پھر موجودہ اپیل دائر کی گئی جس کی سماعت دستور کے آرٹیکل ۱۸۵ کے تحت بصیغہ عموی کی گئی۔

باب ۳۔ اے' ۲۶ مئی ۱۹۸۰ء کو دستور میں شامل کیا گیا تھا۔ اس میں ۲۰۳۔ الف سے ۲۰۳۔ جے' تک آرٹیکلز شامل ہیں۔ آرٹیکل ۲۰۳ الف' میں کہا گیا ہے کہ دستور میں شامل کسی امر کے باوجود اس باب کے احکام موثر ہونگے۔ اس کے بعد آرٹیکل ۲۰۳۔ جی' میں کہا گیا ہے۔" آرٹیکل ۲۰۳۔ ایف' کے احکام کے سوا کوئی عدالت یا ٹریبونل بشمول عدالت عظمیٰ و عدالت عالیہ کسی ایسے معاملہ کی نسبت کسی کارروائی پر غور نہیں کرے گی یا کسی اختیار یا اختیار سماعت کا استعمال نہیں کرے گی جو عدالت کے اختیار یا اختیار سماعت کے دائرہ میں آتا ہو"۔

ان احکام کو یکجا کر کے پڑھا جائے تو اس سے یہ مفہوم نکلتا ہے کہ وفاقی شرعی عدالت کا صادر کردہ کوئی فیصلہ' اگر اس کے خلاف سپریم کورٹ کے شریعت اپیلٹ بنچ میں اپیل نہ کی جائے یا اپیل کرنے کی صورت میں فیصلہ کو بحال رکھا جائے' سپریم کورٹ کے لیے بھی واجب التعمیل ہوگا' جس کا نتیجہ یہ ہے کہ وفاقی شرعی عدالت کے محولہ بالا فیصلہ کو عدالت ھذا بھی نظر انداز نہیں کرسکتی۔

اگلا قابل غور نکتہ یہ ہے کہ آیا امتناع قادیانیت آرڈیننس ۱۹۸۴ء صراحتا" اور بالکل یقینی الفاظ میں اس مذہبی آزادی کی مکمل نفی کرتا ہے' جس کی ضمانت پاکستان کے احمدی شہریوں کو دستور کے آرٹیکل ۲۰ میں دی گئی ہے؟ اس دعویٰ پر مزید غور کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ متعلقہ قانون اور حقائق کا مطالعہ کرلیا جائے جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ان قوانین نے اپیل کنندگان کو ان کی مذہبی آزادی سے محروم کردیا ہے۔

تعزیرات پاکستان کی دفعہ ۲۹۸۔ ب کی عبارت جو کہ اس مقدمہ سے متعلق ہے: درج ذیل ہے۔

"۲۹۸۔ب: القابات' اصطلاحات اور خطابات کا غلط استعمال۔

ا۔ قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ (جو خود کو احمدی یا کسی اور نام سے موسوم کرتے ہیں) کا کوئی فرد جو بذریعہ تحریر یا زبانی الفاظ یا ظاہری حرکات کے ذریعے۔

(الف) رسول اکرم (ﷺ) کے خلیفہ یا صحابیؓ کے علاوہ کسی اور شخص کا امیر المومنین' خلیفتہ المسلمین یا رضی اللہ عنہ کے طور پر حوالہ دے یا خطاب کرے۔ یا

(ب) رسول اکرم ﷺ کی زوجہ محترمہ کے علاوہ کسی خاتون کا ام المومنین کے طور پر حوالہ دے یا اس کے لقب سے خطاب کرے۔ یا

(ج) رسول اکرم ﷺ کے افراد' خاندان کے علاوہ کسی شخص کا اہل بیت کے طور پر حوالہ دے یا اس نام سے خطاب کرے۔ یا

(د) اپنی عبادت گاہ کا نام "مسجد" رکھے یا اس نام سے پکارے'

اسے کسی ایک قسم کی سزائے قید اتنی مدت کے لیے دی جائے گی جو تین برس تک ہوسکتی ہے اور وہ جرمانہ کا مستوجب بھی ہوگا۔

(۲) قادیانی یا لاہوری گروپ (جو خود کو احمدی یا کسی اور نام سے موسوم کرتے ہیں) کا کوئی فرد جو تحریری یا زبانی الفاظ یا ظاہری حرکات کے ذریعے اپنے مذہب میں مروج عبادت کے لیے بلانے کے طریقہ یا صورت کا بطور "اذان" حوالہ دے یا اسی طرح سے اذان دے جیسے مسلمان اذان دیتے ہیں تو اسے کسی ایک قسم کی سزائے قید اتنی مدت کے لیے دی جائے گی جو تین برس تک ہوسکتی ہے نیز وہ جرمانہ کا مستوجب بھی ہوگا"۔

دفعہ ۲۹۸۔ ج کی عبارت اس طرح ہے۔

"۲۹۸۔ ج قادیانیوں کا خود کو مسلمان کہلوانا یا قادیانیت کی تبلیغ کرنا

قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ (جو خود کو احمدی یا کسی اور نام سے موسوم کرتے ہیں) کا کوئی فرد جو براہ راست یا بالواسطہ طور پر خود کو مسلمان ظاہر کرے' حوالہ دے یا موسوم کرے' یا اپنے عقیدہ کو اسلام کہے یا حوالہ دے یا اپنے عقیدہ کی تبلیغ اور اشاعت کرے یا دوسروں کو اپنا مذہب قبول کرنے کی دعوت دے' خواہ وہ تحریری و زبانی الفاظ یا ظاہری حرکات یا کسی اور طریقہ سے ایسا کام کرے' جس سے مسلمانوں کے مذہبی جذبات مشتعل ہوں۔ اسے کسی ایک قسم کی سزائے قید

اتنی مدت کے لیے دی جائے گی جو تین برس تک ہو سکتی ہے نیز وہ جرمانہ کا مستوجب بھی ہوگا"

امتناع قادیانیت آرڈیننس مجریہ ۱۹۸۴ء

کے احکام اوپر نقل کر دیے گئے ہیں۔ جو اپیل کنندگان کی برادری کو بعض القابات' اصطلاحات اور خطابات وغیرہ کے استعمال سے' جن کا ذکر ان احکام میں موجود ہے' منع کرتے ہیں۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ اپیل کنندگان کے فاضل وکیل مسٹر فخر الدین جی ابراہیم نے دفعہ ۲۹۸ کی ذیلی دفعہ (الف) کو چیلنج نہیں کیا۔ ہوم سیکرٹری' ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ اور ریذیڈنٹ مجسٹریٹ کے احکام کی رو سے جن کا حوالہ درخواست کی ابتدا میں دیا جا چکا ہے' ان کی سالگرہ کی تقریبات پر صوبہ پنجاب میں پابندی لگا دی گئی تھی اور پیرا نمبر ۳ میں درج سرگرمیوں کی ممانعت کر دی گئی تھی۔ اس حکم کی غرض و غایت' اس آخری ہدایت سے بھی ظاہر ہے جس میں کہا گیا تھا کہ قادیانی کسی ایسی سرگرمی میں ملوث نہیں ہوں گے' جس سے براہ راست یا بالواسطہ طور پر مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو ٹھیس پہنچے۔ محولہ بالا پابندیوں سے واضح طور پر ایسی سرگرمیاں مراد ہیں' جنہیں سرعام انجام دیا جاتا تھا' نجی طور پر نہیں۔ اس کارروائی کو ایک رٹ پٹیشن کے ذریعے جس میں بنیادی حقوق کی پامالی کو بنیاد بنایا گیا تھا' ہائیکورٹ میں چیلنج کر دیا گیا۔ اس لیے ان حقائق کو جو خود اپیل کنندگان کی طرف سے بیان کیے گئے اور جن کی بنیاد پر احکام جاری کیے گئے' غیر متنازعہ سمجھا جائے گا۔

دستور کے آرٹیکل ۲۰ کی عبارت اس طرح ہے۔

"۲۰۔مذہب کی پیروی اور مذہبی اداروں کے انتظام کی آزادی"۔

قانون' امن عامہ اور اخلاق کے تابع رہتے ہوئے:

(الف) ہر شہری کو اپنے مذہب کی پیروی کرنے' اس پر عمل کرنے اور اس کی تبلیغ کرنے کا حق ہوگا' اور

(ب) ہر مذہبی گروہ اور اس کے ہر فرقہ کو اپنے مذہبی ادارے قائم کرنے' برقرار رکھنے اور ان کا انتظام کرنے کا حق ہوگا"۔

یہاں متعلقہ بنیادی حق "مذہب کی پیروی کرنے کی آزادی" ہے' تاہم یہ آزادی قانون' امن عامہ اور اخلاق کے تابع ہے۔ دوسرے ممالک کی عدالتوں نے جہاں اسی طرح کے بنیادی حقوق دیے ہیں' قرار دیا ہے کہ یہ حق دو تصورات پر مبنی ہے۔ ایک عقیدہ کی آزادی اور دوسرے عمل کی آزادی۔ ان میں سے بعض نے اول الذکر آزادی کو مطلق' لامحدود اور غیر مشروط قرار دیا ہے جبکہ بعض دوسروں کے خیال میں' وہ بھی قانون وغیرہ کے تابع ہے۔ بہرحال اس بات پر سب متفق ہیں کہ آخر الذکر آزادی' اپنی نوعیت کے لحاظ سے مطلق اور لامحدود نہیں ہے' ان کے بقول افراد کا رویہ قواعد و ضوابط کے تابع رکھا جاتا ہے تاکہ معاشرہ کی حفاظت کی جا سکے۔ پس اس تحفظ کو یقینی بنانے کے لیے آزادی عمل کی تعریف کرنا لازمی ہے' اس کے برعکس ترکیب "قانون کے تابع رہتے ہوئے" نہ تو مقننہ کو یہ لامحدود اختیار دیتی ہے کہ وہ دستور میں دیے گئے بنیادی حقوق پر ناروا پابندیاں لگائے یا انہیں سلب کرلے' نہ ہی انہیں معدوم سمجھ کر نظر انداز یا ترک کیا جا سکتا ہے۔ ان دونوں کے مابین ہر معاملہ کے خصوصی حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے' معنوی تعبیر کا سہارا لے کر توازن قائم رکھنا ضروری ہے' دیکھیے (Acharya Jagdishwaranad etc. Vs. Commissioner of Plice Calcutta. (AIR 1984 S.C. 51) Avadhutta میں قرار دیا تھا کہ

1- Jesse Cantwell ect. Vs. State of Coomecticut 310 U.S. 296
2- Tikamdas and Others نیز Vs. Divisional Evacue Trust Committee Karach PLD 1968 Kar 703 (F.B)

امریکہ کی سپریم کورٹ نے مقدمہ زیر عنوان Reynolds Vs United States (98. U.S. 145) میں قرار دیا تھا کہ "کانگریس کو محض رائے کی بنیاد پر قانون سازی کے پورے اختیار سے محروم کر دیا گیا' تاہم کارروائی کرنے کے لیے کھلا چھوڑ دیا گیا جو معاشرتی فرائض کی خلاف ورزی اور اچھے امن و امان میں خرابی پیدا کرنے کے سلسلہ میں درکار ہوتی۔ قوانین' حکومت کے لیے کارروائی کرنے کی غرض سے وضع کیے جاتے ہیں' اور جہاں وہ محض مذہبی عقائد اور آراء' میں مداخلت نہیں

کر سکتے' امثال میں یقیناً" کر سکتے ہیں"۔

مذکورہ بالا نقطہ نظر اپنانے کے بعد سپریم کورٹ نے نارمنوں کے فرقہ میں مروج تعدد ازدواج پر اس بنا پر پابندی لگانے کو حق بجانب سمجھا کہ ان پر یہ فرض' مذہب کی طرف سے عائد ہوتا تھا' وہ کوئی مذہبی عقیدہ یا رائے نہیں تھی۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ مذکورہ بالا پیرا کے آخری حصہ میں ظاہر کی گئی رائے امریکیوں سے مخصوص ہے جہاں مقتدر اعلیٰ عوام ہیں' اللہ تعالیٰ نہیں۔

بھارتی سپریم کورٹ نے کمشنر ہندو مذہبی اوقاف مدراس بنام سری لکشمندرا وغیرہ (اے آئی آر ۱۹۵۴ء ایس سی ۲۸۲ صفحہ ۲۹۱) میں مذکورہ بالا نقطہ نظر سے ملتے جلتے موقف کو قبول کرلیا جیسا کہ آسٹریلیا کے چیف جسٹس لاتھم نے ایک فیصلہ میں کہا تھا۔

"مذہب کی حفاظت کے لیے بنایا گیا حکم ایسا نہیں تھا کہ اس کی تعبیر میں اسے مطلق حفاظت سمجھا جاتا اور دستور کی دیگر دفعات سے الگ کر کے جداگانہ طور پر اس کا اطلاق کیا جاتا۔ ان مراعات کا ریاست کے اس اختیار سے سمجھوتہ ہونا چاہیے کہ وہ امن' سلامتی اور منظم بود و ماند کو یقینی بنانے کے لیے قوت فرمانروائی کو استعمال کر سکے۔ جس کے بغیر شہری آزادیوں کی دستوری ضمانت ایک مذاق بن کے رہ جائے گی"۔

فیصلہ کے صفحہ ۱۲۷ پر ذیل کی رائے کا اظہار کیا گیا "ریاست ہائے متحدہ میں اس دفعہ سے جو مسائل پیدا ہوئے' انھیں بڑی حد تک یہ قرار دے کر حل کر دیا گیا کہ مذہب کی حفاظت کے لیے بنائی گئی دفعہ مطلق نہیں ہے' جس کی تعبیر اور اطلاق کو دستور کی دوسری دفعات سے الگ تھلگ کیا جاسکے"۔ سپریم کورٹ نے تقریر کی آزادی' پریس کی آزادی اور مذہبی آزادی کے متعلق دستور میں دی گئی ضمانت کے حوالہ سے Jones Vs. Opelika (1942) 316 u.s 584 میں کہا تھا:

" یہ حقوق مطلق نہیں ہیں۔ جن کو ان دوسری پسندیدہ مراعات سے جدا کر کے استعمال کیا جاسکے' جن کی حفاظت کا اہتمام اسی دستاویز میں کیا گیا ہے"۔ مزید قرار دیا گیا کہ "ان مراعات کو ریاست کے اس حق سے سمجھوتہ کرلینا چاہیے کہ وہ منظم معاشرت کو یقینی بنانے کے لیے اقتدار اعلیٰ کو استعمال کر سکتی ہے جس کے بغیر شہری آزادیوں کی دستوری ضمانت ایک مذاق بن کے رہ جائے گی"۔

صفحہ ۱۳۰ پر مزید کہا گیا تھا کہ:۔

"اس ریاست میں آنے کے بعد ہمیشہ کے لیے تمام انسانوں کو کسی امتیاز یا ترجیح کے بغیر مذہب کی پیروی اور عبادت کرنے کی آزادی حاصل ہوگی۔ تاہم شرط یہ ہے کہ بذریعہ ہذا ضمیر کی جو آزادی عطا کی گئی ہے۔ اس سے یہ مفہوم مراد نہیں لیا جائے گا کہ اسے عیاشی پر مبنی افعال کا بہانہ بنالیا جائے یا ایسے کاموں کا جواز بنالیا جائے جو ریاست کے امن یا سلامتی سے مطابقت نہ رکھتے ہوں"۔

اس سے آگے صفحہ ۱۳۱ پر کہا گیا ہے

"جان سٹورٹ مل نے اپنی کتاب "Essay on luberty" میں آزادی سے متعلق افکار و نظریات کا تنقیدی جائزہ لیا ہے اور اس موضوع پر اس کی بحث کو' اصول کے وقیع اور وزن رکھنے والے اظہار کے طور پر بڑے پیمانہ پر تسلیم کیا جاتا ہے۔ مصنف کو وہ امتیاز کرنا پڑا جو "Liberty" اور "Licence" کے الفاظ کے مابین اکثر کیا جاتا ہے' لیکن عملی طور پر اس کا اطلاق کرنا بڑا مشکل ہوتا ہے۔ اس نے اعتراف کیا کہ آزادی سے یہ مراد نہیں کہ خود کو ہر وہ کام کرنے کی کھلی چھٹی ہے جو اس کے دل میں آئے' کیونکہ ایسی آزادی کے معنی ہونگے کہ امن و امان غارت ہوجائے گا اور آخر کار خود آزادی کا نام و نشان مٹ جائے گا۔ اس نے آزادی کی حدود کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔" وہ واحد غرض' جس کے لیے انسانوں کو انفرادی طور پر یا اجتماعی طور پر اپنا حق استعمال کرتے ہوئے کسی فرد کے عمل کی آزادی میں مداخلت کرنے کی اجازت دی گئی ہے' وہ ذاتی تحفظ ہے"۔

اسی صفحہ پر مزید کہا گیا ہے کہ۔

"ایسے معمولات اور طرز عمل پر پابندی لگانا ریاست کی طرف سے مذہبی آزادی قائم رکھنے کے عین مطابق ہے جو سول حکومت کے قیام سے مطابقت نہ رکھتے ہوں یا معاشرہ کے مسلسل وجود

کے لیے ضرر رساں ہوں"۔

مذکورہ بالا رائے کا اظہار دستور کی دفعہ ۱۱۶ کی تعبیر و توضیح کرتے ہوئے کیا گیا تھا' جو کہ اس طرح ہے۔ "کامن و یلتھ (ریاست ہائے آسٹریلیا کی مشترکہ حکومت) کسی مذہب کو سرکاری طور پر منوانے یا کسی مذہبی رسم کو نافذ کرنے یا کسی مذہب پر آزادی سے عمل کی ممانعت کرنے کے لیے کوئی قانون نہیں بنائے گی اور حکومت کے تحت کسی عہدہ یا عوامی ٹرسٹ کے لیے کوئی مذہبی ٹیسٹ نہیں لیا جائے گا جو صلاحیت کے طور پر مطلوب ہو"

محولہ بالا مقدمہ کے صفحہ ۱۵۵ پر حسب ذیل متعلقہ رائے ملتی ہے۔

" آئینی دفعہ غیر سماجی افعال یا ایسے افعال کا تدارک نہیں کرتی جو خود معاشرہ کے لیے تباہ کن ہوں' جس کا نتیجہ یہ ہے کہ دستور میں جس مذہبی آزادی و حریت کی ضمانت دی گئی ہے اور تحفظ کا اہتمام کیا گیا ہے' وہ بعض پابندیوں کے تابع ہے۔ جس کی تشریح کرنا عدالت ہائے قانون کا کام اور فرض ہے اور وہ پابندیاں ایسی ہوتی ہیں جو معاشرہ کے تحفظ کے لیے ضروری اور معاشرتی امن کے مفاد میں ہوں"۔

مذہب کی تعریف

پس یہ جاننا لازم ہے کہ مذہب کیا ہے؟ وہ آزادی کیا ہے جو حکومت کے قانون کرنے اور کارروائی کرنے کے اختیار کو محدود کرتی ہے۔ اہل علم نے اس لفظ کے مختلف مشتقات اور ماخذ بتائے ہیں۔ مذہب نظریات' اعمال اور اداروں کا مرکب و مجموعہ ہوتا ہے' مذہب خدا پر' عالم روحانیت پر اور ایسی دنیا یا دنیاؤں پر' ایمان کے اظہار و اعلان سے عبارت ہے جو ہماری دنیا سے ماورا ہے۔ آسان مفہوم میں مذہب کا لفظ کسی کے عقیدہ کے بارے میں بولا جاتا ہے' جیسے عیسائیوں کا مذہب بائیت۔ مسلمانوں کا مذہب اسلام' یہودیوں کا مذہب یہودیت اور کیتھولک کا مذہب وغیرہ۔

امریکی سپریم کورٹ نے Davies Vs. Beason 1890 (133) us 333 کے مقدمہ میں مذہب کی حسب ذیل تعریف کی ہے۔ "مذہب کی اصطلاح کسی آدمی کے اپنے خالق کے بارے میں نظریات اور اس کی ذات کے احترام و عقیدت اور اس کی مرضی و منشاء کی اطاعت اور کردار کے حوالہ سے عائد ہونے والے فرائض سے تعلق رکھتی ہے۔ اسے اکثر کسی خاص فرقہ کے مسلک یا عبادت کے طریقہ سے گڈمڈ کر دیا جاتا ہے۔ تاہم یہ آخر الذکر سے مختلف چیز ہے"۔

اس اصطلاح کی پاکستان کے دستور میں اس طرح کی صراحتاً کوئی تعریف نہیں دی گئی' تاہم آرٹیکل ۲۶۰ (۳) کی شق (الف) اور (ب) میں "مسلم" اور "غیر مسلم" کی جو تعریف کی گئی ہے اس سے مذہب کے معانی اخذ کیے جاسکتے ہیں۔ مذکورہ بالا آرٹیکل کی متعلقہ شقیں اس طرح ہیں۔

مسلم اور غیر مسلم کی تعریف

"۲۶۰۔ تعریفات"

(۳) دستور اور تمام وضع شدہ قوانین اور دیگر قانونی دستاویزات میں تاوقتیکہ موضوع یا سیاق و سباق میں کوئی امر اس کے منافی نہ ہو۔

(الف) "مسلم" سے کوئی ایسا شخص مراد ہے جو اللہ تبارک و تعالیٰ کی واحدانیت و توحید اور رسول اکرم (ﷺ) کی مکمل اور غیر مشروط ختم نبوت پر ایمان رکھتا ہو اور پیغمبر یا مذہبی مصلح کے طور پر کسی ایسے شخص پر ایمان نہ رکھتا ہو' نہ اسے مانتا ہو' جس نے حضرت محمد (ﷺ) کے بعد نبی کے کسی بھی مفہوم یا تشریح کی رو سے پیغمبر ہونے کا دعویٰ کیا ہو یا جو دعویٰ کرے' اور

(ب) "غیر مسلم" سے کوئی ایسا شخص مراد ہے جو مسلمان نہ ہو' اور اس میں عیسائی' ہندو سکھ' بدھ یا پارسی فرقہ سے تعلق رکھنے والا کوئی شخص' قادیانی یا لاہوری گروپ (جو خود کو احمدی یا کسی اور نام سے موسوم کرتے ہیں) کا کوئی فرد یا کوئی بہائی اور شیڈولڈ کاسٹس میں سے کسی ذات سے تعلق رکھنے والا کوئی شخص شامل ہے"۔

اصطلاح "مذہب" کی تعریف' بھارت امریکہ یا آسٹریلیا میں سے کسی ملک کے دستور میں درج نہیں۔ تاہم بھارتی سپریم کورٹ نے مقدمہ زیر عنوان H.R.E. Vs. Lakshmindra Swamiar (AIR 1954 S.C. 282) Commissioner میں اس اصطلاح کی تشریح یوں کی ہے۔

"مذہب افراد یا برادریوں کے عقیدہ سے تعلق رکھنے والا معاملہ ہے' اس کا خدا پرستی سے متعلق ہونا ضروری نہیں۔ ہندوستان میں ایسے معروف مذاہب موجود ہیں' مثلاً" بدھ مت اور جین مت' جو خدا پر ایمان نہیں رکھتے۔ مذہب کی بنیاد بلاشبہ عقائد یا نظریات کے نظام پر ہوتی ہے جنہیں اس مذہب کے ماننے والے اپنی روحانی اصطلاح میں ممد و معاون سمجھتے ہیں۔ تاہم یہ کہنا درست نہیں ہوگا کہ مذہب کی حقیقت' عقیدہ کے

بارے میں نظریہ کے علاوہ کچھ نہیں۔ کوئی مذہب اپنے پیروکاروں کے لیے نہ صرف ضابطہ اخلاق طے کر سکتا ہے بلکہ یہ ایسی رسوم و رواج تقاریب اور عبادت و پرستش کے طریقوں کا تعین بھی کر سکتا ہے جنہیں مذہب کے لازمی اجزاء سمجھا جاتا ہے۔ یہ رسوم اور صورتیں بڑھ کر خوراک اور لباس سے متعلق معاملات کا بھی احاطہ کر سکتی ہیں"۔

سپریم کورٹ نے فیصلہ کے پیرا نمبر ۱۹ میں کہا۔

" پہلی بات یہ ہے کہ کسی مذہب کے لازمی ارکان کیا ہوتے ہیں' اس کا تعین بنیادی طور پر خود اس مذہب کے نظریات کے حوالہ سے کیا جاتا ہے' اگر ہندو مذہب کے کسی فرقہ کے احکام میں کہا گیا ہو کہ بت کے سامنے خوراک کا نذرانہ دن کے فلاں اوقات میں پیش کیا جائے گا' ایسی وقفہ داری رسوم ایک خاص طریقہ سے اور سال کے ایک خاص دن منائی جائیں' یا یہ کہ مقدس کتابوں کو ہر روز پڑھنا چاہیے یا مقدس آگ کو چڑھاوا پیش کرنا' ان تمام معمولات کو مذہب کا جزو سمجھا جائے گا اور محض یہ حقیقت کہ ان پر رقم خرچ ہوتی ہے' ان کو لادینیت پر مبنی نہیں بنا سکتی"۔

عدالت نے اس بات کا تذکرہ کرنے کے بعد کہ' امریکہ اور آسٹریلیا کی عدالتیں کسی بھی قسم کی پابندی سے پاک' غیر مبہم الفاظ میں مذہب کی آزادی کا اعلان کر چکی ہیں' درج ذیل رائے کا اظہار کیا:

"آرٹیکل ۲۵ اور ۲۶ کی زبان بڑی حد تک صاف ہے' جس سے ہم غیر ملکی اساتذہ کی مدد کے بغیر یہ طے کر سکتے ہیں کہ کون سے امور مذہب کے دائرہ اثر میں آتے ہیں اور کون سے نہیں۔ جیسا کہ ہم پہلے کہہ چکے ہیں' ہمارے دستور میں مذہب کی آزادی محض مذہبی عقائد تک محدود نہیں' بلکہ یہ مذہبی معمولات پر بھی ان پابندیوں کے تابع رہتے ہوئے جو خود دستور نے عائد کی ہیں' حاوی ہے"۔

اس کے بعد عدالت نے اس سوال کو لیا کہ آیا بعض معاملات مذہب سے تعلق رکھتے ہیں اور اس سلسلے میں اس نتیجہ پر پہنچی۔ "یہ معاملات یقیناً" مذہب سے متعلق نہیں ہیں اور ان احکام کے جواز کی بابت کیا گیا اعتراض سراسر بے بنیاد لگتا ہے"۔ اسی عدالت نے درگاہ کمیٹی بنام حسین علی (اے آئی آر ۱۹۶۱ ایس سی ۱۴۰۲) میں جو فیصلہ صادر کیا' نمبر ۳۳ میں جسٹس گجندر گاڈکر نے خبردار کرتے ہوئے لکھا:

"اس نکتہ پر بحث کرتے ہوئے ایک احتیاطی نوٹ لکھنا اور یہ کہنا بے محل نہ ہوگا کہ زیر بحث معمولات کو مذہب کا ایک جزو قرار دینے کے لیے یہ ضروری ہے کہ مذکورہ مذہب میں انہیں اس مذہب کے لازمی ارکان اور اجزائے تکمیلی سمجھا جاتا ہو ورنہ لادینی معمولات کو بھی' جو کہ مذہب کا لازمی اور تکمیلی جزو نہیں' مذہبی روپ دیا جا سکتا ہے اور یہ دعویٰ کیا جا سکتا ہے کہ انہیں مذہبی معمولات سمجھا جائے۔ اسی طرح ایسے معمولات بھی ہیں چاہے وہ مذہبی ہوں' جو محض وہمی عقائد کی بنیاد پر وجود میں آئے ہیں اور اس مفہوم میں وہ غیر متعلق اور غیر ضروری ہیں تا وقتیکہ ایسے معمولات کسی مذہب کا لازمی اور تکمیلی جزو ثابت نہ کیے جائیں' ان کے تحفظ کے بارے میں دعویٰ کا احتیاط سے جائزہ لینا ہوگا۔ بالفاظ دیگر یہ تحفظ ایسے مذہبی معمولات تک محدود ہونا چاہیے جو اسی مذہب کے لازمی اور تکمیلی اجزاء ہوں' دوسروں کے لیے نہیں"۔

اسی عدالت نے جگدیش آنند بنام پولیس کمشنر کلکتہ (اے آئی آر ۱۹۸۴ء ایس سی ۵۱) میں قرار دیا ہے۔

"عدالتوں کو یہ طے کرنے کا اختیار حاصل ہے کہ آیا کسی خاص رسم یا رواج کو کسی مخصوص مذہب کے احکام کی رو سے اس کا لازمی جزو سمجھا جاتا ہے یا نہیں"۔

جیسا کہ ہم غیر ملکوں کی لادینی عدالتوں کے فیصلوں میں دیکھ چکے ہیں کہ اگرچہ مذہبی معمولات کو "مذہبی آزادی" کے پردے میں تحفظ فراہم کیا جاتا ہے تاہم اس کے تحت صرف ایسے معمولات آتے ہیں جو مذہب کے لازمی اور تکمیلی ارکان ہوں۔ مزید قرار دیا گیا ہے کہ اس امر کا تعین کرنا عدالتوں کا کام ہے کہ آیا کوئی خاص عمل مذہب کا لازمی اور تکمیلی جزو ہے یا نہیں؟ معاملہ کی اس نوعیت کے پیش نظر ان معمولات کو اس طرح عدالت کے اطمینان کے لیے مستند مذہبی حوالوں سے اسی طرح بیان کرنا اور ثابت کرنا ہوگا۔

اس لیے اپیل کنندگان کو پہلے ان معمولات کی تفصیل بتانی چاہیے تھی جو وہ صد سالہ جشن کے موقع پر ادا کرنا چاہتے تھے' پھر یہ ثابت کرنا چاہیے تھا کہ وہ معمولات ان کے مذہب کے ناگزیر اور تکمیلی اجزاء ہیں۔ اس کے بعد ہی عدالت ایسا اعلان کر سکتی تھی کہ ان معمولات کی ادائیگی میں متنازعہ حکم یا انتظامی احکام کے تحت غیر قانونی رکاوٹ ڈالی گئی تھی۔ اپیل کنندگان کو یہ وضاحت کرنی چاہیے تھی کہ القابات وغیرہ اور مختلف تقریبات' جو وہ منانا چاہتے تھے' ان کے مذہب کا جزو لاینفک ہیں اور یہ کہ انہیں صرف اعلانیہ یا لوگوں کی نظروں کے سامنے سڑکوں اور

گلیوں میں عام مقامات پر ہی منایا جاسکتا ہے۔

یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اگر متنازعہ قانون' قانون سازی کا جائز جزو ہے اور مسئول ایسان نے متنازعہ کارروائی امن و امان کے مفاد میں کی تھی' تو جب تک یہ ثابت نہ کیا جائے کہ وہ اقدامات بدنیتی سے کیے گئے یا حقیقی جواز کے بغیر تھے' بنیادی حقوق کی پامالی کا سوال پیدا نہیں ہوسکتا۔ اس نکتے پر لاگو ہونے والے قانون کی عدالتوں میں خاصی تشریح ہوچکی ہے۔ اس لیے ان کا حوالہ دینا فائدہ سے خالی نہیں ہوگا۔

چیف جسٹس لاتھم (Lathm) نے جیہواہ (Jehovah) کے گواہوں سے متعلق مقدمہ بعنوان (Adelaide vs. Commonwealth," میں جس کا حوالہ پہلے دیا جاچکا ہے' آسٹریلوی دستور کی دفعہ ۱۱۶ کے مندرجات کو زیر بحث لاتے ہوئے' جو دیگر باتوں کے علاوہ حکومت کو "کسی مذہب پر آزادانہ عمل کرنے" سے روکنے کی ممانعت کرتے ہیں درج ذیل رائے کا اظہار کیا تھا۔

۱۔ دفعہ ۱۱۶ اقلیتوں' خصوصاً" غیر مقبول اقلیتوں کے مذہب (یا اس کی عدم موجودگی) کا بچاؤ کرتی ہے (صفحہ ۱۲۴) گو یہ درست ہے کہ اس بات کا تعین کرتے وقت کہ مذہب کیا ہے اور کیا نہیں ہے 'لفظ مذہب پر لازماً" غور کرنا چاہیے۔

۲۔ دفعہ ۱۱۶ معمولات کے ساتھ ساتھ عقائد کا تحفظ بھی کرتی ہے۔۔

۳۔ جہاں تک مذہب پر آزادانہ عمل کا تعلق ہے' "آزادانہ" سے "کھلی چھٹی" مراد نہیں ہے۔ آزادی کے تصور کو محض ایک خاص سیاق و سباق میں پرکھا جاسکتا ہے۔ مثال کے طور پر آزادانہ تقریر کے یہ معنی نہیں کہ پر ہجوم جگہ پر "آگ آگ" کا شور مچا کر لوگوں میں اضطراب پھیلا دیا جائے۔ اسی طرح جیسا کہ مختلف امریکی مقدمات سے ظاہر ہے مذہب پر آزادانہ عمل افراد کو ان کے مذہبی عقائد کی بنا پر اختیار نہیں دیتا کہ وہ ملکی قانون کی دھجیاں بکھیر دیں۔

۴۔ ہائیکورٹ اس وقت ثالثی کے فرائض انجام دیتی ہے جب مقننہ کا بنایا ہوا کوئی قانون' مذہبی آزادی میں ناجائز طور پر خلل ڈالتا ہے۔ اس طرح مذہب کی حفاظت کے لیے معاشرہ کو انتشار میں مبتلا کیے بغیر عملی اقدام کی منظوری دینا ممکن ہو جاتا ہے"۔

اس لیے عدالت نے قرار دیا کہ جیہواہ کے گواہوں نے فوجی ذمہ داری کے معنوں میں حکومت سے عدم تعاون کے لیے جو اصول بیان کیا' وہ معاشرہ کے دفاع کے لیے ضرر رساں تھا اور دفعہ ۱۱۶ نے اسے تحفظ فراہم نہیں کیا' پس وہاں جو اصول وضع کیا گیا وہ یہ ہے کہ سول فرائض عائد کرنے والے قانون کو مذہبی آزادی میں خلل ڈالنے والا قانون نہیں کہا جاسکتا۔

جسٹس ہگس (Hughes) نے بھی مقدمہ بعنوان Willis Coxv Vs. New Hampahise (1941 -312 U.S. 569) میں اس اصول کو اس طرح بیان کیا ہے۔ "کوئی قانون جو عام گلیوں کو پریڈ یا جلوس کے لیے استعمال کرنے والے افراد سے تقاضا کرتا ہو کہ اس کے لیے خصوصی اجازت حاصل کریں' کسی مذہبی عبادت یا مذہب پر عمل میں کوئی خلاف دستور مداخلت تصور نہیں ہوگا' جب اس کا اطلاق ایسے گروہ پر کیا جائے جو مذہبی عقائد پر مشتمل پلے کارڈز اور نشانات اٹھائے ایک قطار میں فٹ پاتھ پر مارچ کررہا ہو"۔

ہم نے مذکورہ بالا نقطہ نظر کی حمایت میں ایسے ممالک کا حوالہ دیا جو لادین اور معتدل مزاج ہونے کے مدعی ہیں' مذہبی یا کٹر مذہب پرست نہیں ہیں۔ بھارت کی سپریم کورٹ نے محمد حنیف قریشی و دیگران بنام ریاست بہار ۱۹ اے آئی آر ۱۹۵۸ ایس سی ۷۳۱) نامی مقدمہ میں انہی اصولوں کا اطلاق کرتے ہوئے قرار دیا کہ بعض قوانین سے جن کے تحت بعض جانوروں کے ذبیحہ پر پابندی لگائی گئی ہے' مسلمانوں کو آرٹیکل ۲۵ کے تحت حاصل بنیادی حقوق کی خلاف ورزی نہیں ہوتی کیونکہ اس دعویٰ کی تائید میں کوئی مواد موجود نہیں کہ بقرعید کے روز مسلمانوں کے لیے گائے کی قربانی کرنا لازمی ہے یا مسلمانوں کے لیے اپنے عقیدہ نظریہ حیات کے اظہار کے لیے ایسا کرنا اسلام کی رو سے کوئی پسندیدہ بات ہے۔

اسی عدالت نے مقدمہ زیر عنوان (Acharya Avadhutta Jagdishwaranand etc. Vs. Commissioner of Police Calcutta (AIR 1984 SC 51) میں قرار دیا تھا کہ

"اگر اس بات کو درست تسلیم کرلیا جائے کہ "تنداوا" (Tandava) رقص کو آنند مارگ کے ہر پیروکار کے لیے مذہبی حق کے طور پر مقرر کیا گیا ہے' تب بھی اس کا یہ لازمی نتیجہ نہیں نکلتا کہ تنداوا رقص کو عام پبلک میں پیش کرنا مذہبی رسم کا حصہ ہے' پس یہ دعویٰ کہ درخواست گذار کو دستور کے آرٹیکل ۲۵ یا ۲۶ کے مفہوم میں عام گلیوں اور عام مقامات پر ایسا رقص کرنے کا بنیادی حق حاصل ہے' قابل استرداد ہے"۔

امریکی عدالتوں نے اسی طرح کی صورتوں کی بابت قرار دیا کہ اس سے مذہب پر عمل کرنے کی آزادی کے آئینی حق کی خلاف ورزی نہیں ہوتی۔ جناب شریف الدین پیرزادہ نے اپنی تصنیف "Fundametal Rightsand Consititutional Remedies in Pakistan" (Edition 1966) صفحہ 313، 314 اور 317 پر لکھا ہے۔

(i) مقدمہ بعنوان "Hamilton Vs. Board of Regents of University of California, (1934, 293, U.S, 245) میں طلباء نے سپریم کورٹ سے اپیل کی تھی کہ یونیورسٹی کی طرف سے لازمی فوجی تربیت کے بارے میں بنایا گیا قانون' ان کے مذہبی عقیدہ کے منافی ہے' تو عدالت نے ان کے دعوی کو یہ کہتے ہوئے مسترد کردیا کہ "حکومت پر عوام کی طرف سے یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ اپنے اختیارات کے اندر رہتے ہوئے امن و امان قائم رکھنے اور قانون کے نفاذ کو یقینی بنانے کی غرض سے اپنے لیے معقول قوت بہم پہنچائے۔ اسی طرح ہر شہری پر اس کی صلاحیت کے مطابق یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ تمام دشمنوں کے مقابلہ میں حکومت کی مدد اور اس کا دفاع کرے"۔

(ii) بنیادی حقوق کے عذر کو مقدمہ زیر عنوان Commonwealth Plaisted (1889, 148 Mass, 375 میں میساچوسٹس کی سپریم کورٹ نے ایسے معاملہ میں مسترد کردیا تھا جس میں گلیوں کو مذہبی اجتماعات کے لیے استعمال کرنے یا ڈرم بجانے پر قانوناً" پابندی تھی' حالانکہ وہ بعض تنظیموں مثلاً" مکتی فوج کی مذہبی رسم کا ایک حصہ ہوتا ہے۔

(iii) جہاں کوئی قانون کسی شخص سے یہ تقاضا کرے کہ وہ بیمار بچہ کو طبی علاج بہم پہنچائے خواہ وہ والدین کے مذہبی عقائد سے مطابقت نہ رکھتا ہو' تب بھی اس پر عمل کرنا ہوگا۔

(iv) مذہبی آزادی کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ سلوک میں مطلق مساوات برتی جائے' حقیقتاً" چرچ آف انگلینڈ کی خصوصی حیثیت کا خیال رکھنا لازمی ہوگا" دیکھئے "The United Kingdom" bu G.W Keeton and D. Lioyed pp. 67-68)

مذکورہ بالا موقف سے' جو کہ محولہ بالا ملکوں میں عام پایا جاتا ہے' یہ ثابت نہیں ہوتا کہ مذہبی آزادی کو امن و امان یا امن عامہ اور سلامتی میں مداخلت کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ یہ موقف اس اصول پر مبنی ہے کہ ریاست کسی کو اپنے حقوق سے استفادہ کرتے وقت دوسروں کے بنیادی حقوق کی خلاف ورزی یا سلب کرنے کی اجازت نہیں دے گی' اور یہ کہ کسی کو اس امر کی چھٹی نہیں دی جاسکتی کہ کسی دوسرے طبقہ کے مذہب کی توہین کرے' نقصان پہنچائے یا بےحرمتی کرے یا ان کے مذہبی احساسات کو مشتعل کرے' یہاں تک کہ امن و امان کا مسئلہ پیدا ہو جائے۔ اس لیے جب کہیں اور جہاں کہیں ریاست یہ باور کرنے کی وجوہ رکھتی ہو کہ امن و امان خراب ہوجائے گا یا دوسروں کے مذہبی جذبات مجروح ہوں گے' جس سے امن و امان کا مسئلہ پیدا ہو سکتا ہے' تو وہ مجاز ہے کہ ایسے کم سے کم انسدادی اقدامات بروئے کار لائے جو قیام امن و امان کیلئے ضروری ہوں۔

مسلمانوں کا خیال ہے کہ انگریزی راج کے دوران مسلم معاشرہ میں' احمدیہ جماعت کی تخلیق اس کی نظریاتی سرحدوں پر ایک سنگین اور منظم حملہ ہے' وہ اس تنظیم کو اپنی سلامتی و یک جہتی کے لیے ایک مستقل خطرہ سمجھتے ہیں کیونکہ مسلم معاشرہ کی سماجی و سیاسی تنظیم کی بنیاد اس کے مذہب پر ہے' ایسی صورت حال میں احمدیوں کی طرف سے مذکورہ بالا القابات و اصطلاحات کا ایسے طریقے سے استعمال جسے مسلمان اپنی مقدس ہستیوں کی توہین اور بے حرمتی پر محمول کرتے ہیں' وہ امت کے اتحاد و یک جہتی اور قومی امن و سلامتی کے لیے خطرہ ہے جو امن و امان کی صورت حال کا سبب بھی بن سکتا ہے جیسا کہ ماضی میں بارہا ہوچکا ہے۔

احمدیت اقبال کی نظر میں

احمدیت کے بارے میں علامہ اقبال لکھتے ہیں۔ "میں قادیانی تحریک کے بارے میں اس وقت شکوک و شبہات کا شکار ہوگیا' جب نئی نبوت کا دعوی جو بانی اسلام کی نبوت سے بھی بڑھ کر ہے' قطعی طور پر پیش کیا گیا اور مسلم دنیا کو "کافر" قرار دیا گیا۔ بعد ازاں میرا شک اس وقت عملی بغاوت میں بدل گیا' جب میں نے خود اپنے کانوں سے تحریک کے ایک پیروکار کو پیغمبر اسلام کا ذکر توہین آمیز لہجے میں کرتے سنا"۔ دیکھئے (Thoughtsand Reflection of Iqbal 1973 (Page. 293-197 Edition)

امر واقعہ یہ ہے کہ احمدیوں نے باطنی طور پر اپنے بارے میں حقیقی مسلمان برادری ہونے کا اعلان کر رکھا ہے' انہوں نے خود کو اصل امت

ملہ سے' اس بنا پر الگ کرلیا ہے اور مسلمانوں
ں تکفیر کرتے ہیں کہ مسلمان' مرزا غلام احمد
دیانی' بانی جماعت احمدیہ' کو پیغمبر اور مسیح موعود
یوں نہیں مانتے۔ یہ عقیدہ خود مرزا صاحب کی
ایات کے تحت اپنایا گیا ہے' جو برملا کہتا تھا کہ

(الف) "میری ان کتابوں کو ہر مسلمان
بت کی نظر سے دیکھتا ہے اور ان کے معارف سے
ائدہ اٹھاتا ہے۔ مجھے قبول کرتا ہے اور میرے
عوی کی تصدیق کرتا ہے مگر رنڈیوں (بدکار
ورتوں) کی اولاد جن کے دلوں پر مہر لگادی گئی ہے
ہ مجھے نہیں مانتے"۔ (آئینہ کمالات اسلام ص
۵۴۷' ۵۴۸)..... (مندرجہ روحانی خزائن' ص
۵۴۷'۵۴۸' ج ۵) ایک "نبی" نے جو زبان
استعمال کی ہے اور مخاطبوں پر اس کا جو اثر ہو سکتا
ہے' وہ قابل غور ہے۔

(ب) ایسی لغو اور بے ہودہ زبان کے
استعمال کی اور بھی بہت سی مثالیں پیش کی جاسکتی
ہیں' لیکن ہم صرف ایک اور مثال دینے پر اکتفا
کرتے ہیں۔

"دشمن ہمارے بیابانوں کے خنزیر ہوگئے
اور ان کی عورتیں کتیوں سے بڑھ گئی ہیں"۔ (نجم
الہدیٰ از غلام احمد قادیانی' ص۱۰) (مندرجہ روحانی
خزائن' ص ۵۳' ج ۱۴)

(ج) مرزا غلام احمد کے حوالہ سے اس کے
دوسرے خلیفہ مرزا بشیرالدین محمود نے (جو کہ اس
کا بیٹا بھی ہے) بحوالہ "الفضل" مورخہ ۳۰ جولائی
۱۹۳۱ء طلباء سے خطاب کرتے ہوئے مسلمانوں کی
مرکزی جماعت کے ساتھ علاقہ و رشتہ کے بارے
میں انہیں اس طرح نصیحت کی کہ

"مرزا غلام احمد صاحب کے زمانہ سے یہ
بحث چلی آرہی ہے کہ آیا احمدیوں کے لیے
دینیات کی تعلیم کے مستقل مراکز ہونے چاہئیں یا
نہیں۔ ایک نقطہ نظر اس کے خلاف تھا۔ ان کی
دلیل یہ تھی کہ احمدیوں اور مسلمانوں کے مابین
چند اختلافات حضرت صاحب نے دور کردیے تھے
اور انہوں نے صرف معقولات کی تعلیم دی ہے۔
جہاں تک دوسرے علوم کا تعلق ہے ان کی تعلیم
دوسرے اسکولوں میں حاصل کی جاسکتی ہے' دوسرا
نقطہ نظر اس کی حمایت میں تھا۔ پھر خود مرزا
صاحب نے اس کی اس طرح وضاحت کی کہ یہ کہنا
درست نہیں کہ مسلمانوں کے ساتھ احمدیوں کا
اختلاف محض حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کی موت
اور بعض دوسرے مسائل پر ہے' ان کے مطابق
یہ اختلافات وجود باری تعالیٰ' رسول
اکرم ﷺ کی ذات' قرآن' نماز' روزہ' حج
اور زکوٰۃ کے بارے میں بھی ہیں۔ پھر انہوں نے
ہر ایک نکتہ کو تفصیل سے بیان کیا"۔

(د) "اللہ کی طرف سے مجھ پر وحی آئی
ہے کہ

"جو شخص تیری پیروی نہیں کرے گا' اور
تیری بیعت میں داخل نہیں ہوگا' اور تیرا مخالف
رہے گا' وہ خدا اور رسول کی نافرمانی کرنے والا اور
جہنمی ہے"۔ اشتہار معیار الاخیار' منجانب مرزا
غلام احمد قادیانی' ص ۸ (مندرجہ مجموعہ اشتہارات
ص ۲۷۵' ج ۳)

(ہ) اپنے عقیدت مندوں سے خطاب
کرتے ہوئے مرزا صاحب نے کہا۔

"پس یاد رکھو کہ جبکہ خدا نے مجھے اطلاع
دی ہے تمہارے پر حرام اور قطعی حرام ہے کہ
کسی مکفر اور مکذب یا متردد کے پیچھے نماز پڑھو
بلکہ چاہیے کہ تمہارا وہی امام ہو جو تم میں سے
ہو"۔ اربعین نمبر ۳' ص ۲۸ (مندرجہ روحانی
خزائن' ص ۴۱۷' ج ۱۷)

(و) "اب ظاہر ہے کہ ان الہامات میں
میری نسبت بار بار بیان کیا گیا ہے کہ یہ خدا کا
فرستادہ' خدا کا مامور' خدا کا امین اور خدا کی طرف
سے آیا ہے جو کچھ کہتا ہے اس پر ایمان لاؤ اور اس
کا دشمن جہنمی ہے"۔ (انجام آتھم' از مرزا غلام
احمد قادیانی' ص ۶۲) (مندرجہ روحانی خزائن' ص
۶۲ ج ۱۱)

(ز) "جو میرے مخالف تھے' ان کا نام
عیسائی اور یہودی اور مشرک رکھا گیا"۔ (نزول
المسیح قادیان' ۱۹۰۹ء' ص ۴) (مندرجہ روحانی
خزائن' ص ۳۸۳ حاشیہ' جلد ۱۸)

(ح) "جو مجھے نہیں مانتا' وہ خدا اور رسول
کو بھی نہیں مانتا کیونکہ میری نسبت خدا اور رسول
کی پیش گوئی موجود ہے"۔ (حقیقۃ الوحی' ۱۹۰۶ء
ص ۱۶۳۔۱۶۴) (مندرجہ روحانی خزائن' ص ۱۶۸
جلد ۲۲)

(ط) کہا جاتا ہے کہ کسی نے مرزا صاحب
سے جب یہ سوال کیا کہ ایسے لوگوں کے پیچھے نماز

پڑھنے میں کیا حرج ہے' جو انہیں کافر نہیں سمجھتے' تو انہوں نے اپنے طویل جواب کے آخر میں کہا "ایسے اماموں کی طرف سے ان لوگوں کی بابت طویل اشتہار شائع ہونا چاہیے جو مجھے کافر کہتے ہیں' تب میں انہیں مسلمان سمجھوں گا تاکہ تم ان کی امامت میں نماز پڑھ سکو"۔ (بدر' ۲۴ مئی ۱۹۰۸ء جیسا کہ اسے مجموعہ فتاوا احمدیہ' جلد اول ۳۰۷ پر نقل کیا گیا ہے)

(ی) "اللہ تعالیٰ نے مجھ پر وحی کی ہے کہ "ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا' وہ مسلمان نہیں"۔ (دیکھیے مرزا غلام احمد قادیانی کا خط ڈاکٹر عبد الحکیم خان پٹیالوی کے نام' حقیقت الوحی' صفحہ ۱۶۳) (مندرجہ روحانی خزائن ص ۱۶۷' جلد ۲۲)

(ک) "اب جو شخص اس صاف فیصلہ کے برخلاف شرارت اور عناد کی راہ سے بکواس کرے گا اور اپنی شرارت سے بار بار کہے گا کہ عیسائیوں کی فتح ہوئی اور کچھ شرم اور حیا کو کام نہیں لائے گا اور بغیر اس کے جو ہمارے اس فیصلہ کا انصاف کی رو سے جواب دے سکے۔ انکار اور زبان درازی سے باز نہیں آئے گا اور ہماری فتح کا قائل نہیں ہو گا تو صاف سمجھا جائے گا کہ اس کو ولد الحرام بننے کا شوق ہے اور حلال زادہ نہیں"۔ (دیکھیے انوار الاسلام از مرزا غلام احمد' ص ۳۰) (مندرجہ روحانی خزائن' ص ۳۱' جلد ۹)

اسی طرح کی دیگر تحریریں ڈھیروں کی صورت میں موجود ہیں جو نہ صرف مرزا صاحب کے اپنے قلم سے ہیں بلکہ اس کے نام نہاد خلفاء' اور پیروکاروں نے بھی لکھی ہیں جو کسی شک و شبہ کے بغیر ثابت کرتی ہیں کہ وہ مذہبی لحاظ سے اور معاشرتی طور پر مسلمانوں سے ایک الگ اور مختلف برادری ہیں۔

ظفر اللہ خاں کا قائد اعظم کے جنازہ میں شرکت سے انکار

سر محمد ظفر اللہ خاں قادیانی نے پاکستان کا وزیر خارجہ ہوتے ہوئے بابائے قوم قائد اعظم کی نماز جنازہ میں شامل ہونے اور انہیں آخری خراج عقیدت پیش کرنے سے یہ کہہ کر انکار کر دیا تھا کہ اسے غیر مسلم ریاست کا مسلمان وزیر خارجہ یا مسلم ریاست کا غیر مسلم وزیر خارجہ سمجھ لیا جائے۔ (روزنامہ زمیندار' لاہور' مورخہ ۸ فروری ۱۹۵۰ء)

۵۸۔ مرزا غلام احمد نے اپنے ماننے والوں کو غیر احمدیوں کے ساتھ اپنی بچیوں کے نکاح کرنے اور ان کے ساتھ نماز پڑھنے سے منع کر دیا تھا۔ اس کے بقول مسلمانوں کی بڑی جماعت کو زیادہ سے زیادہ نصاریٰ کی طرح سمجھا جا سکتا ہے۔

۵۹۔ مرزا بشیر الدین محمود' مرزا غلام احمد کے فرزند اور "خلیفہ ثانی" سے منسوب یہ بیان بھی قابل غور ہے:

"یہ کہ ایک سفارت کار کی معرفت میں نے انگریز افسر سے درخواست کی کہ پارسیوں اور عیسائیوں کی طرح ہمارے جداگانہ حقوق کا تعین کیا جائے۔ افسر نے جواب دیا کہ وہ اقلیتیں ہیں جبکہ تم ایک مذہبی فرقہ ہو' اس پر میں نے کہا کہ پارسی اور عیسائی مذہبی برادریاں ہیں' اگر انہیں جداگانہ حقوق دیئے جا سکتے ہیں تو ہمیں کیوں نہیں"۔ (روزنامہ "الفضل" قادیان' ۱۳ نومبر ۱۹۴۶ء)

اسلام اور احمدیت میں بُعد

۶۰۔ پس یہ ظاہر ہے کہ خود احمدیوں کے نزدیک دونوں فرقے یعنی احمدی اور بڑی جماعت بیک وقت مسلمان نہیں ہو سکتے۔ اگر ایک فرقہ مسلمان ہے تو دوسرا یقیناً "اسلام سے خارج ہے۔ مزید برآں احمدیوں نے ہمیشہ یہ چاہا کہ انہیں جداگانہ وجود سمجھا جائے اور وہ دوسروں سے علیحدہ اور مختلف حیثیت رکھنے کا دعویٰ کرتے آئے ہیں۔ مسلمانوں کی بڑی جماعت نے بھی احمدیوں کے شانہ بشانہ کھڑا ہونا پسند نہیں کیا۔ جیسا کہ پہلے نقل کیا گیا' احمدی علیحدہ اور جداگانہ حقوق کے ساتھ اقلیت شمار ہونے کو بھی تیار تھے۔ ایک مذہبی برادری کے طور پر وہ یا تو مسلمانوں کے مخالف ہیں اور ہمیشہ کوشاں رہے ہیں کہ مسلمانوں کے ساتھ خلط ملط نہ ہوں۔ یا حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے پوری امت مسلمہ کو کافر قرار دیا تاہم ایک اقلیت ہونے کی بنا پر وہ اپنی مرضی مسلط نہیں کر سکے۔ دوسری طرف مسلمانوں کی بڑی جماعت نے جو مرزائیوں کے مذہب کے خلاف' اس کے آغاز ہی سے مہم چلا رہی تھی' ستمبر ۱۹۷۴ء میں ایک فیصلہ کیا اور انہیں آئین کے تحت غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا۔ یہ کوئی اچانک اور نیا غیر مطلوب فیصلہ نہیں تھا بلکہ ان کی خواہش کے مطابق اقدام تھا۔ صرف سمتیں بدل گئی تھیں' اس لیے' احمدی' قانون اور دستور کی رو سے غیر مسلم ہیں اور ان کی پسند کے مطابق مسلمانوں کے برعکس اقلیت ہیں۔ لہٰذا انہیں ایسے القابات و اصطلاحات اور شعائر اسلامی کو استعمال کرنے کا کوئی حق نہیں جو مسلمانوں کے لیے مخصوص ہیں اور انہیں بجا طور

پر ان کے استعمال سے روکا گیا ہے۔

جیسا کہ اوپر دکھایا گیا' پاکستان کے دستور میں احمدیوں کو غیر مسلم قرار دیا جاچکا ہے' بلاشبہ وہ ایک غیر اہم اقلیت ہیں اور مسلمانوں نے ان کے عقائد کی بنا پر انہیں ملحد سمجھتے ہوئے غیر مسلم قرار دیا ہے۔ جو کچھ اوپر کہا گیا' اس سے قطع نظر' عدالتوں نے اکثریت سے اختلاف کرنے والوں کو نکال باہر کرنے کا اختیار مذہب یا مذہبی فرقہ کی اکثریت کے حق میں تسلیم کیا ہے اور بھارت کی سپریم کورٹ نے ایسی کارروائی کو روکنے والے قانون کو دستور کے منافی قرار دیا تھا۔ اس سلسلے میں سیدنا طاہر سیف الدین بنام ریاست بمبئی وغیرہ (اے آئی آر ۱۹۶۲ء ایس سی ۸۵۳) کا حوالہ دیا جاسکتا ہے' جس کے پیرا نمبر ۴۰ میں یہ بھی قرار دیا گیا تھا "یہ چیز صاف نظر آرہی ہے کہ جہاں کسی کو دین سے خارج کرنے کی بنیاد' مذہبی وجوہات پر ہو' وہاں کٹر مذہبی عقیدہ یا نظریہ میں ایسی لغزش' مذہبی قانون کے تحت (جو مذہبی قانون کے تحت الحاد' عقیدہ سے انحراف یا فرقہ بندی کی طرح ہو) یا کسی معمول کو ترک کرنا جسے داؤدی بوہرہ فرقے والے اپنے مذہب کا لازمی جزو سمجھتے ہوں' کسی کو مذہب سے خارج کرنے کی بابت اس کے سوا کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ مذہب کی قوت کو برقرار رکھنے کے لیے مذہب کا لازمی جزو ہوتا ہے۔ اس سے لازماً" یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ مذہبی وجوہات پر کسی کو مذہب سے خارج کرنے کے اختیار کا استعمال مذہبی معاملہ میں سربراہ کے ذریعے اس کیونٹی کی انتظامیہ کا ایک حصہ بن جاتا ہے۔ متنازعہ ایکٹ کے ذریعے یہ کارروائی کی گئی ہے اور برادری کے سربراہ کی حیثیت سے "داعی" کا یہ اختیار چھین لیا ہے کہ وہ مذہبی اسباب کی بنا پر بھی کسی کو اپنے مذہب سے خارج نہیں کرسکتا۔ پس یہ واضح طور پر داؤدی بوہرہ برادری کے اس حق میں مداخلت کرتا ہے جو اسے دستور کے آرٹیکل ۲۶ کی شق (ب) کے تحت حاصل ہے۔

پیرا ۴۱ یہ کہ کسی برادری سے اس کے کسی رکن کا اخراج بلاشبہ اس کے بہت سے شہری حقوق پر اثر انداز ہوتا ہے۔ اس مخصوص مذہبی گروہ کے قبضہ میں بہت سی جائیداد و املاک ہیں اور انہیں خارج کرنے کا لازمی نتیجہ یہ نکلے گا کہ برادری سے خارج کیا گیا شخص' ایسی جائیداد کے حقوق ملکیت سے محروم ہوجائے گا۔ شاید ایسا سوچنا کسی کو اچھا نہ لگے کہ کیونٹی کے سربراہ کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ اس طریقہ سے کسی رکن کے شہری حقوق چھین لے۔ تاہم آرٹیکل ۲۶ (ب) کے تحت دیا گیا حق شہری حقوق کی حفاظت کے تابع نہیں ہے' آرٹیکل ۲۶ میں لگائی گئی صریح پابندی یہ ہے کہ یہ حق آرٹیکل کی متعدد شقوں کی رو سے قانون عامہ اخلاق اور صحت کے تابع رہتے ہوئے قائم رہے گا۔ یہ الت ۔ مذا نے (اے آئی آر ۱۹۵۸ ایس سی ۲۵۵) میں قرار دیا تھا کہ آرٹیکل ۲۶ (ب) کے تحت دیا گیا حق آرٹیکل ۲۵ کی شق ۲ کے بھی تابع ہے۔

حتیٰ کہ پریوی کونسل نے بھی حسین علی و دیگران بنام منصور علی و دیگران (اے آئی آر ۱۹۴۸ پی سی ۶۶) میں کسی مذہب کے بڑے حصہ کا ایسا ہی اختیار تسلیم کیا ہے' مذکورہ بالا فیصلہ کے پیرا نمبر ۵۳ میں ججوں نے جو رائے ظاہر کی ہے' اسے یہاں نقل کیا جاتا ہے۔ "اگلا سوال یہ ہے آیا داعی مطلق کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ کسی کو مرتد قرار دے کر اپنے فرقہ میں سے خارج کردے۔ بلاشبہ مجتہد اور اماموں نے ایسا کیا تھا۔ ایسے اختیار کے استعمال کی وجوہات اور اس کے اثرات پر بعد میں غور کیا جائے گا۔ سردست اتنا کہنا ضروری ہے کہ اس برادری میں وقتاً" فوقتاً" داعی کی طرف سے اس اختیار کے استعمال کی مثالیں موجود ہیں۔"

جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا' احمدیوں نے بھی اپنی مرضی سے ہمیشہ یہ چاہا کہ مذہبی اور معاشرتی لحاظ سے ان کی جداگانہ حیثیت ہو' عام حالات میں' انہیں اپنے مقصد کے حاصل ہونے پر خوشی کا اظہار کرنا چاہیے تھا' خصوصاً" جب خود آئین نے ان کے لیے اس کی ضمانت دی' ان کی مایوسی و برہمی کا سبب یہ ہے کہ وہ باقی ماندہ مسلمانوں کو کافر قرار دے کر دائرہ اسلام سے خارج کرنا اور اسلام کا دم چھلا اپنے ساتھ لگائے رکھنا چاہتے تھے۔ پس انہیں شکوہ ہے کہ انہیں ملت اسلامیہ سے غیر منصفانہ طور پر خارج کیا گیا اور غیر مسلم قرار دیا گیا ہے۔ ان کی برہمی اور آزردگی کی وجہ یہ لگتی ہے کہ اب وہ اسلام سے بے خبر اور غیر مسلموں کو اپنے مذہب میں شامل کرنے کی اسکیم پر کامیابی سے عمل نہیں کرسکتے۔ شاید یہی وجہ ہو کہ وہ اسلامی القابات و اصطلاحات کو غصب کرنا چاہتے ہیں' کلمہ کا اظہار کرتے اور اذان دے کر خود کو مسلمان ظاہر کرنا چاہتے ہیں اور اسلام کے پردہ میں قادیانیت کی تبلیغ و اشاعت' کرنے کے خواہش مند ہیں' ایسا لگتا ہے کہ غیر مسلم کا لیبل ان کے عزائم کی راہ میں رکاوٹ بن گیا ہے۔

احمدیوں کی اس خواہش نے' کہ مسلمانوں کے جملہ قابل احترام شعائر پر کسی نہ کسی طرح قبضہ کرلیا جائے' اس لیے جنم لیا' کہ وہ اپنے مذہب کو مشکوک انداز اور پیغام کی صورت میں اسلام کے طور پر پھیلانا چاہتے تھے' اس مقصد کے لیے ان کی طرف سے امتناع قادیانیت آرڈیننس کی مخالفت و

مزاحمت بالکل قابل فہم بات ہے' بہر حال آئین بھی ان کے راستہ میں حائل ہے کیونکہ آرڈیننس تو محض دستور کے منشاء اور مقصد کو پورا کرتا ہے۔ اندریں حالات کسی قادیانی کے بارے میں پہلے اس کے عقیدہ کی ملامت کیے بغیر' یہ دعویٰ کرنا' اسے غور و خوض کے لیے پیش کرنا' ظاہر کرنا یا قرار دینا کہ وہ مسلمان ہے نہ صرف آرڈیننس کی صریح خلاف ورزی ہے بلکہ دستور کے بھی منافی ہے اس طرح کے واقعات ماضی میں رونما ہوچکے ہیں اور آئندہ بھی ہوسکتے ہیں اور وہ ماضی کی طرح امن و امان کی سنگین صورت حال پیدا کرنے کا موجب بن سکتے ہیں۔

قادیانی یا لاہوری گروپ (جو خود کو احمدی یا کسی اور نام سے موسوم کرتے ہیں) کا کوئی شخص جو بلاواسطہ یا بالواسطہ طور پر خود کو مسلمان ظاہر کرے' یا اپنے عقیدہ کا بطور اسلام حوالہ دے یا موسوم کرے یا اپنے عقیدہ کی تبلیغ و اشاعت کرے یا دوسرے لوگوں کو اپنا عقیدہ قبول کرنے کی دعوت دے۔ تحریری یا زبانی الفاظ' ظاہری حرکات یا کسی اور طریقہ سے' خواہ وہ کوئی بھی ہو' مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو ٹھیس پہنچائے تو اسے کسی ایک قسم کی سزائے قید اتنی مدت کے لیے دی جائے گی جو تین برس تک ہوسکتی ہے' نیز وہ سزائے جرمانہ کا مستوجب بھی ہوگا۔"

اعتراض بطور خاص اس جملے پر کیا گیا ہے " خود کو مسلمان ظاہر کرے اور اپنے عقیدہ کو اسلام کے طور پر پیش کرے۔" بلیک کی قانونی لغت black's Law Dictionary کے مطابق لفظ "Vague" کے معنی ہیں۔ غیر واضح' غیر یقینی' سمجھ میں نہ آنے والا' مبہم "اس اصول کے مطابق کوئی قانون جو کسی شخص کو واضح طور سے یہ نہیں بتاتا کہ کس چیز کا حکم دیا گیا ہے اور کس بات سے منع کیا گیا ہے' وہ دستور کے خلاف' اور "مناسب طریق عمل" کے منافی ہے۔ اپیل کنندگان نے بھارتی عدالتوں کے صادر کردہ نیز غلام ضمیر بنام اے۔ بی خوندکر (پی ایل ڈی ۱۹۵۶ ایس سی ۱۵۶) میں عدالت ہذا کے جس فیصلہ کا حوالہ دیا ہے' وہ اس معاملہ میں متعلقہ نہیں ہیں' دلیل دی گئی کہ جملہ "جو بالواسطہ یا بلاواسطہ طور پر خود کو مسلمان ظاہر کرے' موسوم کرے یا اپنے عقیدہ کا بطور اسلام حوالہ دے" بہت ہی وسیع اور پھیلا ہوا ہے۔ انتہائی غیر واضح اور سیماب وش ہے' بہت ہی غیر معین اور غیر یقینی ہے' جسے ہر کوئی سمجھ نہیں سکتا اور پہلے سے یہ پیش بینی نہیں کرسکتا کہ مقننہ نے کونسے کاموں سے منع کیا ہے اس لیے اسے قانون نہیں کہا جاسکتا' پس اسے منسوخ کیا جائے۔

اس عملی مقولہ کے بارے میں کوئی اختلاف رائے نہیں ہے کہ اگر کوئی قانون مقننہ کے لیے مقرر کردہ حدود سے تجاوز کرجائے یا کوئی قانون کسی بنیادی حق میں مداخلت کرے' یا کوئی قانون خصوصاً فوجداری قانون مبہم' غیر یقینی یا بہت وسیع ہو' تو اسے اعتراض کی حد تک باطل قرار دے کر منسوخ کردینا چاہیے۔ بہر حال اپیل کنندگان نے یہ ظاہر یا واضح نہیں کیا کہ ابہام کہاں ہے۔ اپنے مقصد میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے یہ ظاہر کرنا' ان پر لازم تھا کہ جرم کے اجزائے ترکیبی' جیسا کہ وہ قانون میں درج ہیں' اس قدر غیر واضح ہیں کہ معصومانہ اور مجرمانہ طرز عمل کے مابین کوئی خط امتیازی نہیں کھینچا جاسکتا یا اس قانون کی من مانی اور امتیازی تنفیذ کے نمایاں خطرات موجود ہیں' یا یہ کہ وہ حقیقت میں اتنا مبہم ہے کہ عام آدمی اس کے مفہوم کے بارے میں تو قیاس آرائی کرسکتا ہے' اس کے اطلاق کی بابت اختلاف رائے ظاہر کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔

ڈکشنری کے مطابق "Pose" کے معنی ہیں "دعویٰ کرنا" یا کوئی تجویز غور و خوض کے لیے پیش کرنا موجودہ معاملہ میں قانون کے مخاطب قادیانی یا لاہوری گروپ کے ارکان ہیں۔ وہ عقائد کے حوالہ سے امت مسلمہ کے بڑے حصہ کے ساتھ سنگین اختلافات و تنازعات کا طویل پس منظر رکھتے ہیں۔۔ ان متنازعہ عقائد پر ہم آگے چل کر بحث کریں گے۔ مجیب الرحمان بنام وفاق حکومت پاکستان و دیگران (پی ایل ڈی ۱۹۸۵ ایف ایس سی ۸) نامی مقدمہ میں نیز قادیانیوں کے صد سالہ جشن پر پابندی سے متعلق لاہور ہائیکورٹ کے فیصلہ میں کسی قدر تفصیل سے بحث ہوچکی ہے۔ احمدیوں کا دعویٰ ہے کہ مرزا صاحب خود نبی تھے اور جو ان کی نبوت پر ایمان نہیں رکھتے وہ کافر ہیں۔ احمدی' مرزا صاحب کے متعلقین کے لیے مذکورہ بالا اسماء و القابات وغیرہ' استعمال کا حق محض اس تعلق کی بنا پر جتاتے ہیں اور اسے اسی روشنی میں دیکھنا چاہیے۔ پس یہ شہادتوں کے ذریعے ثابت کیا جانے والا سوال ہے کہ ملزمان نے فی الواقع ایسے القابات و اصطلاحات کا استعمال کیا یا اس کا رویہ اور طرز عمل اس کے مترادف تھا' جو کچھ قانون کا

منشاء ہے' اپیل کنندگان بلاشبہ احمدی ہیں اور از روئے آئین غیر مسلم ہیں۔ پس ان کی طرف سے شعائر اسلامی کا استعمال یا تو خود کو مسلمان ظاہر کرنے یا دوسروں کو دھوکہ دینے کے مترادف ہے یا توہین و تضحیک کرنے کے برابر۔۔۔ بہر صورت اس حقیقت کو واضح طور پر ثابت کیا جاسکتا ہے کہ وہ خود کو اسی طرح پیش کررہے تھے۔ پس انہوں نے اس مسئلہ کو نہیں لیا' محض ایسے تنازعہ کو ابھار رہے ہیں جو ٹھوس بنیاد نہیں رکھتا۔ یہ بات بلاشک و شبہ کی جاسکتی ہے کہ قانون میں سرے سے کوئی ابہام نہیں ہے۔

مجموعہ تعزیرات پاکستان جو کہ بڑی حد تک تعزیرات ہند سے ملتا جلتا ہے' کی دفعات ۱۴۰' ۱۷۰' ۱۷۱' ۱۷۱ ڈی' ۲۰۵' ۲۲۹ اور ۴۱۹ میں جرم تلبیس شخصی (Personation) کا ذکر ہے۔ یہ جرم کسی قدر زیر بحث جرم کے مثل ہوتا ہے' اور اس کی عبارت پر اس مقدمہ میں اٹھائے گئے اعتراض کو پرکھنے کے لیے غور کیا جاسکتا ہے' دفعہ ۱۴۰ میں کہا گیا ہے۔

"جو کوئی حکومت پاکستان کی بری' بحری یا فضائی افواج میں سپاہی' ملاح یا ہواباز نہ ہو' ایسا لباس پہنے یا ایسا نشان لٹکائے پھرے جسے کوئی سپاہی' ملاح یا ہواباز پہنتا ہو یا لگاتا ہو تو اسے..... سزادی جائے گی' اسی طرح دفعہ ۱۷۱ میں ایسا لباس پہننے یا نشان لیے پھرنے کو جرم قرار دیا گیا جسے سرکاری ملازمین کا کوئی طبقہ پہنتا یا لگاتا ہو' دفعہ ۱۷۱۔ (ڈی) کے تحت رائے دہی کے لیے پرچی مانگنے یا کسی دوسرے زندہ یا مردہ شخص کے نام پر ووٹ ڈالنے کو بھی جرم ٹھہرایا گیا ہے۔ایسی صورت میں محض اس طرز عمل کو شہادت مانا جائے گا۔ دفعہ ۲۰۵ یکسر مختلف معاملہ سے بحث کرتی ہے' اس میں کہا گیا ہے:۔

"جو کوئی جھوٹ موٹ کسی اور شخص کا روپ دھار کر اس اختیار کردہ کردار میں کوئی اقبال کرے یا بیان دے اسے کوئی ایک سزا ۔۔۔۔۔۔۔دی جائے گی۔ دفعہ ۲۲۹ میں جیوری کے کسی رکن یا ایسسر کی تلبیس شخصی کرنے کو جرم بتایا گیا ہے سب سے آخر میں دفعہ ۴۱۹ آتی ہے' جس کا تعلق تلبیس شخصی کے ذریعے دغا دینے سے ہے' اس میں کسی اور شخص کا روپ دھار کر یا اپنے آپ کو کسی دوسرے کا قائم مقام یا اس جیسا ظاہر کرکے دھوکہ دینا شامل ہے۔

تعزیرات ہند کے نفاذ ۱۸۶۰ء سے لیکر اب تک کسی نے مذکورہ بالا دفعات میں سے کسی کے خلاف اس طرح کا اعتراض نہیں کیا' جیسا کہ اپیل کنندگان نے کیا ہے' اگرچہ یہ دفعات اسی طرح کے موضوع سے معاملہ کرتی ہیں' تاہم ایسی درستی کا دعوی نہیں کرسکتیں جیسا کہ اپیل کنندگان مطالبہ کررہے ہیں۔ حتیٰ کہ کسی عدالت نے بھی کبھی کسی ابہام یا نقص کی نشان دہی نہیں کی جس سے ان کے انتظام میں کوئی خلل پڑتا ہو' پس مذکورہ بالا جملہ میں ایسی کوئی خامی نہیں ہے۔۔

اس کے برعکس متنازعہ آرڈیننس میں وہ اصل القاب' خطابات اور اصطلاحیں دی گئی ہیں' جن کا تحفظ کرنا مقصود ہے نیز اس سلسلے میں عائد کردہ پابندیاں بیان کی گئی ہیں۔ آرڈیننس میں یہ صراحت بھی کردی گئی ہے کہ انہیں صرف ایسے افراد یا مواقع کے لیے استعمال کیا جاسکتا ہے' جن کے لیے وہ مقررو مخصوص ہیں' کسی اور کے لیے نہیں۔ احمدی ان شعائر کی بے حرمتی کرتے رہے ہیں اور اپنے قائدین و معمولات پر ان کا اطلاق کرتے رہتے ہیں تاکہ لوگوں کو یہ دھوکا دے سکیں کہ وہ بھی اسی مقام و مرتبہ اور صلاحیت کے حامل ہیں۔ احمدیوں کے اس عمل نے نہ صرف معصوم' سادہ اور بے خبر لوگوں کو گمراہ کیا بلکہ پوری مدت کے دوران امن و امان کا مسئلہ پیدا کرتے رہے۔ اس لیے قانون سازی ضروری تھی جو کسی بھی لحاظ سے احمدیوں کی مذہبی آزادی میں دخل نہیں دیتی۔ یہ قانون محض انہیں ایسے القابات و خطابات استعمال کرنے سے روکتا ہے جن پر ان کا کسی قسم کا حق نہیں' از روئے قانون ان پر نئے القابات و اصطلاحات وضع کرنے کی کوئی پابندی نہیں ہے۔

ہم اس اعتراض کو بعض غیر ملکی فیصلوں کی روشنی میں بھی پرکھ سکتے ہیں۔ امریکی سپریم کورٹ نے مقدمہ زیر عنوان Lanzetta vs. New Jersey(1939306.U.S.451) میں قرار دیا تھا کہ ابہام ایک آئینی خرابی ہے جو تصوراتی طور پر ضرورت سے زیادہ طویل اور مختلف ہے۔ یہ کہ ضرورت سے زیادہ وسیع قانون میں نہ تو وضاحت کی کمی ہوتی ہے نہ ہی درستی کی اور مبہم قانون کو اس سرگرمی تک پہنچنے کی ضرورت نہیں' جسے پہلی ترمیم کے ذریعے تحفظ فراہم کیا گیا ہے' صحیح راہ عمل کے

لحاظ سے اگر کوئی قانون اس قدر مبہم اور غیر واضح ہو کہ:

"عام سمجھ بوجھ کے حامل افراد اس کے مفہوم و معانی کے بارے میں تو قیاس آرائی کر سکیں لیکن اس کے اطلاق کی بابت متفق نہ ہوں تو وہ قانون باطل اور بے اثر ہے" دیکھئے (Connally Vs, General Construction Coy. (1926)269 U.S.385-391)

ایسا ابہام اس وقت واقع ہوتا ہے جب کوئی مقننہ قانون سے تحفظ کے اخراج کو ایسے غیر واضح الفاظ میں بیان کرتی ہے کہ گناہ سے پاک اور گناہ آلود طرز عمل کے مابین خط امتیاز کھینچنا قیاس و اندازہ کا کام بن جاتا ہے اور یہ کہ قانون نافذ کرنے والے حکام کی صوابدید کو اس سے وابستہ من مانے اور امتیازی نفاذ کے خطرات کو صریح قانونی معیار کے ذریعے محدود کیا جائے' اس دلیل کو مذکورہ بالا مقدمہ سے کوئی مدد نہیں ملتی کیونکہ اس قانون کے مندرجات آئین اور شعائر اسلام کی روشنی میں بالکل واضح اور صاف لگتے ہیں۔ یہ قانون کسی بھی قانونی مفہوم میں مبہم نہیں ہے' اس چیز پر پہلے تفصیل سے بحث ہو چکی ہے کہ امن و امان کو تحفظ فراہم کرنے والے قانون کو دنیا کے کسی ملک میں ظالمانہ نہیں سمجھا گیا۔ مزید برآں دنیا کا کوئی قانونی نظام کسی کمیونٹی کو خواہ وہ کسی قدر بولنے والی' منظم' خوشحال یا اثر و رسوخ کی مالک کیوں نہ ہو' دوسروں کو ان کے مذہب یا حقوق کے بارے میں دغا دینے' ان کے ورثہ کو ہتھیانے اور قصداً' عمداً" ایسے کام کرنے یا تدابیر اختیار کرنے کی اجازت نہیں دیتا جس سے امن و امان کی صورت حال پیدا ہونے کا اندیشہ ہو۔

اپیل کنندگان کی دوسری گذارش کہ آرٹیکل ۲۰ میں استعمال کردہ ترکیب "Subject to Law" میں لفظ "Law" سے مثبت قانون مراد ہے' اسلامی قانون نہیں۔ اس سلسلے میں درج ذیل مقدمات پر انحصار کیا گیا ہے جن کی سماعت عدالت ہذا نے کی تھی۔

۱۔ عاصمہ جیلانی کیس۔ پی ایل ڈی ۱۹۷۲ ایس سی۔ ۱۳۹

۲۔ بریگیڈیئر (ریٹائرڈ) ایف بی علی بنام سرکار پی ایل ڈی ۱۹۷۵ ایس سی ۵۰۶

۳۔ وفاق پاکستان بنام یونائیٹڈ شوگر ملز لمیٹڈ کراچی' پی ایل ڈی ۱۹۷۷ ایس سی ۳۹۷

۴۔ فوجی فاؤنڈیشن بنام شمیم الرحمان پی ایل ڈی ۱۹۸۳ ایس سی ۴۵۷

بہر حال ہمیں اس اعتراض نے قطعاً" متاثر نہیں کیا۔

اصطلاح "PositiveLaw" سے بلیک کی قانونی لغت کے مطابق وہ قانون مراد ہے جو اصلاً" نافذ کیا گیا ہو یا کسی مجاز حاکم نے منظم قانونی معاشرہ کی حکومت کے لیے اختیار کیا ہو۔ پس یہ اصطلاح نہ صرف وضع کردہ قانون پر حاوی ہے بلکہ اختیار کردہ قانون پر بھی' یہ بات قابل غور ہے کہ اوپر جن مقدمات کا حوالہ دیا گیا ہے' ان کے فیصلے آرٹیکل ۲۔ الف کے آئین کا جزو بننے سے پہلے صادر کیے گئے تھے۔ آرٹیکل ۲۔ الف کی عبارت اس طرح ہے۔

۲۔ الف' قرارداد مقاصد مستقل احکام کا حصہ ہوگی۔

ضمیمہ میں نقل کردہ قرارداد مقاصد میں بیان کیے گئے اصول اور احکام کو بذریعہ ہذا دستور کا مستقل حصہ قرار دیا جاتا ہے اور وہ بجنسہ موثر ہوں گے"۔

پاکستان کی تاریخ میں پہلی بار یہ ہوا کہ قرارداد مقاصد کو جو اس سے پہلے ابتدائیہ کے طور پر ہر دستور کا جزو رہی تھی' ۱۹۸۵ء میں آئین کا موثر حصہ قرار دے کر' اس میں شامل کر لی گئی۔ یہ کسی قانون کے متن کو بذریعہ حوالہ اپنانے کا عمل تھا' اس سے وکلاء بے خبر نہیں۔ ایسا عموماً" اس وقت کیا جاتا ہے جب کسی نئے قانونی نظام کی تنفیذ عمل میں آتی ہے۔ لیکن ہمارے ملک میں ہر مارشل لاء کے خاتمہ یا دستوری نظام کی بحالی کے موقع پر ایسا کیا گیا۔ مقننہ نے انگریزی راج کے دوران بھی بعض اسلامی اور دیگر مذہبی رسم و رواج پر مبنی قوانین کو اسی طریقہ سے اپنایا تھا اور انہیں مثبت قوانین سمجھا گیا تھا۔

یہی وہ مرحلہ تھا جب عوام کے منتخب نمائندوں نے پہلی بار اللہ تعالیٰ کے اقتدار اعلیٰ کو دستور کے مستقل و موثر حصہ اور ان کے لیے واجب التعمیل کے طور پر قبول کر لیا اور یہ عہد کیا کہ وہ محض تفویض کردہ اختیارات کو اللہ کی مقرر کردہ حدود میں رہتے ہوئے استعمال کریں گے' اعلیٰ عدالتوں کے عدالتی نظرثانی کے اختیار میں بھی توسیع کر دی گئی۔

سپریم کورٹ نے مذکورہ بالا تبدیلی کا موثر ہونا

تسلیم اور قبول کرلیا ہے۔ جسٹس نسیم حسن شاہ (سابق چیف جسٹس) نے پاکستان بنام عوام الناس (پی ایل ڈی ۱۹۸۷ ایس سی ۳۰۴ کے صفحہ ۳۵۶ پر) عوامی نمائندوں کے بدلے ہوئے اختیار پر بحث کرتے ہوئے حسب ذیل رائے کا اظہار کیا تھا۔

" چنانچہ جب تک قطعی طور پر یہ ثابت نہ کردیا جائے کہ مقننہ میں بیٹھنے والی مسلمانوں کی جماعت نے کوئی ایسا قانون نافذ کیا ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے قرآن میں یا سنت نبوی یا کسی اصول کی رو سے' جو ان کے لازمی مفہوم سے ماخوذ ہو' ممانعت کی گئی ہو' تو کوئی عدالت ایسے قانون کو غیر اسلامی قرار نہیں دے سکتی"۔

جسٹس شفیع الرحمان نے اس مقدمہ میں اپنا فیصلہ قلمبند کرتے ہوئے آرٹیکل ۲۔ اے (قرارداد مقاصد) کی روشنی میں صفحہ ۳۶۲۔۳۶۱ پر درج ذیل رائے کا اظہار کیا تھا۔ تفویض کردہ اختیار کو مقدس امانت کے طور پر قبول کرنے کے تصور کو' جو کہ سورہ النساء کی آیت نمبر ۵۸ میں بیان ہوا ہے' غیر متبدل انداز میں اور تضاد کے بغیر وسیع مفہوم دے دیا گیا ہے علاوہ ازیں چونکہ تمام اختیار و اقتدار تفویض کردہ ہے اور اس غرض کے لیے ایک مقدس امانت کی حیثیت رکھتا ہے' اس کے استعمال کی حدود لازماً متعین و مقرر ہونی چاہئیں۔ قرآن حکیم میں بھی اور مغربی و مشرقی دونوں اصول فقہ میں تفویض کردہ اختیار سے حسب ذیل خصوصیات وابستہ کی گئی ہیں۔

اسی طرح عطا کردہ اور ریاست کے مختلف حکام بشمول سربراہ حکومت کی طرف سے بطور امانت قبول کیے گئے اختیار کو ایسے استعمال کرنا چاہیے کہ اس سے امانت کے اغراض و مقاصد کی حفاظت ہوسکے' اسے تباہی سے بچایا جاسکے' پایہ تکمیل تک پہنچایا جاسکے اور فروغ دیا جاسکے۔

ایسا اختیار رکھنے والے کو ایک امین کی طرح ہر سطح پر اور ہر وقت محاسبہ کے لیے تیار رہنا چاہیے' جیسے نظام مراتب میں وہ اختیار عطا کرنے والے کو لوٹ جاتا ہے اور دوسری طرف امانت سے استفادہ کرنے والے دونوں تک اس کا فائدہ پہنچتا ہے۔

اپنا فرض ادا کرنے اور اس عطا کردہ اختیار کو استعمال کرنے میں نہ صرف حقیقی تعمیل ہونی چاہیے بلکہ ضابطہ جاتی دیانتداری بھی ملحوظ خاطر رکھنی چاہیے۔

معاملہ کے اسی پہلو کو سپریم کورٹ نے وفاق پاکستان بنام حکومت صوبہ سرحد (پی ایل ڈی ۱۹۹۰ ایس سی ۱۱۷۲) نامی مقدمہ میں صفحہ ۱۱۷۵ پر اس طرح کھول کر بیان کیا ہے۔

" قرار دیا جاتا ہے اور ہدایت کی جاتی ہے کہ اگر مطلوبہ قانون ۱۲ ربیع الاول ۱۴۱۱ھ تک وضع یا نافذ نہیں کیا جاتا تو مذکورہ بالا حکم ۱۲ ربیع الاول کو غیر موثر ہوجائے گا۔ خلاء کی اس حالت کے مقابلہ میں اس موضوع پر وضع کردہ قانون' عام اسلامی قانون' قتل و جرح کے جرائم سے تعلق رکھنے والے اسلامی احکام جیسا کہ وہ قرآن و سنت میں درج ہیں کے بارے میں سمجھا جائے گا کہ وہ اس موضوع پر متعلقہ قانون ہیں' پھر مجموعہ تعزیرات پاکستان اور مجموعہ ضابطہ فوجداری کا ضروری تبدیلیوں کے ساتھ صرف اس طرح اطلاق کیا جائے گا' جیسا کہ پہلے کیا گیا ہے"۔

پس یہ بات واضح ہے کہ دستور نے اسلامی احکام کو جیسا کہ وہ قرآن و سنت میں ہیں' منضبط حقیقی اور موثر قانون کے طور پر اپنا لیا ہے' معاملہ کی اس صورت میں اسلامی احکام ہی جیسا کہ وہ قرآن و سنت میں درج ہیں' اب حقیقی قانون کا درجہ رکھتے ہیں۔ آرٹیکل ۲۔ اے' نے اللہ تعالیٰ کے اقتدار اعلیٰ کو موثر اور واجب التعمیل بنادیا ہے'۔ اسی آرٹیکل کی بدولت قرارداد مقاصد میں درج قانونی احکام اور قانون کے اصول موثر اور آئین کا مستقل حصہ بن گئے ہیں۔ اس لیے انسان کا بنایا ہوا ہر قانون احکام اسلام کے جیسا کہ وہ قرآن و سنت میں مذکور ہیں' مطابق ہونا چاہیے اور آئین میں دیئے گئے بنیادی حقوق بھی اسلامی نظریات و تعلیمات کے منافی نہیں ہونے چاہئیں۔

یہ اعتراض بھی کیا گیا کہ دستور کے آرٹیکل ۱۹ میں استعمال کردہ ترکیب "اسلام کی عظمت" سے آرٹیکل ۲۰ کی رو سے دیئے گئے بنیادی حقوق کے بارے میں فائدہ نہیں اٹھایا جاسکتا۔ آرٹیکل ۱۹ جس میں تقریر اور اظہار خیال اور پریس کی آزادی کی ضمانت دی گئی ہے' انہیں معقول پابندیوں کے تابع بناتا ہے جو عظمت اسلام' تہذیب و شائستگی یا اخلاق کے مفاد میں از روئے قانون عائد کی گئی ہیں۔ وہاں جو پابندیاں لگائی گئی ہیں' انہیں کسی دوسرے بنیادی حق پر لاگو نہیں کیا جاسکتا اس لئے کسی بنیادی حق میں شامل کوئی چیز جس سے احکام اسلام کی خلاف ورزی ہوتی ہو' لازماً" اس کے منافی ہونی چاہیے۔ یہاں سے

بات قابل ذکر ہے کہ اسلامی احکام' جیسا کہ وہ قرآن و سنت میں منضبط ہیں' اقلیتوں کے حقوق کی بھی ایسے تسلی بخش طریقہ سے ضمانت دیتے ہیں کہ کوئی عام انون اس کے برابر کوئی چیز پیش نہیں کرتا۔ مزید یہ کہ کوئی قانون ان میں زبردستی مداخلت نہیں کر سکتا۔

یہ کہنا درست نہیں کہ آرڈیننس میں اذان کا ذکر نہیں' جبکہ حقیقت یہ ہے کہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ ۲۹۸۔ (ب) کی ذیلی دفعہ (۲) کلیتا" اس کے لیے وقف کی گئی ہے' آرڈیننس کی روشنی میں احمدیوں کی طرف سے کلمہ کے استعمال کے متعلق دفعہ ۲۹۸ (ج) سے رجوع کیا جاسکتا ہے' کلمہ ایک اقرار نامہ ہے جسے پڑھ کر غیر مسلم اسلام کے دائرہ میں داخل ہوتا ہے' یہ عربی زبان میں ہے اور مسلمانوں کے لیے خاص ہے' جو اسے نہ صرف اپنے عقیدہ کی اظہار کے لیے پڑھتے ہیں بلکہ روحانی ترقی کے لیے بھی اکثر اس کا ورد کرتے ہیں۔ کلمہ طیبہ کے معنی ہیں۔ "خدا کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد (ﷺ) اس کے رسول ہیں"۔ اس کے برعکس قادیانیوں کا عقیدہ یہ ہے کہ مرزا غلام احمد (نعوذ باللہ) حضرت محمد کا بروز ہے۔ مرزا غلام احمد نے اپنی کتاب "ایک غلطی کا ازالہ" (اشاعت سوم' ربوہ صفحہ ۴) میں لکھا ہے:

"سورۃ الفتح کی آیت نمبر۲۹ کے نزول میں محمد کو اللہ کا رسول کہا گیا ہے..... اللہ نے اس کا نام محمد رکھا"۔

(مندرجہ روحانی خزائن' ص ۲۰۷ جلد ۱۸)

روزنامہ "بدر" (قادیان) کی اشاعت ۲۵ اکتوبر ۱۹۰۶ء میں قاضی ظہور الدین اکمل سابق ایڈیٹر "Review of Religions" کی ایک نظم شائع ہوئی تھی' جس کے ایک بند کا مفہوم اس طرح ہے" محمد پہلے سے زیادہ شان کے ساتھ ہم میں دوبارہ آ گئے ہیں' جو کوئی محمد کو ان کے مکمل شان کے ساتھ دیکھنے کا متمنی ہو' اسے چاہیے کہ وہ قادیان جائے"۔

"محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں
اور آگے سے ہیں بڑھ کے اپنی شان میں
محمد دیکھنے ہوں جس نے اکمل
غلام احمد کو دیکھے قادیان میں"

یہ نظم مرزا صاحب کو سنائی گئی تو اس نے اس پر مسرت کا اظہار کیا۔

(روزنامہ الفضل قادیان' ۲۲ اگست ۱۹۴۴ء)

علاوہ ازیں "اربعین" (جلد ۴' صفحہ ۱۷) میں اس نے دعویٰ کیا ہے۔

"سورج کی کرنوں کی اب برداشت نہیں' اب چاند کی ٹھنڈی روشنی کی ضرورت ہے اور وہ احمد کے رنگ میں ہو کر میں ہوں"۔

(مندرجہ روحانی خزائن' ص ۴۴۵۔۴۴۶' جلد ۱۷)

خطبہ الہامیہ (صفحہ ۱۷۱) (مندرجہ روحانی خزائن' ص ۲۵۹' جلد ۱۶) میں' اس نے اعلان کیا:

"جو کوئی میرے اور محمد ﷺ کے مابین تفریق کرتا ہے' اس نے نہ تو مجھے دیکھا ہے نہ جانا ہے"۔

مرزا غلام احمد نے مزید دعویٰ کیا ہے:

"میں اسم محمد کی تکمیل ہوں یعنی میں محمد کا ظل ہوں"۔

(دیکھئے حاشیہ حقیقت الوحی' ص ۷۲)..... (مندرجہ روحانی خزائن' جلد ۲۲)

" سورہ الجمعہ (۶۲) کی آیت نمبر ۳ کے پیش نظر جس میں کہا گیا ہے۔ (وہی ہے جس نے امیوں کے اندر ایک رسول' خود انہی میں سے اٹھایا جو انہیں' اس کی آیات سناتا ہے' ان کی زندگی سنوارتا ہے اور ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے) میں ہی آخری نبی اور اس کا بروز ہوں اور خدا نے براہین احمدیہ میں میرا نام محمد اور احمد رکھا اور مجھے محمد کی تجسیم بنایا"۔

(دیکھئے ایک غلطی کا ازالہ شائع شدہ از ربوہ' ص ۱۱-۱۰) ..... (مندرجہ روحانی خزائن' ص ۲۱۲ جلد ۱۸)

" میں وہ آئینہ ہوں جس میں سے محمد کی ذات اور نبوت کا عکس جھلکتا ہے"۔ (نزول المسیح' ص ۴۸' شائع شدہ قادیان اشاعت ۱۹۰۹ء)..... (دیکھئے ایک غلطی کا ازالہ' ص ۸' مندرجہ روحانی خزائن' ص ۲۱۳' جلد ۱۸)

اوپر جو کچھ کہا گیا اس کی روشنی میں مسلمانوں میں اس بات پر عمومی اتفاق رائے پایا جاتا ہے کہ جب کوئی احمدی کلمہ پڑھتا ہے یا اس کا اظہار کرتا ہے تو وہ اس بات کا اعلان کرتا ہے کہ مرزا غلام احمد ایسا نبی ہے' جس کی اطاعت واجب ہے اور جو ایسا نہیں کرتا' وہ بے دین ہے' بصورت دیگر وہ خود کو مسلمان کے طور پر پیش کر کے لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں۔

آخری بات یہ ہے کہ یا تو وہ مسلمانوں کی تضحیک کرتے ہیں یا اس بات سے انکار کرتے ہیں کہ رسول

اکرم ﷺ کی تعلیمات' صورت حال کی راہنمائی نہیں کرتیں۔ اس لیے جیسی بھی صورت حال ہو' ارتکاب جرم کو ایک نہ ایک طریقہ سے ثابت کیا جاسکتا ہے۔

مرزا غلام احمد نے نہ صرف یہ کہ اپنی تحریروں میں رسول اکرم ﷺ کی عظمت و شان کو گھٹانے کی کوشش کی بلکہ بعض مواقع پر ان کا مذاق بھی اڑایا۔ حاشیہ تحفہ گولڑویہ (صفحہ ۱۶۵) (مندرجہ روحانی خزائن' ص ۲۶۳' جلد ۱۷) میں مرزا صاحب نے لکھا کہ:

" پیغمبر اسلام اشاعت دین کو مکمل نہیں کرسکے' میں نے اس کی تکمیل کی"۔

ایک اور کتاب میں کہتا ہے:

"رسول اکرم ﷺ بعض نازل شدہ پیغامات کو نہیں سمجھ سکے اور ان سے بہت سی غلطیاں سرزد ہوگئیں"۔ (دیکھئے ازالہ الاوہام' لاہوری طبع' ص ۳۴۶) ..... (مندرجہ روحانی خزائن' ص ۴۷۳-۴۷۲' جلد ۳) اس نے مزید دعویٰ کیا:

"رسول اکرم ﷺ تین ہزار معجزے رکھتے تھے"۔ (تحفہ گولڑویہ' ص ۶۷' مندرجہ روحانی خزائن' ص ۱۵۳' جلد ۱۷)

" جبکہ میرے پاس دس لاکھ نشانیاں ہیں"۔) براہین احمدیہ' جلد ۵' ص ۵۶۔ روحانی خزائن' ص ۷۲' جلد ۲۱)

نشان' معجزہ' کرامت ایک چیز ہے۔ براہین احمدیہ' جلد ۵' ص ۵۰' مندرجہ روحانی خزائن' ص ۶۳' جلد ۲۱)

مزید یہ کہ

" رسول اکرم ﷺ نصاریٰ کا تیار کردہ پنیر کھاتے تھے جس میں وہ سور کی چربی ملاتے تھے"۔ (الفضل' قادیان' ۲۲ فروری ۱۹۲۴ء)

مرزا بشیر احمد نے اپنی تصنیف "کلمۃ الفصل" (صفحہ ۱۱۳) میں لکھا:

" مسیح موعود کو تو تب نبوت ملی جب اس نے نبوت محمدیہ کے تمام کمالات کو حاصل کرلیا اور اس قابل ہوگیا کہ ظلی نبی کہلائے' پس ظلی نبوت نے مسیح موعود کے قدم کو پیچھے نہیں ہٹایا بلکہ آگے بڑھایا اور اس قدر آگے بڑھایا کہ نبی کریمؐ کے پہلو بہ پہلو لا کھڑا کیا"۔

اس طرح کی اور بہت سی تحریریں موجود ہیں لیکن ہم اس ریکارڈ کو مزید گراں بار نہیں کرنا چاہتے۔

ہر مسلمان کا بنیادی عقیدہ ہے کہ وہ ہر نبی کو مانتا اور اس کا احترام کرتا ہے اس لیے اگر نبی کی شان کے خلاف کچھ کہا جائے تو اس سے مسلمان کے جذبات کو ٹھیس پہنچے گی' جس سے وہ قانون شکنی پر آمادہ ہوسکتا ہے۔ اس کا انحصار جذبات پر ہونے والے حملے کی سنگینی پر ہے۔ ہائیکورٹ کے فاضل جج نے مرزائیوں کی کتابوں سے بہت سے حوالے نقل کرکے ثابت کیا ہے کہ مرزا غلام احمد نے دوسرے انبیائے کرام خصوصاً" حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کی بھی بڑی توہین کی اور ان کی شان گھٹائی' حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جگہ وہ خود لینا چاہتا تھا۔ ہم اس سارے مواد کو نقل کرنا ضروری نہیں سمجھتے' صرف دو مثالوں پر اکتفا کرتے ہیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی ایک جگہ رقم طراز ہے۔

" جو معجزات دوسرے نبیوں کو انفرادی طور پر دیئے گئے تھے' وہ سب رسول اکرمؐ کو عطا کیے گئے' پھر وہ سارے معجزے مجھے بخشے گئے کیونکہ میں ان کا بروز ہوں یہی وجہ ہے کہ میرے نام آدم' ابراہیم' موسیٰ' نوح' داؤد' یوسف' یونس' سلیمان اور عیسیٰ' مسیح ہیں"۔

(ملفوظات جلد سوم' ص ۲۷۰ شائع شدہ ربوہ)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں لکھتا ہے

" حضرت مسیح کا خاندان بھی نہایت پاک اور مطہر ہے۔ تین نانیاں اور دادیاں آپ کی زنا کار اور کسبی عورتیں تھیں جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا"۔ ضمیمہ انجام آتھم حاشیہ' ص ۷..... (مندرجہ روحانی خزائن' ص ۲۹۱' جلد ۱۱)

اس کے برعکس اللہ کی پاک کتاب (قرآن حکیم) حضرت عیسیٰؑ' ان کی والدہ اور خاندان کی بڑائی بیان کرتی ہے۔ دیکھئے سورہ آل عمران (۳) کی آیات ۳۳ تا ۳۵' ۴۲ تا ۴۷' سورہ مریم (۱۹) کی آیات ۱۶ تا ۳۴ کیا کوئی مسلمان قرآن کے خلاف کچھ کہنے کی جسارت کرسکتا ہے اور جو ایسی حماقت کرے کیا وہ مسلمان ہونے کا دعویٰ کرسکتا ہے؟ ایسی صورت میں مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے پیروکار کیسے مسلمان ہونے کا دعویٰ کرسکتے ہیں؟ یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی پر اس کی مذکورہ بالا تحریروں کی بنا پر توہین مذہب ایکٹ مجریہ ۱۹۷۹ء کے

تحت عیسائیت کی توہین کے جرم میں کسی انگریزی عدالت میں ملزم قرار دے کر سزا دی جاسکتی تھی‘ اگر ایسا نہیں کیا گیا۔

جہاں تک رسول اکرمؐ کی ذات گرامی کا تعلق ہے‘ مسلمانوں کو ہدایت کی گئی ہے:

”ہر مسلمان کے لیے جس کا ایمان پختہ ہو‘ لازم ہے کہ وہ رسول اکرمؐ کے ساتھ اپنے بچوں‘ خاندان‘ والدین اور دنیا کی ہر محبوب ترین شے سے بڑھ کر پیار کرے“۔

(صحیح بخاری کتاب الایمان‘ باب حب الرسول من الایمان)

کیا ایسی صورت میں کوئی کسی مسلمان کو مورد الزام ٹھہرا سکتا ہے اگر وہ ایسا توہین آمیز مواد جیسا کہ مرزا صاحب نے تخلیق کیا ہے سنے‘ پڑھے یا دیکھے کے بعد اپنے آپ پر قابو نہ رکھ سکے؟

ہمیں اس پس منظر میں احمدیوں کے صد سالہ جشن کی تقریبات کے موقع پر احمدیوں کے اعلانیہ رویہ کا تصور کرنا چاہیے اور اس رد عمل کے بارے میں سوچنا چاہیے۔ جس کا اظہار مسلمانوں کی طرف سے ہو سکتا تھا۔ اس لیے اگر کسی احمدی کو انتظامیہ کی طرف سے یا قانوناً ”شعائر اسلام“ کا اعلانیہ اظہار کرنے یا انہیں پڑھنے کی اجازت دی دی جائے تو یہ اقدام اس کی شکل میں ایک اور رشدی تخلیق کرنے کی مترادف ہوگا۔ کیا اس صورت میں انتظامیہ اس کی جان‘ مال اور آزادی کے تحفظ کی ضمانت دے سکتی ہے اور اگر دے سکتی ہے تو کس قیمت پر؟ مزید برآں اگر گلیوں یا جائے عام پر جلوس نکالنے یا جلسہ کرنے کی اجازت دی جائے تو یہ خانہ جنگی کی اجازت دینے کے برابر ہے۔ یہ محض قیاس آرائی نہیں‘ حقیقتاً“ ماضی میں بارہا ایسا ہو چکا ہے اور بھاری جانی و مالی نقصان کے بعد اس پر قابو پایا گیا (تفصیلات کے لیے منیر رپورٹ دیکھی جاسکتی ہے) رد عمل یہ ہوتا ہے کہ جب کوئی احمدی یا قادیانی سر عام کسی پلے کارڈ‘ بیج یا پوسٹر پر کلمہ کی نمائش کرتا ہے‘ یا دیوار یا نمائشی دروازوں یا جھنڈیوں پر لکھتا ہے یا دوسرے شعائر اسلامی کا استعمال کرتا یا انہیں پڑھتا ہے تو یہ اعلانیہ رسول اکرمؐ کے نام نامی کی بے حرمتی اور دوسرے انبیائے کرام کے اسمائے گرامی کی توہین کے ساتھ ساتھ مرزا صاحب کا مرتبہ اونچا کرنے کے مترادف ہے جس سے مسلمانوں کا مشتعل ہونا اور طیش میں آنا ایک فطری بات ہے اور یہ چیز امن عامہ کو خراب کرنے کا موجب بن سکتی ہے‘ جس کے نتیجہ میں جان و مال کا نقصان ہو سکتا ہے۔ ایسی صورت حال میں احتیاطی تدابیر بروئے کار لانا لازمی ہے تاکہ امن و امان برقرار رکھا جاسکے اور جان و مال خصوصاً احمدیوں کے نقصان سے بچا جاسکے۔ اس صورت حال میں مقامی انتظامیہ نے جو فیصلے کیے‘ یہ عدالت انہیں کالعدم نہیں کرسکتی۔ وہ اس معاملے میں بہترین جج ہیں تاوقتیکہ قانون یا حقیقت کے ذریعے اس کے برعکس ثابت نہ کیا جائے۔

جس کارروائی کے نتیجہ میں زیر بحث اپیلوں کی سماعت کی نوبت آئی۔ وہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی طرف سے زیر دفعہ ۱۴۴ ضابطہ فوجداری کا جاری کردہ حکم ہے۔ ریذیڈنٹ مجسٹریٹ نے احمدیہ جماعت کو‘ جو ربوہ کی آبادی میں نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔ ان کے عہدیداروں کے توسط سے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے حکم سے مطلع کیا اور انہیں حکم دیا کہ وہ آرائشی دروازے‘ بینرز اور لائٹنگ کا سامان ہٹالیں اور اس امر کو یقینی بنائیں کہ آئندہ دیواروں پر اشتہار نہیں لکھے جائیں گے‘ اپیل کنندگان یہ بات ثابت نہیں کرسکے کہ مذکورہ بالا معمولات اور کام ان کے مذہب کے لازمی تکمیلی ارکان ہیں۔ حتیٰ کہ صد سالہ تقریبات کے گلیوں اور سڑکوں پر انعقاد کے بارے میں بھی ثابت نہیں کیا جاسکا کہ وہ ان کے مذہب کا لازمی اور ناگزیر جزو تھیں۔

اس سوال پر کہ آیا ایسا اقدام مذہبی آزادی کا حصہ ہے یا نہیں جبکہ وہ عام لوگوں کی سلامتی‘ قانون اور امن عامہ کے تابع ہو‘ آسٹریلیا اور امریکہ جیسے ملکوں میں جہاں بنیادی حقوق کو سب سے مقدم سمجھا جاتا ہے‘ صادر کیے گئے فیصلوں کی روشنی میں پہلے ہی تفصیلی بحث ہو چکی ہے‘ ہم نے بھارت میں ہونے والے فیصلوں کا حوالہ بھی دیا ہے‘ کہیں بھی ایسے معمولات کو جو نہ تو مذہب کا لازمی جزو ہیں نہ تکمیلی حصہ‘ لوگوں کی سلامتی اور امن و امان پر سبقت نہیں دی جاتی‘ بلکہ مذہب سے متعلق اساسی و بنیادی معمولات کو لوگوں کی سلامتی اور امن و آشتی کی قربان گاہ پر قربان کر دیا گیا۔

اپیل کنندگان کی طرف سے کہا گیا ہے کہ وہ احمدیہ تحریک کی صد سالہ سالگرہ کی تقریبات ہیں۔۔۔ دوسری باتوں کے علاوہ شکرانہ کی خصوصی نمازیں ادا کر کے‘ بچوں میں مٹھائیاں بانٹ کر اور غرباء

مساکین میں کھانا تقسیم کر کے پر امن اور بے ضرر طریقے سے منانا چاہتے تھے' ہمارے سامنے ایسی سرگرمیوں کو نجی طور پر انجام دینے سے روکنے والا کوئی حکم پیش نہیں کیا گیا۔ احمدی دوسری اقلیتوں کی طرح اپنے مذہب پر عمل کرنے میں آزاد ہیں اور ان کے اس حق کو قانون یا انتظامی احکام کے ذریعے کوئی نہیں چھین سکتا۔ بہر حال ان پر لازم ہے کہ وہ آئین و قانون کا احترام کریں اور انہیں اسلام سمیت کسی دوسرے مذہب کی مقدس ہستیوں کی بے حرمتی یا توہین نہیں کرنی چاہیے' نہ ہی ان کے مخصوص خطابات' القابات و اصطلاحات استعمال کرنے چاہئیں نیز مخصوص نام مثلاً "مسجد" اور مذہبی عمل مثلاً "اذان" وغیرہ کے استعمال سے اجتناب کرنا چاہیے تاکہ مسلمانوں کے جذبات کو ٹھیس نہ پہنچے اور لوگوں کو عقیدہ کے بارے میں گمراہ نہ کیا جائے یا دھوکہ نہ دیا جائے۔

ہم یہ بھی نہیں سمجھتے کہ احمدیوں کو اپنی شخصیات' مقامات اور معمولات کے لیے نئے خطاب' القاب یا نام وضع کرنے میں کسی دشواری کا سامنا کرنا پڑے گا۔ آخر کار ہندوؤں' عیسائیوں' سکھوں اور دیگر برادریوں نے بھی تو اپنے بزرگوں کے لیے القاب و خطاب بنا رکھے ہیں اور وہ اپنے تہوار' امن و امان کا کوئی مسئلہ یا الجھن پیدا کیے بغیر پر امن طور پر مناتے ہیں۔ انتظامیہ جو امن و امان قائم رکھنے اور شہریوں کے جان و مال نیز عزت و آبرو کا تحفظ کرنے کی ذمہ دار ہے' بہر حال مذکورہ بالا اقدار میں سے کسی کو خطرہ لاحق ہونے کی صورت میں مداخلت کرے گی۔

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ فاضل سنگل جج نے ایک تفصیلی اور بڑا معقول حکم جاری کیا ہے اور بڑی دانائی اور دیانتداری کے ساتھ متعدد غیر ملکی فیصلوں سے مثالیں دی ہیں' جس سے اس انتہائی حساس غیر مسلم اقلیت (احمدیہ جماعت) میں اعتماد پیدا ہو گا۔ اس لیے ہم ریکارڈ کو مزید وزنی کیے بغیر ان کے استدلال کو بھی قبول کرتے ہیں' پس آرڈیننس کے بارے میں قرار دیا جاتا ہے کہ وہ آئین سے ماورا نہیں ہے جس کے نتیجہ میں ہم دیکھتے ہیں کہ نہ تو مقدمہ کے حقائق میں دستور کے آرٹیکل ۲۰ کا سہارا لیا گیا ہے نہ ہی اس اپیل کا کوئی میرٹ بنتا ہے' پس یہ اپیل خارج کی جاتی ہے۔

مذکورہ بالا بحث کے نتیجہ میں اس سے متعلقہ اپیلیں بھی نامنظور کی جاتی ہیں۔

دستخط

جسٹس عبد القدیر چودھری

جسٹس محمد افضل لون

جسٹس ولی محمد خاں

●●

لِلّٰہ خبر لو ان کی جو "ربوے" میں خلافت کرتے ہیں

سید امین گیلانی

اک یوں بھی عبادت ہوتی ہے ہم یوں بھی عبادت کرتے ہیں
ناموس رسولِ اکرم کی جاں دے کے حفاظت کرتے ہیں
اپنا نہ کوئی سمجھے ان کو دشمن ہیں یہ دین اور ملت کے
یہ ختم نبوت کے منکر' توہین نبوت کرتے ہیں
جینے کا ہمیں کچھ شوق نہیں' مرنے کی ہمیں کچھ فکر نہیں
وہ مر کے بھی زندہ رہتے ہیں جو حق کی حمایت کرتے ہیں
حق پر تو کڑی نگرانی ہو باطل پہ کوئی بھی قید نہیں
افسوس مسلماں ہو کر کیا ارباب حکومت کرتے ہیں
ہم میں جو وطن کا مجرم ہو سر اس کا جدا تن سے کر دو
لِلّٰہ خبر لو ان کی جو "ربوے" میں خلافت کرتے ہیں
ہم بر سر میداں کہتے ہیں' سچ جھوٹ میں حاکم فرق کریں
ہم وہ تو نہیں ہیں' چھپ چھپ کے جو ان کی شکایت کرتے ہیں

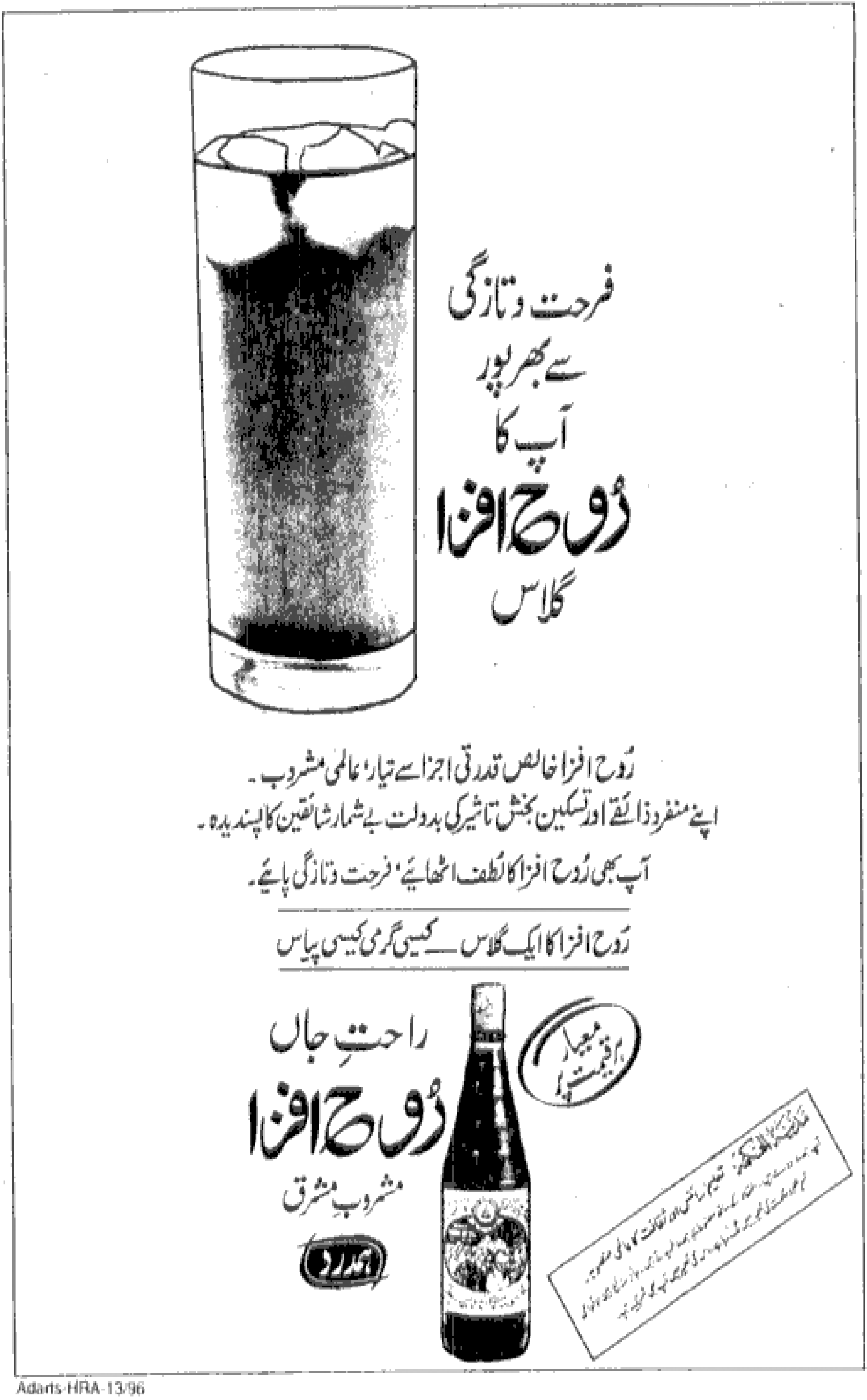
فرحت و تازگی
سے بھرپور
آپ کا
رُوح افزا
گلاس
رُوح افزا خالص قدرتی اجزا سے تیار، عالمی مشروب۔
اپنے منفرد ذائقے اور تسکین بخش تاثیر کی بدولت بے شمار شائقین کا پسندیدہ۔
آپ بھی رُوح افزا کا لُطف اٹھایئے، فرحت و تازگی پایئے۔
رُوح افزا کا ایک گلاس ـــ کیسی گرمی کیسی پیاس
راحتِ جاں
رُوح افزا
مشروبِ مشرق
ہمدرد
Adarts-HRA-13/96

محمد طاہر رزاق

قافلۂ امیر شریعت

فتح و کامرانی کی دہلیز پر

۲۲ مئی تا ۷ ستمبر تحریک ختم نبوت سنہ ۷۴ کی کہانی

یہ ۲۲ مئی ۱۹۷۴ء کا ایک روشن دن تھا۔

نشتر میڈیکل کالج ملتان کے تقریباً" سو طلباء شمالی علاقوں کی سیرو سیاحت کے لیے بذریعہ چناب ایکسپریس ملتان سے پشاور روانہ ہوئے۔ طلباء نے اپنی الگ بوگی بک کرا رکھی تھی۔ جتے کیلئے طلباء کی گاڑی جب ربوہ ریلوے اسٹیشن پر رکی' تو حسب معمول چند قادیانی نوجوان گاڑی کی مختلف بوگیوں میں داخل ہوئے اور قادیانیت کا لٹریچر تقسیم کرنا شروع کردیا۔ جب طلباء کی بوگی میں کفر و ارتداد کا یہ لٹریچر تقسیم کیا گیا تو طلباء میں اشتعال پھیل گیا۔ جواباً" انہوں نے ربوہ ریلوے سٹیشن پر ختم نبوت زندہ باد' قادیانیت مردہ باد کے زوردار نعرے لگائے۔ سیٹی بجی اور گاڑی اپنی منزل کی جانب روانہ ہوگئی۔ لیکن طلباء کی اس جرأت سے ربوہ کے قصر خلافت میں ایک زلزلہ آگیا کیونکہ ربوہ شہر میں قادیانی خلیفہ کی اجازت کے بغیر چڑیا بھی پر نہیں مار سکتی تھی۔ ربوہ ایک بند شہر تھا جس میں بغیر حکم کوئی مسلمان داخل نہیں ہوسکتا تھا۔ خلیفہ ربوہ وہاں کا مطلق العنان بادشاہ تھا' جس کا فیصلہ آخری فیصلہ ہوتا تھا۔ ربوہ کی اپنی وزارتیں اور نظارتیں تھیں۔ غرضیکہ یہ پاکستان میں ریاست در ریاست تھی۔ طلباء کے واقعہ کے بعد بڑے قادیانی دماغ مل کر بیٹھے اور ان طلباء کو یادگار سبق سکھانے کا فیصلہ کیا۔ ۲۹ مئی کو چناب ایکسپریس میں طلباء پشاور سے واپس ملتان روانہ ہوئے۔ ربوہ سے پہلے اسٹیشن نشتر آباد کے قادیانی اسٹیشن ماسٹر نے طلباء کی بوگی پر چاکے سے نشان لگایا اور ربوہ کے قادیانی سٹیشن ماسٹر کو اس نشان زدہ بوگی کا نمبر بتایا۔ جب گاڑی ربوہ اسٹیشن پر پہنچی تو اسٹیشن پر ایک محشر بپا تھا۔ تقریباً" پانچ ہزار قادیانی غنڈے پستولوں' بندوقوں' خنجروں' تلواروں' لاٹھیوں' آہنی مکوں اور اینٹوں سے مسلح کھڑے تھے اور غصے سے چلا رہے تھے۔ یہ ہجوم سانپ کی طرح پھنکارتا ہوا طلباء کی بوگی کی طرف لپکا۔ طلباء نے فوراً" کھڑکیاں اور دروازے بند کرلیے لیکن ہجوم دروازے اور کھڑکیاں توڑ کر بوگی میں داخل ہوگیا اور قادیانی غنڈے نہتے طلباء پر پل پڑے۔ طلباء کو گھسیٹ گھسیٹ کر بوگی سے باہر نکالا اور پلیٹ فارم پر ان پر وحشیانہ تشدد کیا۔ طلباء خون میں نہا گئے۔ جسم زخموں سے بھر گئے۔ یونین کے صدر ارباب عالم کو اتنا مارا کہ وہ بے ہوش ہوگئے۔

ختم نبوت کے باغی تشدد کرتے ہوئے یہ نعرے بھی لگا رہے تھے۔ مرزا قادیانی کی جے' احمدیت زندہ باد' محمدیت مردہ باد (نعوذ باللہ) مرزا ناصر کی جے' نشتر کے مُلّے' ہائے ہائے۔۔۔ قادیانی اپنے ساتھ عورتوں کو بھی لائے تھے جو طلباء کے پٹنے پر تالیاں بجاتیں اور رقص کرتیں۔ اس سارے قادیانی لشکر کی قیادت موجودہ قادیانی خلیفہ مرزا طاہر کر رہا تھا۔ قادیانی بدمعاشوں نے طلباء کے کپڑے پھاڑ دیے' گھڑیاں چھین لیں' قیمتی سامان اچک لیا۔ سگنل ہونے کے باوجود ربوہ کے قادیانی اسٹیشن ماسٹر نے گاڑی نہ چلنے دی تاکہ قادیانی اپنی آتش انتقام کو خوب ٹھنڈا کرسکیں۔ خدا خدا کر کے زخموں سے نڈھال طلباء کو لے کر گاڑی چلی۔ کسی طرح اس ظلم و بربریت کی خبر فیصل آباد پہنچ چکی تھی۔ غصے سے بپھرا ہوا سارا شہر سٹیشن پر پہنچ چکا تھا۔ مجاہد ختم نبوت مولانا تاج محمودؒ ان طلباء کے لیے چشم براہ تھے۔۔۔ ڈی۔ سی' اے۔ سی' ایس۔ ایس۔ پی سمیت ساری انتظامیہ سٹیشن پر موجود تھی۔ جونہی ٹرین فیصل آباد پہنچی۔ سٹیشن پر کہرام مچ گیا۔ لوگ جذبات میں آکر رو رہے تھے۔ ان کے جذباتی نعروں سے سارا سٹیشن گونج رہا تھا۔ حالات کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے مولانا تاج محمود" پلیٹ فارم کی دیوار پر چڑھ گئے اور طلباء سے مخاطب ہو کر کہا:

"میرے بیٹو! تمہارے جسم سے بہنے والے

مقدس خون کی قسم، میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ تمہارے خون کے ایک ایک قطرہ کا قادیانیوں سے انتقام لیا جائے گا اور قادیانی ملعون اپنے انجام کو پہنچیں گے۔ آپ حضرات کو ایئرکنڈیشنڈ بوگی میں منتقل کر کے ملتان بھجوایا جا رہا ہے۔ آپ حضرات اطمینان رکھیں کہ ہم اس وقت تک چین سے نہ بیٹھیں گے جب تک اس ظلم کا حساب نہ چکا لیں۔ آپ کے بہنے والے خون کے ہر قطرہ سے قادیانیوں کی موت کے پروانے پر دستخط ہوں گے۔ اگر آپ کے خون کو رائیگاں کر دیا گیا تو میں آپ کے خون کا جوابدہ ہوں گا"۔

مولانا کی تقریر نے زخمی طلباء کے دل جیت لیے۔ گاڑی طلباء کو لے کر ملتان روانہ ہو گئی۔ گوجرہ، ٹوبہ ٹیک سنگھ، شورکوٹ، خانیوال، ملتان جہاں جہاں گاڑی کے سٹاپ تھے، مولانا نے وہاں کے احباب کو اس صورت حال سے مطلع کر دیا۔ جس سٹاپ پر گاڑی رکتی، پورا شہر یا قصبہ زخمی طلباء کی محبت میں سٹیشن پر پہنچ جاتا۔ ہر سٹیشن پر زبردست مظاہرہ ہوا اور طلباء کو باور کرایا گیا کہ قادیانیوں نے صرف تمہیں ہی زخمی نہیں کیا بلکہ انہوں نے پوری ملت اسلامیہ کے قلب پر وار کیا ہے۔

ریلوے اسٹیشن پر اخباری نمائندوں نے مولانا تاج محمودؒ سے آئندہ لائحہ عمل پوچھا تو آپ نے شام پانچ بجے "الفیم" ہوٹل میں پریس کانفرنس کا وقت دے دیا۔ بھرپور پریس کانفرنس ہوئی اور آپ نے مولانا سید یوسف بنوریؒ کے حکم کے تحت تحریک کا اعلان کر دیا۔ قادیانیوں کی دہشت گردی پر پوری قوم سراپا احتجاج بن گئی۔ جلوس نکلنے لگے، مظاہرے ہونے لگے، احتجاجی جلسے شروع ہو گئے اور تحریک پورے ملک کی گلی گلی میں پھیل گئی۔ ہڑتالیں ہونے لگیں اور قادیانیوں کا سوشل بائیکاٹ شروع ہو گیا۔ تحریک میں اتنا جوش و خروش تھا کہ طالبات اور اساتذہ نے بھی احتجاجی جلوس نکالے اور مظاہرے کیے۔ قادیانی پورے ملک سے دم دبا کر ربوے کی طرف بھاگنے لگے۔ بہت سے مقامات پر مظاہرین اور پولیس میں جھڑپیں ہوئیں جن میں لاٹھی چارج اور آنسو گیس کا استعمال کیا گیا۔ بطل حریت آغا شورش کاشمیریؒ کی تحریک پر مولانا سید یوسف بنوریؒ کو مجلس عمل تحفظ ختم نبوت پاکستان کا کنوینر مقرر کیا گیا اور مستقل انتخاب کے لیے ۱۶ر جون ۱۹۷۴ء کو فیصل آباد میں ملک بھر کے علماء و مشائخ و سیاست دان جمع ہوئے۔ اس وقت مجلس عاملہ میں مندرجہ ذیل حضرات کو نمائندگی ملی، جس کی تفصیل یوں ہے:

مجلس تحفظ ختم نبوت: مولانا محمد یوسف بنوریؒ، مولانا خان محمد، مولانا تاج محمودؒ، مولانا محمد شریف جالندھریؒ، سردار میر عالم لغاری۔

جمعیت علماء اسلام: مولانا مفتی محمودؒ، مولانا عبد الحق اکوڑہ خٹک، مولانا عبید اللہ انور، مولانا محمد زمان اچکزئی، مولانا محمد اجمل خاں، مولانا محمد ابراہیم۔

جمعیت علماء پاکستان: مولانا شاہ احمد نورانی، مولانا عبد الستار خان نیازی، مولانا صاحبزادہ فضل رسول، مولانا عبد المصطفےٰ الازہری، مولانا محمود علی قصوری، مولانا غلام علی اوکاڑوی۔

جمعیت اہل حدیث: میاں فضل حق، مولانا عبد القادر روپڑی، مولانا اسحاق چیمہ، شیخ محمد اشرف، مولانا محمد صدیق، مولانا محمد شریف اشرف۔

تبلیغی جماعت: مولانا مفتی زین العابدین۔

شیعہ: سید مظفر علی شمسی۔

مسلم لیگ: میجر اعجاز احمد، چوہدری صفدر علی رضوی، چوہدری ظہور الٰہی، سید اصغر علی شاہ۔

پاکستان جمہوری پارٹی: نوابزادہ نصر اللہ خان، رانا ظفر اللہ خان۔

مجلس احرار: مولانا عبید اللہ احرار، مولانا سید عطاء المنعم شاہ بخاری، چوہدری ثناء اللہ بھٹہ، ملک عبد الغفور انوری، سید عطاء المحسن بخاری۔

اشاعت التوحید: مولانا غلام اللہ خانؒ، مولانا عنایت اللہ شاہ۔

جماعت اہل سنت: مولانا غلام علی اوکاڑوی، سید محمود شاہ گجراتی۔

اتحاد العلماء: مولانا مفتی سیاح الدینؒ کاکا خیل، مولانا محمد چراغ، مولانا گلزار احمد مظاہری۔

تنظیم اہلسنت: مولانا سید نور الحسن بخاری، مولانا عبد الستار تونسوی۔

حزب الاحناف: مولانا سید محمود رضوی، مولانا خلیل احمد قادری۔

قادیانی محاسبہ کمیٹی: آغا شورش کاشمیریؒ، علامہ احسان الٰہی ظہیرؒ۔

نیشنل عوامی پارٹی: ارباب سکندر خان، امیر زادہ۔

جماعت اسلامی: پروفیسر غفور احمد، چوہدری غلام جیلانیؒ، میاں طفیل محمد۔

قومی اسمبلی میں آزاد گروپ کے لیڈر: مولانا ظفر احمد انصاری۔

اہم شخصیات: مولانا مفتی محمد شفیع‘ مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف۔

مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کا انتخاب

صدر: مولانا محمد یوسف بنوریؒ

ناظم اعلیٰ: مولانا محمود احمد رضوی

نائب صدر: مولانا عبدالستار خان نیازی‘ سید مظفر علی شمسی‘ مولانا عبدالواحد‘ نوابزادہ نصر اللہ خان

نائب ناظم: مولانا محمد شریف جالندھریؒ

خازن: میاں فضل حق

عوام کے ملک گیر احتجاج کو دیکھتے ہوئے پنجاب گورنمنٹ نے سانحہ ربوہ کی عدالتی تحقیقات کا حکم دے دیا۔ جسٹس سردار محمد اقبال نے جسٹس کے۔ ایم۔ صمدانی کو تحقیقاتی افسر مقرر کیا۔ جناب جسٹس صمدانی نے ربوہ کا تفصیلی دورہ کیا۔ مرزا ناصر نے انہیں قصر خلافت میں کھانے پر مدعو کیا‘ لیکن جسٹس صمدانی نے صاف انکار کر دیا۔ اس کے بعد مرزا ناصر نے خود ملاقات کرنے کی خواہش کا اظہار کیا اور وقت مانگا‘ لیکن جسٹس صمدانی نے پھر جواب دے دیا۔ تحقیقات کے دوران جسٹس صمدانی نے ربوہ سے کچھ نہ کھایا پیا۔ وہ اپنا سامان خورد و نوش اپنے پاس رکھتے تھے۔ شاید عدالتی تقدس کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے یا حفاظت جاں کے لیے! جناب جسٹس صمدانی کی عدالت میں مرزا ناصر کو بھی طلب کیا گیا اور اس کا ساٹھ گھنٹے کا خفیہ بیان ریکارڈ کیا گیا۔ مشہور مرزائی نواز حنیف رامے اس وقت پنجاب کا وزیر اعلیٰ تھا۔ اس نے جگہ جگہ مرزائیوں کی وکالت کی۔ اس نے خانیوال میں تقریر کرتے ہوئے یہاں تک کہا کہ میں مولویوں کو مار مار کر ان کے پیٹوں سے حلوہ نکال دوں گا۔ مرزائیوں کے اس مہرے نے جگہ جگہ تحریک کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی‘ لیکن عوامی غیظ و غضب کے طوفان کے سامنے مرزائیوں کے ساتھ خود بھی ٹھنڈا ہو گیا۔ حکومت نے تحریک کے ترجمان‘ ہفت روزہ چٹان‘ کا ڈیکلریشن منسوخ کر دیا اور پریس ضبط کر لیا اور اس کے ساتھ ہی آغا شورش کاشمیریؒ کے بچوں کا پریس مسعود پرنٹرز بھی ضبط کر لیا گیا۔ حکومت پنجاب نے بطل حریت آغا شورش کاشمیریؒ کو ڈیفنس آف پاکستان رولز کے تحت گرفتار کر لیا۔ آغا صاحب شدید بیمار تھے۔ ظالموں نے انہیں میو ہسپتال لاہور میں داخل کروا کر ان پر پولیس کا کڑا پہرہ لگوا دیا۔ یہ امتحان ان کے قدموں میں ڈگمگاہٹ پیدا نہ کر سکا اور فدائی ختم نبوت نے شدید علالت میں جسٹس صمدانی کی عدالت میں قادیانی امت کے بارے میں پانچ گھنٹے شہادت دی‘ جس میں قادیانیت کے غلیظ چہرے سے نقاب الٹا کر ان کی اسلام اور پاکستان دشمنی کو ثابت کیا گیا۔ بہت سے سربستہ رازوں کا انکشاف کیا‘ قادیانیوں کی اندرون خانہ کربناک کہانی سنائی اور مرزا ناصر کی شخصیت کے تار و پود بکھیرے۔

مجلس عمل کے صدر مولانا سید یوسف بنوریؒ نے بڑھاپے کے باوجود پورے ملک کا طوفانی دورہ کیا اور عوام کی رگوں میں جہادی خون دوڑا دیا۔ پوری قوم کو مجاہد بنا کر قادیانیت کے خلاف صف آرا کر دیا۔ آپ جب تحریک کی قیادت کے لیے گھر سے نکلے تو اپنے مدرسہ کے مفتی صاحب سے کہا کہ حضرت مفتی صاحب! میں تحریک کی رہنمائی کے لیے جا رہا ہوں کو ختم نبوت کا رضاکار بنا لیا۔ اخبارات اور رسائل نے اپنی دینی غیرت اور عشق رسول کا حق ادا کر دیا۔ روزنامہ "نوائے وقت" اور "جسارت" نے خود کو تحفظ ختم نبوت پہ نثار کر دیا اور تحریک کے شباب کو برقرار رکھا۔ مجلس عمل تحفظ ختم نبوت نے اور اپنا کفن بھی ساتھ لے کر جا رہا ہوں۔ پھر کفن نکال کر مفتی صاحب کو دکھایا۔ مزید فرمایا کہ مرزائیوں کو اس ملک میں آئین کی رو سے کافر ٹھہراؤں گا یا اپنی جان کا نذرانہ پیش کروں گا‘ واپس گھر آنے کا ارادہ نہیں۔

توڑیں گے ہر اک لات و ہبل جھوٹے نبی کا
پاپوش ہر اک مسجد ضرار کریں گے
سو بار بھی گر ہم کو ملے زیست کی نعمت
قربان شہ کونین پہ ہر بار کریں گے
اس دور میں ہو جرم اگر عشق محمد
اس جرم کا اقرار سر دار کریں گے

تحریک کے بڑھتے ہوئے زور کو توڑنے کے لیے حکومت نے ختم نبوت کے ہزاروں رضاکاروں کو مختلف دفعات کے تحت پابند سلاسل کر دیا۔ جلوسوں پر شدید لاٹھی چارج کیا‘ جس سے ہزاروں کارکن زخمی ہو گئے۔ بہت سے مقامات پر قادیانیوں نے مسلمانوں پر فائرنگ کی‘ جس سے کئی مسلمان شہید ہو گئے۔ چنانچہ مسلمانوں نے مشتعل ہو کر قادیانیوں کے کئی مکانات اور دوکانیں جلا دیں۔ تحریک

دن بدن زور پکڑتی گئی۔ مجلس عمل تحفظ ختم نبوت پاکستان نے پورے ملک میں جلسوں اور کانفرنسوں کا جال بچھا دیا۔ ہر خطیب آتش فشاں تھا' ہر مقرر شعلہ بار تھا۔ انہوں نے پورے ملک میں قادیانیت کے خلاف آگ لگا دی اور ملت اسلامیہ پاکستان کے ہر فرد مسلمانوں کو قادیانیوں کے عقائد سے آگاہ کرنے کے لیے لاکھوں کی تعداد میں ہینڈ بل اور پمفلٹ تقسیم کیے اور انہیں کلیدی اسامیوں پر بیٹھے لوگوں تک پہنچانے کا خصوصی اہتمام کیا۔ مجلس عمل کی اپیل پر قادیانیوں کے خلاف سوشل بائیکاٹ کی مہم چلائی گئی' جس نے قادیانیت کی کمر توڑ کے رکھ دی۔ مسلمانوں نے قادیانی دکانداروں سے سودا لینا بند کر دیا اور مسلمانوں دکانداروں نے قادیانیوں کو سودا سلف دینے سے انکار کر دیا۔ گلی محلوں میں قادیانیوں کا مکمل بائیکاٹ کر دیا گیا۔ مسلمانوں نے قادیانی ہمسائیوں سے بول چال اور لین دین بالکل بند کر دیا' جس سے قادیانیت بلبلا اٹھی اور بہت سے قادیانی قادیانیت سے توبہ کر کے دوبارہ حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔

مجلس عمل نے ۱۴ جون کو پورے ملک میں ہڑتال کی اپیل کی۔ شمع ختم نبوت کے پروانوں نے مجلس عمل کی آواز پر لبیک کہا اور ۱۴ جون کو ملک میں درہ خیبر سے کراچی اور لاہور سے کوئٹہ تک ایسی زبردست ہڑتال ہوئی کہ تاریخ پاکستان میں جس کی نظیر ملنا محال ہے۔ ہڑتال نے حکومت کی چولیں ہلا دیں اور حکومت کو بتلا دیا کہ ملت اسلامیہ قادیانی ناسور کو کسی صورت برداشت نہیں کر سکتی اور وہ کسی ایسی حکومت کو بھی برداشت نہیں کر سکتی جو قادیانیت کی حامی ہو۔

مسلمان لاکھ برے ہوں مگر نام محمد پر
وہ تیار ہیں ہر حالت میں اپنا سر کٹانے کو

قادیانیت کو بپھرے ہوئے مسلمانوں کے حصار میں دیکھ کر برطانوی گماشتہ سر ظفر اللہ خان نے بیرونی ممالک کے دورے کرنے شروع کر دیے اور بیرونی حکمرانوں سے بھٹو حکومت پر پریشر ڈلوانا شروع کیا۔ ظفر اللہ خان نے لندن میں ایک بہت بڑی پریس کانفرنس کا اہتمام کیا اور الزام لگایا کہ پاکستان میں حکومت قادیانیوں کے جان و مال کے تحفظ میں ناکام رہی ہے۔ اس نے عالمی اداروں سے مدد کی اپیل کرتے ہوئے واویلا مچایا کہ فوراً" قادیانیت کی مدد کے لیے پاکستان پہنچیں۔ قادیانی خلیفہ مرزا ناصر نے ایسوسی ایٹڈ پریس امریکہ کو بیان دیتے ہوئے کہا کہ قادیانیوں کے خلاف فسادات بھٹو کی پارٹی نے کرائے ہیں اور اس طرح حکمران جماعت اپنی بگڑی ہوئی ساکھ کو بحال کرنا چاہتی ہے۔ اس نے زور دیتے ہوئے کہا کہ خواہ وہ قتل ہو جائے' لیکن اپنے مسلک سے باز نہیں آئے گا۔ قادیانیوں کو اسلام کی جانب پلٹتے اور تحریک سے خوفزدہ ہوتے دیکھ کر مرزا ناصر کی ہوائیاں اڑی ہوئی تھیں۔ اس نے ان کے مسمار حوصلوں کو دوبارہ تعمیر کرنے کے لیے مرزا قادیانی کا یہ الہام ربوہ کے در و دیوار پر لکھوا دیا

"خدا اپنی فوجوں کے ساتھ آرہا ہے"

لیکن نہ قادیانی خدا آیا اور نہ قادیانی خدا کی فوجیں آئیں اور مرزا قادیانی کا یہ الہام ملت اسلامیہ کے بپھرے ہوئے سیلاب کے سامنے خس و خاشاک کی طرح بہہ گیا۔

تحریک ختم نبوت کا مسئلہ قومی اسمبلی میں پیش کیا قرارداد قومی اسمبلی میں پیش کی گئی (قرارداد الگ شائع کی جا رہی ہے)

قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی نے قادیانی مسئلہ پر غور و فکر کرنے کے لیے دو مہینے میں ۲۸ اجلاس اور ۹۶ نشستیں کیں۔ مسلمانوں کی طرف سے ممبران قومی اسمبلی کو "ملت اسلامیہ کا موقف" نامی کتاب پیش کی گئی' جبکہ قادیانیوں اور لاہوریوں نے اپنے اپنے موقف میں لٹریچر تقسیم کیا۔ قومی اسمبلی میں مرزا ناصر پر گیارہ روز میں ۴۲ گھنٹے جرح کی گئی اور لاہوری شاخ کے امیر صدر الدین پر ۷ گھنٹے جرح کی گئی۔ دوران جرح مرزا ناصر کے ہاتھ پاؤں پھول جاتے' وہ اوٹ پٹانگ باتیں کرتا' گھبراہٹ میں بار بار پانی مانگتا اور کبھی لاجواب ہو کر بالکل ساکت ہو جاتا۔ ذیل میں ہم قومی اسمبلی میں مولانا مفتی محمودؒ اور مرزا ناصر میں ہونے والی گفتگو بطور نمونہ پیش کرتے ہیں' جس کی روداد مولانا مفتی محمودؒ نے "ختم نبوت کانفرنس" ربوہ میں سنائی تھی اور یہ روداد بہت سے رسائل میں شائع ہو چکی ہے۔

پہلا سوال ہم نے ان سے کیا: "آپ مرزا صاحب کے بارے میں کیا کہتے ہیں کہ وہ کون تھے؟"

اس نے جواب میں کہا: "وہ امتی نبی تھے' امتی نبی"۔

اس سے پوچھا: "امتی نبی کسے کہتے ہیں؟"

اس نے کہا: "جناب نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام کی امت میں سے کوئی فرد آپ ﷺ

کی اتباع کرتے ہوئے جب نبوت کا مقام حاصل کرلیتا ہے' آپ ﷺ کی اتباع سے' آپ ﷺ کی امت ہی کا ایک فرد' تو اسے امتی نبی کہتے ہیں۔ یہ مقام انہیں حاصل تھا۔"

اس سے پوچھا "کیا مرزا صاحب سے پہلے تیرہ سو سال میں اسلامی ادوار میں کوئی شخص اور بھی امتی نبی بنا ہے؟ آخر تیرہ سو سال گزرے اور امتی نبی جب بن سکتا ہے کوئی شخص ان کے بعد' آپ کے خیال میں تو کوئی اور بھی بنا؟"

اس نے کہا: "نہیں' کوئی نہیں"۔

ہم نے کہا: "حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو افضل للامت بلکہ انبیاء کے بعد تمام انسانوں سے افضل۔۔۔ وہ بھی کیا آپ ﷺ کی اتباع سے اس مقام کو حاصل کرچکے تھے یا نہیں؟"

انہوں نے کہا: "نہیں وہ بھی امتی نبی نہیں"

"جناب عمر فاروق جن کے بارے میں حضور ﷺ نے فرمایا: لوکان بعدی نبی لکان عمر بن الخطاب کیا وہ بھی امتی نبی تھے؟

کہا: "نہیں"

"حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ؟"

کہا: "نہیں"

"حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ؟"

کہا "نہیں"

اب جو سنی ممبر تھے' وہ اس سے متاثر ہوئے کہ اچھا یعنی یہ مرزا کو حضرات شیخین یا خلفائے اربعہ سے افضل سمجھتا ہے؟ یہ ان کا عقیدہ۔ وہ تھوڑا سا متنفر ہوگئے۔ پھر ہم نے پوچھا: "کیا حضرت حسنؓ وہ بھی امتی نبی تھے؟"

کہا: "نہیں"

"حضرت حسین رضی اللہ عنہ؟"

کہا: "نہیں"

شیعہ اس سے متنفر ہوگئے۔

"امامین؟"

کہا: "نہیں"۔

ذہن کو دھچکا لگتا گیا۔ پھر اس سے پوچھا ہم نے "اچھا یہ بتاؤ کہ پہلے تو کوئی نہیں آیا تو مرزا صاحب کے بعد قیامت تک کوئی امتی نبی آئے گا؟"

تو اس نے کہا: "نہیں' نہیں"

پھر پوچھا اس سے "اس کے معنی تو پھر یہ ہوئے کہ مرزا صاحب آپ کے عقیدہ کے مطابق خاتم النبیین ہیں اور قرآن تو کہتا ہے ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین۔ حضور ﷺ کا لقب ہے خاتم النبیین تو آپ تو ان کو سمجھتے ہیں خاتم النبیین۔"

اس نے کہا: بالکل نہیں' بالکل نہیں"۔

"کیسے نہیں؟ یعنی حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے بعد تو مرزا آئے اور مرزا کے بعد قیامت تک کوئی نہ آئے تو خاتم النبیین تو مرزا ہوئے۔ ٹھیک ہے نا! ان کے عقیدے کے مطابق تو حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے بعد مرزا نبی آئے اور مرزا کے بعد قیامت تک کوئی نبی نہ آئے' نہ امتی' نہ ظلی' نہ بروزی نہ تشریعی' نہ غیر تشریعی کوئی نبی نہ آئے تو خاتم النبیین کون ہوا' بتاؤ؟"

تو اس نے کہا: "نہیں' نہیں"۔

"نہیں کیسے نہیں؟"

اس نے کہا: "مرزا صاحب تو کچھ بھی نہیں تھے"۔

اب ہمیں تھوڑی سے خوشی بھی ہوئی کہ وہ خود کہتا ہے کہ کچھ بھی نہیں تھے۔ ہم نے کہا: "وہ کچھ تو تھے آخر۔ وہ تمہارے دادا تھے۔ یہ کیسے کہتے ہو کچھ بھی نہیں تھے۔ پھر تم کہاں سے آئے؟ یہ بتاؤ"۔

اس نے کہا: "نہیں' وہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی ذات اقدس میں ایسے فنا ہوگئے تھے کہ وہ بالکل ایک ہوگئے۔ ان کی ختم نبوت ان کی اور ان کی ان کی"۔

یہ کیا؟ ہم نے کہا: "اچھا تم یہ بتاؤ مرزا صاحب پر وحی آتی تھی؟"

ان کی وحی بھی قرآن کی طرح یقینی تھی یا اس میں غلطی کا کوئی احتمال تھا۔" یہ ان کی کتابوں سے حوالے ہم نے اکٹھے کیے تھے۔ ساری کتابیں اکٹھی ہمارے پاس موجود ہوتی تھیں۔ اس نے لکھا ہے کہ میری وحی بھی قرآن کی طرح یقینی ہے۔ اس میں خطا کا کوئی احتمال نہیں۔ اگر وہ انکار کریں تو ہم کتابیں دکھاتے۔ وہ جانتا تھا کہ ان کے پاس حوالہ ہے ۔

اس نے کہا: "ہاں' قرآن کی طرح یقینی ہے۔ جھوٹ کا کوئی احتمال نہیں۔ غلطی اور خطا کا کوئی احتمال نہیں"۔

"تو پھر یہ بتاؤ انہوں نے یہ لکھا: ایک کتاب

جس کا ہم نے حوالہ دیا کہ جو شخص بھی مجھ پر ایمان نہیں لاتا' خواہ اس نے میرا نام تک نہ سنا ہو تو وہ مشرک ہے' وہ کافر ہے' پکا کافر ہے' دائرہ اسلام سے خارج ہے' جہنمی ہے۔ یہ ذرا الفاظ کافر' پکا کافر' دائرہ اسلام سے خارج' جہنمی چار لفظ۔ ہم نے کہا: یہ بھی اس کی عبارت ہے' یہ بھی وحی ہے؟"

"بالکل درست!" اس نے کہا: "بالکل درست"۔

اب ہمارے جو ممبر تھے' وہ اگرچہ انہیں مسلمان سمجھتے تھے' لیکن اس پر ایمان تو نہیں لائے تھے۔ وہ سمجھ گئے اور ظالم' یہ تو ہمیں کافر کہتا ہے' پکا کافر کہتا ہے' جہنمی کہتا ہے۔ یہ بات تو ان پر بھی آئے گی۔ اب ذرا وہ اور متنفر ہوئے۔

اس نے کہا: ہاں یہ بات بھی ٹھیک"۔

ہم نے کہا: "اگر ٹھیک ہے تو جو لوگ' جنہوں نے مرزا کو تسلیم نہیں کیا' وہ سب کافر ہیں؟ آپ کے خیال میں"۔

اب وہ سمجھ گیا کہ یہ میں نے کیا بات کی۔ اس سے تو یہ سارے ممبر ہمارے خلاف ہو جائیں گے تو اس نے کہا: "یہ ان کی ایک اصطلاح ہے۔ امام بخاریؒ نے باب باندھا ہے کفر دون کفر کفر چھوٹے بھی ہوتے ہیں بڑے بھی ہوتے ہیں۔ بڑا کفر اور چھوٹا کفر' تو انہوں نے کہا کہ وہ چھوٹے کافر ہیں۔ ہاں گناہ کا مرتکب۔ اگر گناہ کا مرتکب وہ کفر کرتا ہے لیکن وہ کفر چھوٹا کفر ہے یعنی دائرہ اسلام سے خارج نہیں کراتا' پھر بھی مسلمان رہتا ہے۔

ہم نے کہا: "وہ کافر نہیں' چھوٹا کافر ہے"۔

انہوں نے کہا: "ٹھیک"۔

ہم نے کہا: "وہ تو کہتا ہے کہ پکے کافر' یہ پکا کافر کیسا ہوا؟"

اس نے کہا: "چھوٹے کفر میں پکے"۔

"چھوٹے کفر میں پکے۔ اچھا' یہ جو کہتا ہے کہ دائرہ اسلام سے خارج' یہ دائرے سے جب نکل گیا' پھر اسلام سے کیا تعلق رہا اس کا؟"

اس نے کہا: "اسلام کے کئی دائرے ہیں۔ ایک دائرے سے نکل گئے' دوسرے میں ہیں"۔

ہم نے کہا: "جہنمی ہے' وہ تو جہنمی کہتا ہے۔ مسلمان تو جہنمی نہیں ہوتا"۔

اس نے کہا "تھوڑی دیر کے لیے جہنم میں بھیج دیں گے' اس کے بعد پھر جنت میں"۔

ذرا تاویلوں کو دیکھو' لیکن ان تاویلوں سے کیا کام چلتا۔ لوگ سمجھ گئے تھے' یہ ہمیں کافر کہتا ہے۔ ہمارے ممبر سمجھ گئے تھے۔ ان سے پوچھا: "تمہاری کتاب میں" مرزا صاحب کی کتاب میں لکھا ہوا ہے کہ

تلک کتب ینظر الیھا کل مسلم بعین المحبۃ والمودۃ وبقلبی ویصدقنی الا ذریۃ البغایۃ الذین ختم اللہ علی قلوبھم فھم لایقبلون

"ہر مسلمان میری کتابوں کو محبت اور مودّت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور مجھے قبول کرتا ہے' میری تصدیق کرتا ہے مگر ذریتہ البغایۃ کنجریوں کی اولاد' جن کے دلوں پر اللہ نے مہر لگائی ہوئی ہے' وہ مجھے قبول نہیں کرتے"۔

ہم نے کہا: "پھر یہ عبارت ذرا پڑھ لو۔ کیا یہ بھی وحی ہے' یقینی ہے' جو مرزا کو نہیں قبول کرتے نبی کی حیثیت سے' کیا وہ کنجریوں کی اولاد ہیں؟ بات ٹھیک ہے تمہاری"۔

تو اس نے کہا: "یہاں پر یہ بغایۃ جو ہے یہ بغاوت سے ہے۔ یہ سرکشوں کی اولاد ہیں۔ یہ معنی ہیں"۔

(باقی آئندہ)

ولقد زینا السماء الدنیا بمصابیح

ادر ہم نے آسمانوں کو زینت دی ستاروں سے

ستار جیولرز

آسمانوں کی زینت ستارے
خواتین کی زینت زیورات

صرافہ بازار میٹھادر کراچی نمبر ۲

فون نمبر ۲۳۵۰۸۰

تاجدار ختم نبوت زندہ باد

فرما گئے یہ ہادی لا نبی بعدی

پندرھویں سالانہ

دو روزہ

ختم نبوت کانفرنس

بتاریخ ۳-۴ اکتوبر ۱۹۹۶ء بروز جمعرات، جمعۃ المبارک

مطابق ۱۹-۲۰ جمادی الاول ۱۴۱۷ھ

مسلم کالونی (ربوہ) صدیق آباد

علماء، مشائخ

سیاسی قائدین

دانشور اور وکلاء

خطاب فرمائینگے

مخدوم المشائخ

حضرت مولانا

خان محمد صاحب مدظلہ

امیر

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان

کانفرنس میں بعد عصر تا مغرب فتنہ قادیانیت کے متعلق سوال و جواب کی محفل منعقد ہوگی جس میں صرف تحریری سوال کی اجازت ہوگی حضرت مولانا محمد [illegible] صاحب جواب دینگے۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان

فون ملتان
۵۸۳۴۸۶
۵۱۴۱۲۲
کراچی ۷۷۸۰۳۳

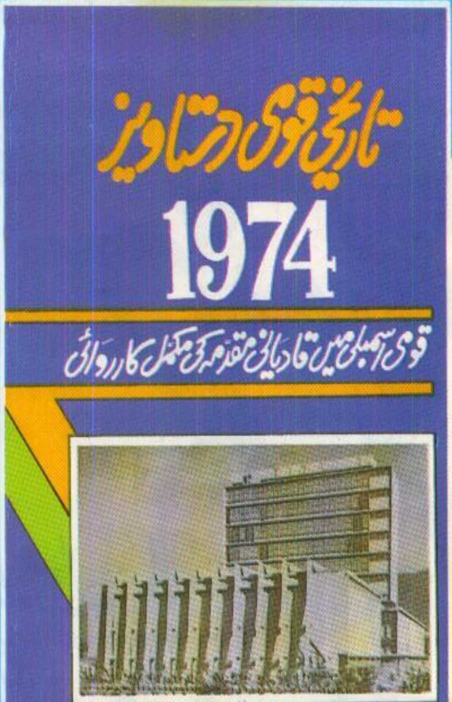

قومی تاریخی دستاویز ۱۹۷۴

قومی اسمبلی میں قادیانی مقدمہ کی مکمل کارروائی

ترتیب وتدوین:
شاہین ختم نبوت مولانا اللہ وسایا

- قومی اسمبلی کے تاریخی سیشن میں مرزا ناصر قادیانی اور صدرالدین لاھوری کے بیانات
- مفکر اسلام مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ کی جناب یحییٰ بختیار اٹارنی جنرل آف پاکستان کی وساطت سے تاریخی جرح
- مجاہد اسلام مولانا غلام غوث ھزاروی، مولانا شاہ احمد نورانی، شیخ الحدیث مولانا عبدالحق، مولانا عبدالحکیم پروفیسر غفور احمد، مولانا عبدالمصطفیٰ الازھری، مولانا ظفر احمد انصاری، چوھدری ظھور الٰہی اور دیگر اراکین اسمبلی کے مدلل سوالات
- قائد ایوان ذوالفقار علی بھٹو، وزیر قانون عبدالحفیظ پیرزادہ اور دیگر اراکین اسمبلی کے بیانات

کتاب کا مطالعہ آپ کو اسمبلی کے خصوصی سیشن میں پہنچا دے گا

رعایتی قیمت مجلد ۱۰۰ روپے

صفحات ۳۸۴

عمدہ کاغذ وطباعت

ناشر: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت
حضوری باغ روڈ ملتان فون ۵۱۴۱۲۲
دفتر ختم نبوت پرانی نمائش، ایم اے جناح روڈ کراچی فون ۷۸۰۳۳۷